غلامی کی ذلت سے نجات دلا کر انہیں عزت و وقار اور عدل و انصاف سے ہمکنار کیا جائے اور دُنیا کو اجتماعی امن و سکون کی دولت سے بہرہ ور کیا جائے۔ حقیقت یہ ہے اسلام کو مضبوط کرنے کے لئے جنگیں کرنا پڑیں، لیکن یہ جنگیں، جن میں بدر، اُحد اور خندق شامل ہیں، مدینہ طیبہ کے قرب میں لڑی گئیں۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جارحانہ طور پر دُشمنانِ اسلام مدینہ طیبہ پر حملہ آور ہوا چاہتے تھے۔ مسلمانوں نے شہر سے نکل کر ان کا مقابلہ کیا۔ مدینہ طیبہ میں رہتے ہوئے مسلمانوں نے یہودیوں اور دوسرے غیر مسلموں سے امن و صلح کے معاہدے کئے، مگر ان قبائل نے معاہدوں کی خلاف ورزیاں کی، جو کہ جنگوں کا سبب بنیں۔

ذرا غور فرمائیں! ہجرت مدینہ کے بعد، اجڑے بچھڑے لوگوں کو ایک نئے ماحول میں داخل ہونا، آدھی جماعت (مہاجرین) کا معاشی تباہی سے دوچار ہو کر اپنی بحالی کے لئے ہاتھ پاؤں مارنا، ایک نئے ماحول کو انقلابی دعوت کے لئے رفتہ رفتہ تیار کرنا، مختلف قبائلیت زدہ عناصر سے اخوت کا جوڑ لگانا، ان کی ذہنی اور اخلاقی تربیت کرنا، نیز ایک نئی مملکت قائم کر کے اس کے جملہ شعبوں کو نظم و نسق کرنا، یہ سب کام بیک وقت اسلامی انقلاب کے علمبرداروں کے ہاتھوں انجام پذیر ہو رہے تھے، پھر ان میں سے ہر کام ایسا تھا جو پوری پوری توجہ اور مسلسل محنت چاہتا تھا، ایسے کٹھن مسائل سے دوچار ایک چھوٹی سی جماعت کسی طرح بھی جنگ کو اپنی زندگی کا نصب العین نہیں بنا سکتی اور نہ لڑائی مول لینے کے لئے تیار ہو سکتی تھی..... لیکن جب ان کو مجبور کیا گیا تو وہ اس سے منہ بھی نہیں موڑ سکتی تھی..... اس لئے کہ اس کے پیش نظر ایک عظیم بین الانسانی مشن رکھنے والی جماعت تیار کرنی تھی، اسے کسی مخصوص قوم یا ملک کی نہیں، بلکہ تمام دُنیا کی بھلائی کے اصول جاری کرنے تھے۔ اس نے زندگی کی عظیم ترین سچائی یعنی ایک اللہ تبارک و تعالیٰ کی ربوبیت و الوہیت کے نور سے تمدن کو جگمگا دینے کے لئے اپنا تمام مفاد اور عیش و سکون قربان کر رکھا تھا اور

ضبطِ نفس، صبر و ایثار کی منزلوں سے گزرتے ہوئے وہ آگے بڑھ رہی تھی۔ اس جماعت کا توسرمایہ حیات ہی نظریہ حق تھا، جسے وہ سینہ سے لگائے ہوئے تھی، اس کا سارا مستقبل ہی اس نظریہ سے وابستہ تھا، اس کی حفاظت کے لئے اس جماعت کے اندر ایسا جذبہ ٹھاٹھیں مار رہا تھا، جس جذبہ کے تحت ایک کمزور مرغی بھی جب کسی چیل کو منڈلاتے دیکھتی ہے تو سب کچھ فراموش کر کے وہ اپنے چوزوں کو اپنے پروں تلے سمیٹ لیتی ہے۔ یہ وہ مقدس جماعت تھی، جس کے افراد اعلاءِ کلمۃ اللہ کے لئے اپنے لاغر و ناتواں جسموں کے ساتھ سنگلاخ چٹانوں سے ٹکرا جانے کے لئے تیار رہتے تھے۔ چنانچہ جب جاہلیت کے علمبرداروں نے انہیں للکارا اور جنگ کی دعوت دی تو یہ بے سروسامان مہاجر و انصار ہزاروں کی فوج سے ٹکر لینے کو آ گئے اور ایمان و اخلاق اور یک جہتی کا سکہ منوالیا۔

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے دین کی ترویج و اشاعت تلوار سے نہیں بلکہ اپنے اخلاق عالیہ پر مبنی دعوت الی اللہ کی مبارک محنت سے کی تھی اور جو جنگیں پیغمبر اسلام ﷺ نے لڑی تھیں، وہ جنگیں آپ ﷺ پر مسلط کی گئی تھیں اور آپ ﷺ نے بحکمِ الٰہی مدافعانہ جہاد کر کے اپنا فرض ادا کیا تھا۔ اسلام پر خونریزی کا الزام لگانے والوں کو فتح مکہ کے موقع پر رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام، حضور اقدس ﷺ کے اعلان "**لاتثریب علیکم الیوم**" پر نظر ڈالنی چاہئے، جبکہ اس وقت دشمنوں کا خون بہانا، مسلمانوں کے لئے ہر قانون، اخلاق اور رواج کے مطابق جائز تھا، کیونکہ یہ دشمن مسلمانوں کے قاتل تھے، مگر رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے انہیں معاف کر کے یہ ثابت کر دیا کہ اسلام امن کا مذہب ہے، نہ کہ جنگ کا۔ قرآن حکیم نے "**امن**" کو خطہ زمین کا اصل قرار دیا ہے اور امن کا متقاضا "**فتنہ**" کو دبانے اور ختم کرنے کا حکم دیا ہے، چاہے اس کی خاطر کوئی جنگ ہی کیوں نہ لڑنا پڑے۔

اسلام میں فتنہ کی سرکوبی کے لئے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے نہ کہ غیر مسلموں کو ختم کرنے کے لئے۔ اسلام کے امن پسند ہونے کا ایک تاریخی ثبوت یہ ہے رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے صدیوں سے نبرد آزما قبائل کے درمیان صلح کروادی۔

☆ جہاد فی سبیل اللّٰہ کسے کہتے ہیں؟

اسلام میں جہاد فی سبیل اللہ، ایک عظیم عبادت ہے، جبکہ حقوق انسانی پامال کر دیئے جائیں، عبادت گاہوں کے وجود کو خطرہ ہو، اہل اسلام کی جان، مال، عزت و آبرو اور گھر بار خطرے میں پڑ جائیں، ظلم ہی ظلم ہو اور اصلاح کی کوئی صورت باقی نہ رہے، ایسی صورت میں فتنے کی سرکوبی اور اللہ کے کلمہ کی سربلندی کے لئے، اسلام ''جہاد فی سبیل اللہ'' کا حکم دیتا ہے۔

میری اقوام عالم سے اپیل ہے کہ اسلامی جہاد کے مفہوم کو سمجھیں اور اسے ''دہشت گردی'' سے تشبیہ نہ دیں۔ جہاد..... فساد کے لئے نہیں بلکہ اصلاح اور قیام امن کے لئے ہوتا ہے۔ اس کی حدود اللہ تعالیٰ اور پیغمبر اسلام، رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے مقرر فرمائی ہیں، ان سے تجاوز کسی صورت میں جائز نہیں۔ جہاد فی سبیل اللہ، ظالموں اور مفسدوں کے لئے قہر الٰہی اور انسانیت کے لئے رحمت و برکت ہے۔ یہ دُنیاوی بادشاہوں، حاکموں اور قوموں کی خونریز جنگوں کی طرح نہیں جو صرف ملک گیری کے لئے لڑی جاتی ہیں اور ان میں بدعہدی، ضعیفوں، عورتوں اور بچوں وغیرہ کے قتل سے بھی دریغ نہیں کیا جاتا اور ہر بڑے سے بڑا ظلم روا رکھا جاتا ہے، لیکن اسلامی جہاد میں ایسی سب باتیں ممنوع ہیں۔

رحمۃ للعالمین، حضرت محمد ﷺ نے فرمایا! **''جہاد تا قیامت جاری رہے گا''**..... نہ کسی عادل کا عدل اس کی ضرورت کو ختم کر سکتا ہے، نہ کسی ظالم کا ظلم اس کو روک سکتا ہے، جہاد کے معنی صرف جنگ سمجھنا اس کے پورے معنی سے ناواقفیت ہے، کیونکہ حدیث شریف میں ہے

کہ بہترین جہاد وہ ہے جو اپنے نفس کے ساتھ کیا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ دُنیا سے شر، فساد، ظلم، حق تلفی اور برائیوں کو مٹانے کے لئے جدوجہد کرنا ہے، خواہ وہ تلوار سے ہو، قلم سے ہو، زبان سے ہو یا عمل و اخلاق سے ہو یا دلیل کی قوت سے ہو۔ مسلمانوں کو تلوار اُٹھانے کی اجازت صرف مندرجہ ذیل صورتوں میں ہے:

(1) ملک و ملت کے دفاع اور حفاظت کے لئے جب دُشمن حملہ آور ہو یا حملہ آور ہونے کی تیاری کر رہا ہو۔

(2) فتنہ و فساد اور سرکشی کو ختم کرنے کے لئے۔

(3) ظلم و استبداد کے استیصال کے لئے۔

(4) ضعیفوں اور مظلوموں کی مدد کے لئے۔

(بحوالہ: تاریخ اسلام)

الحمدللہ! اسلام نے کسی ایک انسان کے قتل کو ساری انسانیت کا قتل قرار دیا ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے:

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا ۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِى الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا

(المائدۃ: ۳۲)

ترجمہ: جو کوئی قتل کرے ایک جان کو بلا عوض جان کے یا بغیر فساد کرنے کے ملک میں، پس اس نے تمام انسانیت کو قتل کیا۔

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ عام طور پر سپہ سالاروں کو مہمات پر روانگی سے قبل مندرجہ ذیل قسم کی ہدایات فرمایا کرتے تھے:

(1) اوّلاً اُن لوگوں کو کلمہ کی دعوت دی جائے، اگر قبول کرلیں تو وہ تمہارے بھائی ہیں۔

(2) جس بستی میں جائیں اگر وہاں سے اذان کی آواز آجائے تو حملہ نہ کیا جائے۔

(3) اگر اسلام قبول نہ کریں تو جزیہ پر آمادہ کیا جائے ، اس کے عدم قبول پر قتال کی اجازت ہے۔

(4) لڑائی میں اپاہجوں، ضعیفوں، بوڑھوں، عورتوں اور بچوں پر ہاتھ نہ اُٹھایا جائے۔

(5) سایہ دار اور پھل دار درختوں کو نہ کاٹا جائے۔

(6) کھیتوں کو برباد نہ کیا جائے۔

(7) عبادت گاہوں کا احترام کیا جائے۔

(8) ہر مذہب کے راہنما کا خیال رکھا جائے اور اُن کی عزت کی جائے ، راہبوں سے کوئی تعرض نہ کیا جائے۔

(9) جو اپنے گھروں میں گھس جائیں، انہیں قتل نہ کیا جائے۔

(10) کوئی مکان منہدم نہ کیا جائے۔

(بحوالہ: تاریخ اسلام اور مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ)

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے اعلاءِ کلمۃ اللہ کے لئے جن مدافعانہ غزوات و سرایا میں بنفس نفیس شرکت فرمائی ، اُن کی مجموعی تعداد اٹھائیس ہے اور اُن میں سے بھی کل آٹھ میں قتال کی نوبت آئی ۔(بحوالہ: غزوات النبی ﷺ)

الحمدللہ ! وہ غزوات وسرایا جن میں رحمۃ للعالمن، حضور اقدس ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو روانہ فرمایا ان کی مجموعی تعداد بقول ابن اسحاقؒ **38** ہے۔

(بحوالہ: سیرت ابن ہشامؒ)

مشہور سیرت نگار اور محقق جناب جسٹس علامہ محمد سلیمان سلمان منصوری پوریؒ نے **2** ہجری سے **9** ہجری تک آٹھ سال کے مابین عہدِ نبوی ﷺ کے غزوات وسرایا کا بڑی تحقیق اور عرق ریزی سے ایک نقشہ تیار کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ چھوٹے چھوٹے

واقعات یا غزوات کی جملہ تعداد 82 تھی۔ (بحوالہ: رحمۃ للعالمین ﷺ)

ان غزوات و سرایا میں 32 وہ دستے بھی شامل ہیں جو آپ ﷺ نے وقتاً فوقتاً دُشمن کی نقل و حرکت سے باخبر رہنے اور راستوں کی نگرانی کرنے کے لئے روانہ فرمائے تھے۔ انہی میں سے چند مندرجہ ذیل ہیں:

- پندرہ دستے وہ بھی ہیں جو قتل و ڈکیتی کی وارداتوں اور غداری کے جرم میں ملوث لوگوں کے تعاقب کے لئے روانہ کئے گئے۔
- پانچ دستے تبلیغی مشن پر روانہ کیے گئے۔
- چھ دستے بعض غلط فہمیوں کے نتیجہ میں وجود میں آئے، جو نہ صرف مسلمانوں اور کفار بلکہ خود مسلمانوں کے مابین وقوع پذیر ہوئے۔
- تین دستے بُت شکنی کے لئے تھے۔
- تین دستے دُشمن کے تعاقب کرنے کے لئے تشکیل دیئے گئے۔
- پانچ مختلف انفرادی اقدامات بھی علاقائی سرایا کہلائے۔

(بحوالہ: سیرت ابن ہشامؒ)

یہ ایسے واقعات ہیں جو غزوات و سرایا میں تو شمار کئے جاتے ہیں مگر ان میں سے کسی میں بھی کفر و اسلام کا مقابلہ نہیں ہوا۔ ایسے ہی کتنے اور واقعات بھی ہیں۔ صرف آٹھ، سات غزوات ایسے ہیں جن میں کفر و اسلام کا باقاعدہ مقابلہ ہوا اور ان میں بھی مسلمانوں نے صرف دفاعی مقابلہ کیا اور کبھی جارحانہ حملے کی ابتدا نہیں کی۔ (بحوالہ: سیرت ابن ہشامؒ)

ان تمام لڑائیوں میں کفار کے 6564 افراد قیدی بنائے گئے، جن میں سے چھ ہزار صرف غزوہ حنین میں قید کئے گئے۔ رحمۃ للعالمین ﷺ کا اخلاقی کارنامہ دیکھیں کہ

صرف دو قیدیوں کو ان کے سابقہ جرائم کی پاداش میں قتل کیا، باقی تمام کو رہا کر دیا تھا۔
(بحوالہ: رحمۃ للعالمین ﷺ)

دیگر اقوام کی جنگوں پر بھی ذرا غور کریں، صرف جنگ عظیم کے مقتولین کی تعداد کا اندازہ تہتر لاکھ اڑتیس ہزار **(73,38,000)** لگایا ہے اور یہ اس جنگ کے صرف مقتولین ہیں، جو **14**/ اگست **1914**ء سے لے کر **3**/ مارچ **1917**ء تک لڑی گئی تھی، زخمیوں، اسیروں اور گمشدگان کی تعداد الگ ہے۔
(بحوالہ: رحمۃ للعالمین ﷺ)

عیسائی مؤلف جان ڈیوڈ پورٹ اپنی کتاب ''اپالوجی آف محمد (ﷺ) اینڈ قرآن'' **(Apology of Muhammad & Quran)** میں لکھتا ہے:

''یورپ کی مذہبی تنظیموں کے ہاتھوں اور مذہبی عدالت کے احکام سے ایک کروڑ بیس لاکھ **(1,20,00000)** عیسائی ہلاک کیے گئے۔ اسی طرح اسپین میں تین لاکھ چالیس ہزار **(3,40,000)** عیسائیوں کو قتل کیا گیا تھا، جن میں بتیس ہزار **(32,000)** آدمی آگ میں جلا کر مارے گئے، جنگ مہابھارت کے مقتولین کی تعداد کروڑوں سے کم نہیں، اس کے مقابلہ میں رحمۃ للعالمین ﷺ کی زندگی کی کل **80** لڑائیوں میں فریقین کے مقتولین کی تعداد ایک ہزار اسی **(1,080)** بنتی ہے، اس طرح فی جنگ **13** سے بھی کم اوسط نکلتی ہے، جو عرب جیسے وسیع ملک کو فتح کرنے کے لحاظ سے بالکل صفر ہے''۔
(بحوالہ: سیرۃ امام الانبیا ﷺ)

جہاد اسلامی کے تقدس کو جنگ اور خونریزی کا نام دینے والے واقعہ کی علّت کو دیکھتے ہیں اور نہ ہی مسلمانوں کے مدّعا کو تلاش کرتے ہیں، رحمۃ للعالمین ﷺ کے عدم جارحیت کے معاہدے اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہیں کہ آپ ﷺ دُنیا میں تلوار چلانے نہیں بلکہ

امن وآشتی قائم کرنے کے لئے بھیجے گئے تھے۔

الحمد للہ! مندرجہ بالا سطور کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ فیصلہ کرنا بہت آسان ہے کہ رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کی حربی مہمات امن وسلامتی، عدل اجتماعی کے قیام اور استحکام کے لئے تھیں، ان کا مقصد ملک گیری اور دُنیاوی مفاد نہیں تھا۔ منافقین زبان سے **لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ** کہتے تھے، اس لئے آپ ﷺ نے ان کا اتنا لحاظ ملحوظ رکھا کہ ان کی خباثتوں کے کھل جانے کے بعد بھی کسی منافق کے قتل کا حکم نہیں دیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین نے مختلف مواقع پر اجازت بھی چاہی کہ ان کو قتل کر دیں، مگر آپ ﷺ نے کلمہ کے احترام میں ان میں سے کسی کے قتل کا حکم نہیں دیا۔ آپ ﷺ ہر موقع پر ان کی جاں بخشی کرتے رہے، یہاں تک کہ تبوک کے موقع پر بھی جبکہ عبداللہ بن ابی (رئیس المنافقین) کی خباثت بالکل کھل گئی تھی، آپ ﷺ نے اس کی گردن مارنے کا حکم نہیں دیا، بلکہ کوئی معمولی سزا بھی نہیں دی۔

رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کے غزوات وسرایا کے مطالعہ سے بآسانی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ان کی نوعیت دُنیا کی دوسری جنگوں سے قطعاً مختلف تھی۔ یہ غزوات کسی مادی مقصد کے لئے نہیں بلکہ یہ محض امن وامان اور عدل وانصاف کے قیام کے لئے لڑے گئے تھے اور ان کے پیچھے سوائے اس کے کوئی دوسرا جذبہ کارفرما نہ تھا کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی رضا حاصل ہو۔ اس سے رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام، حضور اقدس ﷺ کے بعض اعلیٰ اوصاف بھی ابھر کر سامنے آتے ہیں، جو اللہ تبارک وتعالیٰ کے کسی برگزیدہ پیغمبر ہی میں پائے جا سکتے ہیں۔

باب نمبر 10

رحمۃ للعالمین ﷺ کے دعوتی خطوط

برائے سلاطین عالم اور امن عالم

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور کامل و اکمل دُرود و سلام ہو سیّد الانبیاء والمرسلین، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین، ہمارے آقا، حضرت محمد ﷺ پر جن کی مبارک محنت سے زندگی میں دلوں کو اور مرنے کے بعد قبروں کو منور فرمایا اور جن کا ظہور تمام عالم کے لئے رحمت ہے اور آپ ﷺ کی آل اولاد اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پر جو ہدایت کے ستارے ہیں اور دین اسلام کے پھیلانے والے ہیں، نیز اُن مؤمنین اور مؤمنات پر بھی جو ایمان کے ساتھ اِن کا اتباع کرنے والے ہیں۔

الحمد للہ! رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے سلاطین عالم اور اُمراءِ عرب کو متعدد خطوط لکھے اور ان کو بڑے حکیمانہ انداز میں اسلام کی دعوت دی۔ اس سلسلہ میں آپ ﷺ نے بڑا اہتمام فرمایا اور ہر بادشاہ کے لئے ایسے ایلچی کا انتخاب کیا جو اس کے مرتبہ وحیثیت کے مطابق گفتگو کر سکے اور وہاں کی زبان نیز ملک کے حالات سے واقف ہو۔ ان سلاطین و اُمراء کی شان و شوکت، سلطنتوں کے رقبہ و وسعت اور رعب و دبدبہ کی وجہ سے انہیں نمایاں اہمیّت حاصل تھی۔ یہ کہنا بجا ہوگا کہ قیصر وکسریٰ اس دَور کی ''سپر پاور'' تھیں۔ سلاطین اور اُمراء کو دعوت وتبلیغ کے خطوط ارسال کرنا، یہ عظیم اقدام اور جرأت وہی نبی کر سکتا تھا، جو اللہ کی طرف سے اس کام پر مامور کیا گیا ہو، اس پر ضعف اور خوف کا سایہ بھی نہ پڑا ہو۔ چنانچہ رحمۃ للعالمین، خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ نے ان سلاطین و اُمراء کو

دعوت وتبلیغ کے خطوط ارسال فرمائے۔ آپ ﷺ نے اس مبارک کام کے لئے ایک خاص مہر بنوائی، جس کا حلقہ چاندی کا تھا اور درمیان میں **اللہ رسول محمد** نقش تھا (یعنی مہر مبارک پر "مہر نبوت" کی طرح الفاظ کندہ تھے۔ ذیل میں مہر نبوت کا عکس پیش کیا جاتا ہے۔

الحمد للہ! رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام انسانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے، تم میری طرف سے (میرا دین تمام انسانوں تک) پہنچاؤ اور جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے اُن کے سامنے اختلاف کیا، تم میرے سامنے ایسا اختلاف نہ کرنا کہ اگر قریب بھیجنے کو کہا گیا تو راضی ہوگئے اور اگر کہیں دُور جانے کا حکم دیا تو زمین پر بوجھل ہو کر بیٹھ گئے۔ (بحوالہ: سیرۃ المصطفےٰ ﷺ)

الحمد للہ! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو کہ اطاعت و جان نثاری، وفا شعاری اور اخلاص کے سخت سے سخت امتحان میں ہر موقع پر اعلیٰ درجہ میں کامیابی کی سند حاصل کر چکے تھے، دل و جان سے تعمیلِ ارشاد کے لئے تیار ہوگئے۔ چنانچہ رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام ﷺ نے سلاطین واُمراء کے نام خطوط ارسال فرمائے، اُن کو دین اسلام کی دعوت دی اور اس سے آگاہ کر دیا کہ گمراہی کی تمام تر ذمہ داری تم پر عائد ہوتی ہے۔ اس بات پر سب متفق ہیں کہ حدیبیہ کے بعد اور فتح مکہ سے پہلے یہ خطوط روانہ کئے گئے۔ (بحوالہ: سیرۃ المصطفےٰ ﷺ)

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے جن سلاطین واُمراء کو خطوط ارسال فرمائے، اس پر اُن کا ردِّ عمل کیا تھا، اس سلسلہ میں اختصار کے ساتھ تحریر کیا جاتا ہے۔

(1) قیصرِ رُوم کے نام نامہ مبارک

☆ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ خط لے کر گئے

☆ **بادشاہ کا نام:** ہرقل

☆ **ملک کا نام:** رُوم

☆ قیصر روم ہرقل کون تھا ؟

بازنطینی بادشاہ قیصر روم ہرقل اوّل ایک وسیع وعریض بادشاہت کا مالک تھا، جس نے ایرانی شہنشاہی کے ساتھ مل کر اس عہد کی ساری متمدن دُنیا کو آپس میں تقسیم کرلیا تھا، اور جس کا سکہ آدھی دُنیا میں چل رہا تھا، تین براعظموں یورپ، ایشیا اورافریقہ میں اس کے خوش حال ، دولت مند اور ترقی یافتہ ومتمدن مقبوضات اورنوآبادیاں (Dominions) تھیں، یہ سلطنت رومۃ الکبریٰ کی جانشین تھی، جس کے زیرنگیں پوری دُنیا رہ چکی تھی۔

یہ بادشاہ ایک یونانی خاندان کا فرد تھا، کپوڈیشیا میں پیدا ہوااورقرطاجنہ کا رتیج میں پرورش پائی ، وہ افریقہ کے ایک حاکم (Exarch of Africa) کا لڑکا تھا، اس میں کوئی ایسی بات نہ تھی جس سے اس کی غیرمعمولی ذہانت، حوصلہ مندی اور قائدانہ صلاحیت کا اظہار ہوتا۔ جب فوقس نے غاصبانہ طور پر بازنطینی سلطنت کے شہنشاہ موریقس ''ماریس'' کو(جس کے کسریٰ پرویز پر بڑے احسانات تھے) **602**ء میں قتل کیا تو ایرانیوں کو بازنطینی سلطنت پرفوج کشی کا بہانہ مل گیا اورانہوں نے اس کی اینٹ سے اینٹ بجادی، اس عظیم الشان بازنطینی سلطنت کی آخری سانسیں تھیں کہ ہرقل کو قرطاجنہ سے طلب کیا گیا، اس نے فوقس کوقتل کردیا اور **610**ء میں حکومت کی بھاگ دوڑ سنبھال لی، اس وقت پورا ملک موت وزندگی کی کشمکش میں مبتلا تھا اورخشک سالی ، وبائی امراض، غربت اور مالی نقصانات سے دیوالیہ ہوچکا تھا۔ ہرقل نے اپنی حکومت کے ابتدائی سال ایک پرسکون اورعافیت پسند انسان کی طرح گزارے اورکوئی بڑا کام انجام نہیں دیا، لیکن **616**ء میں اس کے اندر اچانک ایک انقلاب بپا ہوگیا (یہ وہ سال ہے جس میں قرآن مجید نے چند برسوں کے اندر غلبہ روم کی پیشین گوئی کی تھی) اوروہ دیکھتے ہی دیکھتے ایک عیش پرست اورآرام طلب بادشاہ سے ایک پرجوش اورغیرت مند

قائد اور جرنیل میں تبدیل ہو گیا، یہ خیال اس کے اعصاب پر پوری طرح سوار ہو گیا، اس کے اندر غیرت قومی نے جوش مارا، چنانچہ اس نے ایران کا رُخ کیا، اپنی چھینی ہوئی زمین اور کھوئی ہوئی عزت واپس لی، ایران کے مشہور شہروں پر قبضہ کر لیا۔ ایران کے قلب وجگر میں اُتر کر مرکزِ سلطنت میں اپنے جھنڈے گاڑ دیئے۔ عظیم اور قدیم ایرانی شہنشاہی کی عزت وعظمت کو خاک میں ملا دیا۔ یہ فاتح واپس آ کر **625** ء میں قسطنطنیہ میں فاتحانہ داخل ہوا اور **629** ء میں صلیب (جس کو ایرانی اٹھا کر لے گئے تھے) وہاں دوبارہ نصب کرنے اور اپنی نذر پوری کرنے کے لئے بیت المقدس کے لئے روانہ ہوا۔ لوگ تعظیم واحترام کے اظہار کے لئے اس کے راستے میں فرش وقالین بچھاتے تھے اور گل پاشی کرتے تھے، صلیب کو دوبارہ نصب کئے جانے کی خوشی میں وہاں جشن عظیم کا انتظام کیا اور اس فتح کی خوشیاں منائی گئیں۔

یہ وہ وقت تھا، جب ہرقل کو پیغمبر اسلام، حضرت محمد ﷺ کا نامہ مبارک ملا، جس میں اس کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی گئی تھی، لیکن اس کے بعد ہی ہرقل اپنی سستی و غفلت اور عیش پرستی کے اسی حال میں آ گیا، جس میں وہ پہلے مبتلا تھا، یہاں تک کہ مجاہدین اسلام نے اس سلطنت کے زوال کا فیصلہ کر دیا اور ایشیاء وافریقہ سے اس کا خاتمہ ہو گیا اور یہ وسیع سلطنت صرف یورپ اور ایشیائے کوچک تک محدود ہو کر رہ گئی۔ بہر حال اپنے زمانے کے عظیم شہنشاہوں میں اس کا شمار تھا، سلطنت کے رقبہ ووسعت، جنگی طاقت اور تمدن وترقی میں اگر کوئی اس کا ہمسر اور ہم مرتبہ تھا تو وہ ایرانی شہنشاہ خسرو دوم تھا، **641** ء میں اس کا قسطنطنیہ میں انتقال ہوا اور وہیں مدفون ہوا۔

(بحوالہ: رحمۃ للعالمین ﷺ)

(1) عکس نامہ مُبارک برائے ہرقل (شاہ روم)
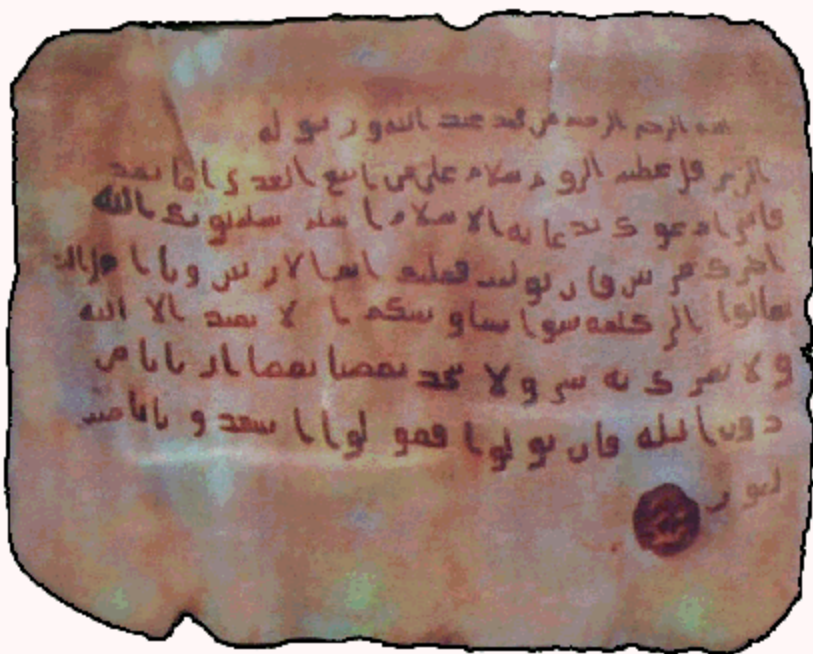
ترجمہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥ محمد ﷺ کی طرف سے جو اللہ کا بندہ اور رسول ہے، یہ خط ہرقل کے نام ہے جو روم کا رئیس اعظم ہے، اس کو سلامتی ہو، جو ہدایت کا پیرو ہو، اس کے بعد میں تجھ کو اسلام کی دعوت کی طرف بلاتا ہوں، اسلام لے آؤ تم سلامتی میں رہو گے، اللہ تجھ کو دُگنا اجر دے گا اور اگر تم نے نہ مانا تو اہل ملک کا گناہ تیرے اوپر ہوگا، اے اہل کتاب ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہم میں اور تم میں یکساں ہے وہ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور ہم میں سے کوئی کسی کو (اللہ کو چھوڑ کر) خدا نہ بنائے اور تم نہیں مانتے تو گواہ رہو کہ ہم مانتے ہیں۔ (بحوالہ: رحمۃ للعالمین ﷺ)

☆ **جواب اور نتیجہ** : اسلام لانے کا ارادہ کرلیا مگر رعایا کے بگڑ جانے کے خوف سے رُک گیا اور جواب دیا کہ میں سچ جانتا ہوں۔

(بحوالہ: تاریخ اسلام)

ہرقل رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کے بارے میں حقائق حاصل کرنے کی جستجو میں لگ گیا، اتفاق سے ابوسفیان اس وقت غزہ میں موجود تھے اور تجارت کی غرض سے آئے ہوئے تھے، یہ اُس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے اور اسلام کے سخت مخالفین میں سے تھے، ان کو شاہی دربار میں لایا گیا۔ اس کے ساتھ قیصر ہرقل کی حسب ذیل گفتگو ہوئی:

ہرقل: محمد (ﷺ) کا خاندان ونسب کیا ہے؟

ابوسفیان: وہ ہم میں شریف اور عالی نسب ہیں

ہرقل: کیا جو بات وہ کہتے ہیں ان سے پہلے بھی کسی نے کہی تھی؟

ابوسفیان: نہیں

ہرقل: دعویٰ نبوت سے پہلے کبھی اس نے جھوٹ بولا؟

ابوسفیان: نہیں

ہرقل: اس خاندان میں کوئی بادشاہ گزرا ہے؟

ابوسفیان: نہیں

ہرقل: محمد (ﷺ) کے ماننے والے غرباء ومساکین لوگ زیادہ ہیں یا سردار؟

ابوسفیان: غرباء ومساکین لوگ

ہرقل: کیا کوئی شخص اُن کے دین سے بیزار ہو کر پھر بھی جاتا ہے؟

ابوسفیان: نہیں

ہرقل: کیا اُن کے نبوت کے دعویٰ سے پہلے بھی تم نے کبھی اُن پر جھوٹ کا تجربہ کیا ہے؟

ابوسفیان: نہیں

ہرقل: کیا وہ عہد قرار کی خلاف ورزی بھی کرتے ہیں؟

ابوسفیان: نہیں

ہرقل: تم لوگوں نے کبھی اُن سے جنگ کی ہے؟

ابوسفیان: ہاں

ہرقل: جنگ کا نتیجہ کیا رہا۔

ابوسفیان: کبھی وہ غالب رہے کبھی ہم

ہرقل: وہ کیا تعلیم دیتے ہیں؟

ابوسفیان کہتے ہیں کہ ایک اللہ کی عبادت کرو، کسی اور کو اللہ کا شریک نہ بناؤ نماز پڑھو، پاک دامنی اختیار کرو، سچ بو، صلہ رحمی کرو۔

ہرقل نے ارکان سلطنت اور اپنی قوم کو محل میں طلب کیا اور دروازے بند کروادیے، پھر حاضرین کی طرف متوجہ ہوکر اُس نے کہا!

''اے اہل روم! کیا تم خیر وفلاح چاہتے ہو؟ اور چاہتے ہو کہ تمہارا ملک باقی رہے، تو تم اس نبی (ﷺ) کے ہاتھ پر ایمان لے آؤ۔ حاضرین تیزی سے دروازوں کی طرف بھاگے تو اُن کو بند پایا، جب ہرقل نے اُن کی برہمی دیکھی اور ان کے ایمان لانے سے مایوس ہوگیا تو اس نے حکم دیا کہ ان کو واپس لاؤ اور کہا کہ ابھی میں نے جو بات کہی تھی، وہ اس لئے کہی تھی کہ اپنے دین پر تمہاری مضبوطی کا امتحان لوں، میں نے یہ دیکھ لیا تو سب نے اس کے سامنے پیشانی ٹیک دی اور اس سے خوش ہوگئے۔ (صحیح بخاری)

غرض ہرقل نے سعادت ونجات کا یہ زریں موقع کھودیا اور اس ابدی دولت پر فانی سلطنت کو ترجیح دی، جس کا انجام یہ ہوا کہ عہد فاروقی میں اس سے بھی ہاتھ دھونا پڑا۔

(بحوالہ: تاریخ اسلام)

(2) کسریٰ شاہ ایران کے نام نامہ مبارک

☆ حضرت عبداللہ حذافہ رضی اللہ عنہٗ خط لے کر گئے۔

☆ **بادشاہ کا نام:** کسریٰ پرویز (خسرو پرویز دوم)

☆ **ملک کا نام:** فارس (ایران)، افغانستان وغیرہ

☆ **کسریٰ ایرویز** (خسرو پرویز دوم **590** تا **628**ء) کون تھا؟

یہ ہرمُز کا چوتھا بیٹا تھا اور خسرو اوّل معروف نوشیروان عادل کا پوتا تھا، عرب اس کو کسریٰ ایرویز کے نام سے یاد کرتے ہیں، اس کے باپ کے قتل کے بعد **590**ء میں اس کی تاج پوشی ہوئی، بہرام نے اس کے خلاف بغاوت کی، خسرو نے شکست کھائی اور ساسانی مملکت کو چھوڑ کر بازنطینی فرمانروا موریقس سے پناہ طلب کی۔ ماریقس نے زبردست فوجوں کے ساتھ اس کی مدد کی، اِن خون آشام جنگوں کے بعد بہرام کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا اور خسرو اپنے آباؤ اجداد کے تختِ حکومت پر دوبارہ قابض ہوگیا۔

612ء میں خسرو نے بازنطینی سلطنت پر اپنے معنوی باپ اور ولی نعمت موریقس کا بدلہ اس کے قاتل اور تختِ قیصری کے غاصب فوقس سے لینے کا تہیہ کرلیا، فوقس کے قتل نے بھی اس کو مزید پیش قدمی سے باز نہ رکھا اور وہ قسطنطنیہ تک بڑھتا چلا گیا اور اپنی قدیم حریف سلطنت کی اس طرح اینٹ سے اینٹ بجادی کہ اس کی کوئی مثال پہلے نہیں ملتی۔ (بحوالہ: نبی رحمت ﷺ)

615ء تک اس کی فتوحات اور اقبال مندی کا ستارہ پورے عروج پر پہنچ گیا، یہاں تک کہ ہرقل نے ایرانیوں کو ان کے ملک سے بے دخل کر دیا اور ساسانی مملکت پر حملے کیے، خسرو کو اپنا ملک خیر باد کہہ کر ایک محفوظ اور دور دراز علاقہ میں پناہ لینی پڑی لیکن جلد ہی 628ء کی بغاوت میں اس کا کام تمام ہو گیا۔

(بحوالہ: نبی رحمت ﷺ)

مؤرخین ایران کا اتفاق ہے کہ خسرو دوم، ایران کا سب سے عظیم اور شان و شوکت رکھنے والا شہنشاہ تھا، اس کے عہد میں مملکت ساسانیہ اپنی ترقی و خوشحالی، پر تکلف زندگی، لوازم تعیش اور آرائش و زیبائش کے نقطہ عروج پر تھی۔ ہندوستان کی شمالی مغربی ریاستوں تک اس کا سکہ رواں تھا، اس کے نام کے ساتھ یہ شاندار تمہید ہوتی تھی:

خداؤں میں انسان غیر فانی،

انسانوں میں خدائے لاثانی،

اس کے نام کا بول بالا،

آفتاب کے ساتھ طلوع کرنے والا،

شب کی آنکھوں کا اُجالا،

(بحوالہ: نبی رحمت ﷺ)

اس کے عہد میں ملک نے جتنی ترقی کی تھی اور اس کو جو شان و شوکت حاصل ہوئی تھی، اس کے متعلق مشہور مؤرخ طبری کے الفاظ یہ ہیں:

یہ بادشاہ سب سے زیادہ سخت گیر، سب سے زیادہ قوت فیصلہ رکھنے والا اور دُور رس نگاہ رکھنے والا تھا، شجاعت و بہادری اور فتح و ظفر کے کارناموں، دولت کی

فراوانی اور تقدیر کی ہمز بانی اور زمانہ کی مساعدت کے اسباب جتنے اس کے لئے مہیا تھے، کسی اور بادشاہ کے لئے نہ تھے، س کا لقب ''پرویز'' پڑ گیا، جس کے معنی عربی میں ''مظفر'' یعنی ''فاتح و اقبال مند'' ہوتے ہیں، تہذیب و تمدن کی جدت طرازیوں اور نکتہ آفرینیوں میں اس کا کوئی جواب نہ تھا۔ (تاریخ طبری)

عطریات و خوشبو وغیرہ میں بھی وہ آخری منزل پر تھا، اس کے عہد میں پُر تکلف کھانوں، اعلیٰ قسم کی شرابوں اور بہترین عطریات لوگوں میں ایک خاص ذوق پیدا ہو گیا تھا، نغمہ و سرور اور فن موسیقی نے اس کے عہد میں بڑا عروج حاصل کیا تھا، لوگوں کو ان چیزوں سے غیر معمولی دلچسپی پیدا ہو گئی تھی، اس کو دولت جمع کرنے اور نوادرات اور نفیس اشیاء اکٹھا کرنے کا بڑا شوق تھا، جب اس کا خزانہ (**607** ءتا **608**ء) میں قدیم عمارت طیسفون (مدائن) کی نئی عمارت میں منتقل کیا گیا تو اس کی مقدار **468** ملین (چھیالیس کروڑ اسی لاکھ) مثقال سونا تھی جو سینتیس کروڑ پچاس لاکھ طلائی فرنک کے برابر تھا، اس کی تخت نشینی کے تیرہویں سال اس کے خزانہ شاہی میں **880** ملین (اٹھاسی کروڑ) مثقال سونا موجود تھا، اس نے **37** سال حکومت کی اور اس کے بعد اس کا بیٹا شیرویہ تختِ حکومت پر بیٹھا۔

(بحوالہ: نبی رحمت ﷺ)

(2) عکس نامہ مُبارک برائے کسریٰ (شاہ فارس)
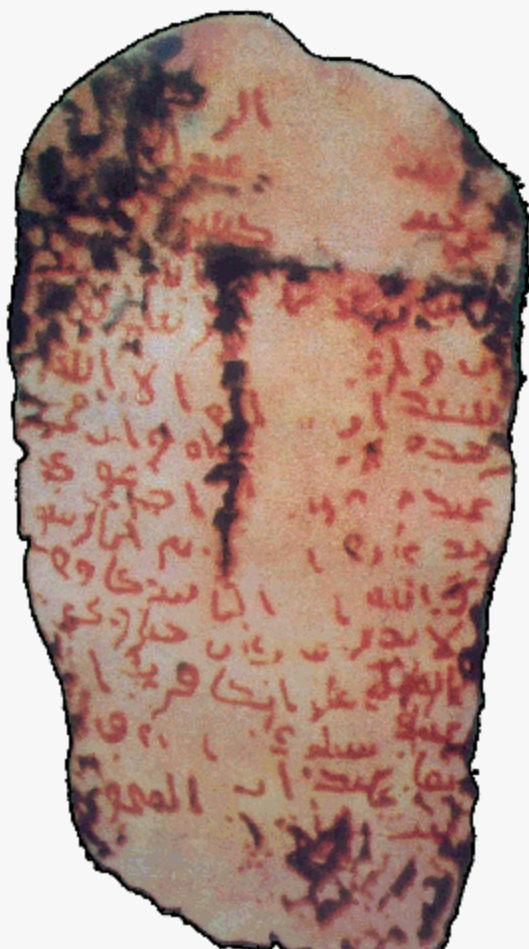
ترجمہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ محمد ﷺ پیغمبر خدا کی طرف سے کسریٰ رئیس فارس کے نام، سلام ہے اُس شخص پر جو ہدایت کا پیرو اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے اور یہ گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یہ کہ اللہ نے مجھ کو تمام دُنیا کا پیغمبر مقرر کر کے بھیجا ہے تا کہ وہ ہر زندہ شخص کو اللہ کا خوف دلائے، تم اسلام قبول کرو تو سلامت رہو گے، ورنہ مجوسیوں کا وبال تمہاری گردن پر ہوگا۔ (بحوالہ: نبی رحمت ﷺ)

☆ **جواب اور نتیجہ**: اس بدبخت نے نامہ مبارک سنتے ہی چاک کر ڈالا، اور بولا! میرا غلام ہو کر مجھ کو یوں لکھتا ہے۔ (بحوالہ: تاریخ اسلام)

پیغمبر اسلام ﷺ کو اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے فرمایا!

اللہ تعالیٰ اس کے ملک کے اسی طرح ٹکڑے کر دے گا۔

(صحیح بخاری)

کسریٰ نے یمن کے حاکم باذان کو حکم بھجوایا کہ وہ عرب کے اس مدعی نبوت (حضرت محمد ﷺ) کو گرفتار کر کے میرے پاس بھیج دے۔ چنانچہ حاکم یمن باذان اس پوزیشن میں نہ تھا کہ مدینہ کی ریاست کے خلاف فوجی کاروائی کر سکے، لہٰذا اس نے دو مضبوط آدمی مدینہ بھیج کر رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کو اس فیصلہ کی اطلاع دینے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ بابویہ اور خرخسرو طائف سے ہوتے ہوئے مدینہ پہنچے، طائف والوں نے ان کے مشن پر خوشی منائی اور اپنی طرف سے بدرقہ (رہبر) ساتھ کر دیا، یہ دونوں جب مدینہ پہنچے تو انہیں اندازہ ہو گیا کہ حضرت محمد ﷺ کو گرفتار کرنا ان کے بس کی بات نہیں، تاہم انہوں نے حاکم یمن باذان کا پیغام پہنچا دیا۔ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے انہیں رات اپنے پاس ٹھہرایا اور صبح جواب دینے کا وعدہ کیا۔ اگلے روز صبح رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام ﷺ نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا، جس کا مفہوم ہے!

میرے اللہ نے خسرو پرویز کا کام کر دیا اور
وہ اپنے بیٹے شیرویہ کے ہاتھوں قتل ہو چکا ہے۔

(بحوالہ: نبی رحمت ﷺ)

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے جو خبر دی تھی، وہ حرف بحرف صحیح نکلی،
کسریٰ کے تخت پر اس کا لڑکا "قباذ" جس کا لقب "شیرویہ" تھا، قابض ہوا، کسریٰ اسی
کے ہاتھوں 628ء میں قتل ہوا، اس کی موت کے بعد ملک کا شیرازہ منتشر ہوگیا اور
حکمران خاندان کے ہاتھ سلطنت ایک کھلونا بن گئی۔ شیرویہ بھی چھ ماہ سے زیادہ حکومت
نہ کرسکا اور اس کے تخت پر چار سال کے اندر یکے بعد دیگرے دس بادشاہ متمکن
ہوئے۔ سلطنت تباہی کے کنارے لگی ہوئی تھی، آخر میں یزدگرد پر سب کا اتفاق ہوا اور
اس سلطنت کا تاج سر پر رکھا گیا۔ یہ ساسانی خاندان کا آخری فرمانروا تھا اور اسی کو
اسلامی افواج کا سامنا کرنا پڑا تھا، جنہوں نے بالآخر سلطنت آل ساسان کی قسمت پر مہر
لگادی اور اس سلطنت جس کا، چار سو سال تک دُنیا میں ڈنکا بجتا رہا، چراغ گل ہوگیا، یہ
واقعہ 637ء میں پیش آیا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایران کا وارث و حاکم بنایا، اہل
ایران کو اسلام کی ہدایت دی، ان میں علم و دین کے بڑے بڑے امام اور اسلام کی
غیر معمولی شخصیات پیدا ہوئیں۔ (بحوالہ: نبی رحمت ﷺ)

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کا یہ فرمانِ عالی بھی صحیح ثابت ہوا:

اگر علم فوق الثریا پر بھی ہوگا تو کچھ ایرانی نژاد لوگ حاصل کر کے رہیں گے۔

(مسندِ احمد)

(3) شاہِ حبشہ کے نامہ مبارک

☆ حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہٗ خط لے کر گئے

☆ **بادشاہ کا نام:** اصحمہ بن ابجر، نجاشی (لقب)

☆ **ملک کا نا:** حبشہ

☆ **شاہ حبشہ نجاشی کون تھا؟** یہ ملک قدیم زمانہ سے حبشہ (ایتھوپیا) کہلاتا ہے، یہ مشرقی افریقہ کا حصہ ہے اور بحر احمر کے جنوب مغرب میں واقع ہے۔ یہاں کی حکومت بھی دُنیا کی قدیم ترین حکومتوں میں تھی، یہود کے مصادر سے معلوم ہوتا ہے کہ "ملکہ سبا" حبشہ ہی میں رہتی تھیں اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی اولاد آج تک حبشہ کی حکمران ہے۔ یہود نے ہیکل سلیمانی کی تباہی کے بعد یہاں آباد ہونا شروع کیا، عیسائیت کو چوتھی صدی عیسوی سے وہاں فروغ ہوا اور جب یمن کے بادشاہ نے اپنے ملک میں عیسائیوں پر مظالم شروع کیے تو جسٹینین اول نے حبشہ کے بادشاہ سے عیسائیوں کی مدد کرنے اور ان مظالم کا سدّ باب کرنے کا مطالبہ کیا، چنانچہ **525** ء میں اس نے یمن پر قبضہ کرلیا اور یمن پر حبشی اقتدار تقریباً **50** سال تک قائم رہا، اسی زمانہ میں حبشہ کی طرف سے یمن کے بادشاہ ابرہہ نے بیت اللہ پر فوج کشی کی اور واقعہ فیل کاظہور ہوا۔ (بحوالہ: نبی رحمت ﷺ)

حبشہ کا دارالسلطنت "**Axum**" تھا، یہ ایک آزاد اور خود مختار حکومت تھی، جو کسی ملکی حکومت کے تابع نہ تھی اور نہ کسی کو اخراج اور ٹیکس وغیرہ دیتی تھی۔ بازنطینی فرمانروا جسٹینین نے تیسری صدی کے وسط میں "**Jullian**" نامی ایک شخص کو حبش کے دربار شاہی میں اپنا سفیر نامزد کیا۔ (بحوالہ: نبی رحمت ﷺ)

حبشہ کے بادشاہ کو ہمیشہ نجاشی کہا جاتا تھا، البتہ اس نجاشی کے تعین اور نشاندہی میں مختلف اقوال اور روائتیں آئی ہیں، جس کے نام رسول اللہ ﷺ نے اپنا نامہ مبارک بھیجا تھا اور اس کو اسلام کی دعوت دی تھی، اس سلسلے میں ہمارے سامنے دو مستقل بالذات اور ایک دوسرے ممتاز شخصیتیں ہیں۔ پہلی وہ شخصیت ہے جس کے عہد میں مکہ کے مسلمانوں نے ہجرت کی تھی اور جن میں جعفرؓ بن ابی طالب بھی تھے، یہ نبوت کے پانچویں سال کا واقعہ ہے۔

یہ بات بہت خلافِ قیاس ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس وقت یہ مکتوب روانہ فرما دیا ہو، اس لئے کہ اس وقت کے حالات اس کی بالکل اجازت نہیں دیتے تھے اور اس کام کا وقت ابھی نہ آیا تھا۔ آپ ﷺ نے ہجرت سے قبل کسی بادشاہ کو کوئی مکتوب روانہ فرمایا ہو اور اسلام قبول کرنے کی دعوت دی ہو، اس کا کوئی حوالہ نہیں ملتا، زیادہ سے زیادہ جو بات ملتی ہے، وہ یہ کہ اس موقع پر آپ ﷺ نے اس سے ان مسلمانوں کو پناہ دینے کی فرمائش کی، جو قریش کے مظالم سے تنگ آ چکے تھے۔ ابن ہشامؒ اور دوسرے مصنفین نے اس باب میں جو کچھ لکھا ہے، اس سے اتنا ضرور اندازہ ہوتا ہے کہ ایمان اس کے دل میں اتر چکا تھا اور وہ اس بات کو تسلیم کرتا تھا کہ عیسٰی ابن مریم علیہ الصلوٰۃ السلام اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اس کا حکم ہیں، جو اس نے مریم علیہا السلام پر القاء کیا تھا۔ (بحوالہ: نبی رحمت ﷺ)

جہاں تک نجاشی کا تعلق ہے، جس کو آپ ﷺ نے دعوتِ اسلام پر مشتمل اپنا مکتوب روانہ فرمایا، وہ حافظ ابن کثیرؒ کے مطابق وہ نجاشی ہے، جو اِن مسلم نجاشی کے بعد بادشاہ بنا، جن سے حضرت جعفر رضی اللہ عنہٗ کو سابقہ پڑا تھا، ابن کثیرؒ کہتے ہیں! یہ بات اس وقت پیش آئی جب آپ ﷺ نے فتح مکہ سے قبل روئے زمین کے سلاطین کو خطوط لکھے اور ان کو دینِ حق کی دعوت دی۔

قابلِ ترجیح قول یہی ہے کہ یہ وہ نجاشی تھا، جس نے اسلام قبول کیا۔ رحمۃ للعالمین، حضورِ اقدس ﷺ نے مسلمانوں کو اس کی وفات کی خود اطلاع فرمائی اور اس کے لئے دُعائے مغفرت کی۔ اُبی نے واقدی اور دوسرے سیرت نگاروں سے روایت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ **"یہ وہی نجاشی ہے جس کے لئے آپ ﷺ نے دُعائے مغفرت فرمائی، یہ واقعہ تبوک سے واپسی پر رجب 9 ہجری میں پیش آیا تھا"۔**

(بحوالہ: نبی رحمت ﷺ)

(3) عکس نامہ مُبارک برائے نجاشی (شاہِ حبشہ)
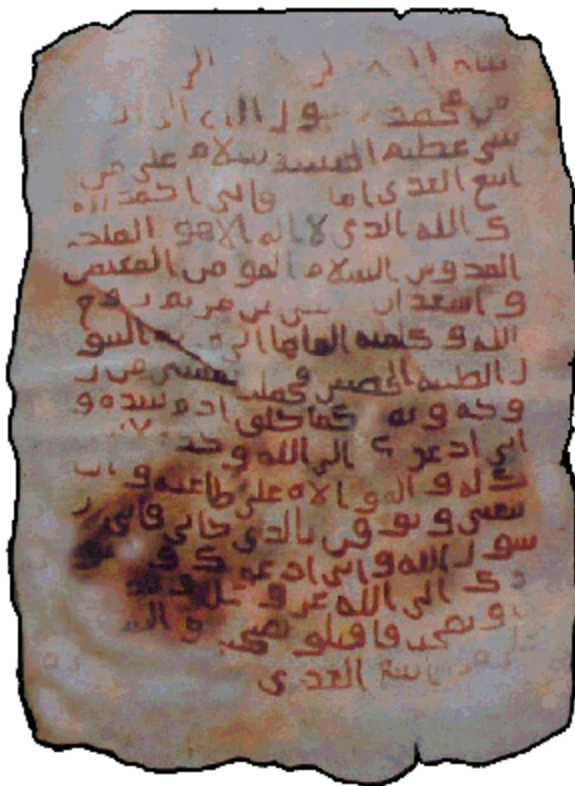
ترجمہ: بسم اللہ الرحمن الرحیم ○ محمد ﷺ کی طرف سے جو اللہ کا رسول ہے، یہ خط نجاشی کے نام ہے جو حبشہ کا پیرو ہوا۔ اما بعد! میں حمد بیان کرتا ہوں تم سے اُس اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں، جو بادشاہ ہے، قدوس ہے، سلام ہے، مومن اور مہیمن ہے اور گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ عیسیٰ بن مریم، اللہ کی روح اور اس کا کلمہ ہیں جس کو اس نے پاک نفس و پاکباز مریم البتول میں پھونکا تھا، پس اس کی روح اور اس کے نفخ سے عیسیٰ ان کے بطن میں قرار پائے، جیسے اس نے آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھ سے بنایا تھا، میں تم کو دعوت دیتا ہوں ایک اللہ پر ایمان لانے کی جس کا کوئی شریک نہیں اور اس کی اطاعت کی اور یہ کہ تم میری اتباع کرو اور جو کچھ میرے اوپر وحی آئی ہے اس پر ایمان لاؤ، پس بے شک میں اللہ کا رسول ﷺ ہوں اور میں تم کو اور تمہارے لشکروں کو اللہ عزوجل کی طرف بلاتا ہوں، میں نے اپنا پیغام کہہ دیا اور نصیحت پوری کردی، پس یہ نصیحت قبول کرو اور سلام ہو اُس پر جو ہدایت کا پیرو ہو۔ (بحوالہ: نبی رحمت ﷺ)

☆ **جواب اور نتیجہ :** نہایت خوشی سے اسلام قبول کیا، نامہ مبارک کو آنکھوں پر لگایا اور تخت سے اُتر کر نیچے بیٹھ گیا۔ نامہ مبارک کو اپنے پاس محفوظ رکھا اور اس کے جواب میں حسب ذیل خط لکھوایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم o محمد ﷺ رسول اللہ کے نام نجاشی اصحمہ بن ابجری کی طرف سے، اے اللہ کے رسول ﷺ آپ پر اللہ کی طرف سے سلامتی ہو اور اللہ کی برکتیں اور رحمتیں ہوں، اُس اللہ کی طرف سے جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور جس نے مجھے اسلام کی ہدایت دی۔ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ کا خط مجھے مل گیا، آپ ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق جو کچھ فرمایا ہے، زمین وآسمان کے مالک کی قسم! عیسیٰ علیہ السلام ویسے ہی تھے، جیسا آپ ﷺ نے فرمایا ہے، ہم نے آپ ﷺ کے فرستادوں سے تعارف حاصل کیا، آپ ﷺ جس شریعت کو لے کر مبعوث ہوئے ہیں، اسے ہم نے پہچان لیا اور آپ ﷺ کے چچازاد بھائی اور ان کے ساتھیوں کی ہم نے مہمان داری (بھی) کی ہے۔

(بحوالہ: تاریخ اسلام)

(4) شاہ مصر واسکندریہ کے نام نامہ مبارک

☆ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہٗ خط لے کر گئے

☆ بادشاہ کا نام: جریج ابن مینا، مقوقس (لقب)

☆ ملک کا نام: مصر واسکندریہ

مقوقس کون تھا ؟

یہ اسکندریہ کا گورنر اور مصر میں بازنطینی شہنشاہی کا نائب سلطنت تھا۔ عرب مورخ زیادہ تر اس کو مقوقس کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اس کے اصلی نام اور کنیت

میں بڑا اختلاف ہے ۔مؤرخ ابو صالح جنہوں نے چھٹی صدی ہجری **1200** ء میں اپنی تاریخ قلمبند کی تھی ،اس کا ذکر ''جریج ابن مینا المقوقس'' کے نام سے کیا ہے ۔ابن خلدون نے لکھا ہے کہ وہ قبطی تھا ،مقریزی نے اس کو ''المقوقس الرومی'' لکھا ہے ،جب ایرانیوں نے مصر پر حملہ کیا تو بازنطینیوں کے مقرر کردہ گورنر نے راہِ فرار اختیار کی ،یہ اسکندریہ سے بھاگ کر قبرص پہنچا اور وہیں اس کی موت ہوئی اس کے بعد ہرقل نے اس کی جگہ دوسرے نائب سلطنت کو جس کا نام جارج تھا ،مقرر کیا اور شاید یہ وہی شخص ہے ،جس کو عرب جریج کہتے ہیں ،اس نے اس کو ملکانی کلیسا کا سربراہ بھی مقرر کیا ،بعض مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس کی تقرری **621** ء میں ہوئی ۔

الفرڈ جے بٹلر **(Alfred J. Butler)** لکھتا ہے :

عربوں کا خیال تھا کہ جو حاکم بازنطینی حکومت کی طرف سے ایران پر فتح یابی کے بعد مصر کا گورنر مقرر ہوا ،اس کا لقب مقوقس تھا اور وہ ایک وقت میں ملک کا حاکم اور کلیسا کا سربراہ اور مذہبی پیشوا بھی ہوتا تھا ،چنانچہ انہوں نے جارج کے لئے (جو وہاں نائب سلطنت تھا) یہ لقب تجویز کیا ،وہ اس کو ترجیح دیتا ہے کہ مقوقس اس کا اصل نام نہیں بلکہ لقب ہے ،جو قدیم قبطی زبان کا لفظ ہے ،یہ بھی ممکن ہے کہ ایرانیوں کے مصر پر غلبہ اور اقتدار کے وقت کسی قبطی لاٹ پادری نے کلیسا کی سربراہی اور زمام اقتدار دونوں اپنے ہاتھ میں لے لی ہوگی ،تاہم صلح نامہ **628** ء میں لکھا گیا ،اس لئے ممکن ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا مکتوب گرامی مقوقس کے نام اسی وقفہ میں پہنچا ہو ،جب مصر کا حاکم تقریباً خود مختار تھا ۔

(بحوالہ :نبی رحمت ﷺ)

یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے نام کے ساتھ ''عظیم القبط'' قبطیوں کے رہنما اور سردار کے الفاظ بھی لکھے ۔

مصر بازنطینی شہنشاہی کی سب سے زرخیز ریاست تھی اور پیداوار اور آبادی دونوں کے لحاظ سے سب سے آگے تھی، غذائی اجناس دارالسلطنت میں یہیں سے سپلائی ہوتی تھیں، فاتح مصر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہٗ نے جو حضور اقدس ﷺ کے نامہ مبارک ارسال کرنے کے چودہ برس بعد وہاں فاتحانہ داخل ہوئے تھے، امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہٗ کے نام اپنے خط میں مصر کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

مصر کی سرزمین بہت سرسبز و شاداب ہے، اس کا طول ایک مہینہ کی مسافت اور عرض دس دن کی مسافت کے بقدر ہے، اس کی آبادی اور کثرت تعداد کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ جب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہٗ نے **20** ہجری بمطابق **640** عیسوی میں فتح مصر کے بعد یہ شمار کرایا کہ جزیہ کے مستحق کون کون لوگ ہیں تو ان کی تعداد ساٹھ لاکھ سے زیادہ نکلی، رومیوں کی تعداد اس میں ایک لاکھ تھی، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہٗ کے خط میں یہ بھی ہے:

"میں نے ایک ایسا شہر فتح کیا ہے، جس کی تعریف میں صرف اتنا لکھتا ہوں کہ مجھے وہاں چار ہزار بلند و مستحکم مقامات نظر آئے، جہاں چار ہزار حمام تھے، یہودیوں کی تعداد چالیس ہزار تھی، بادشاہوں کے لئے چار سو تفریح گاہیں تھیں"۔

(بحوالہ: نبی رحمت ﷺ)

(4) عکس نامہ مُبارک برائے مقوقس (شاہِ مصر)
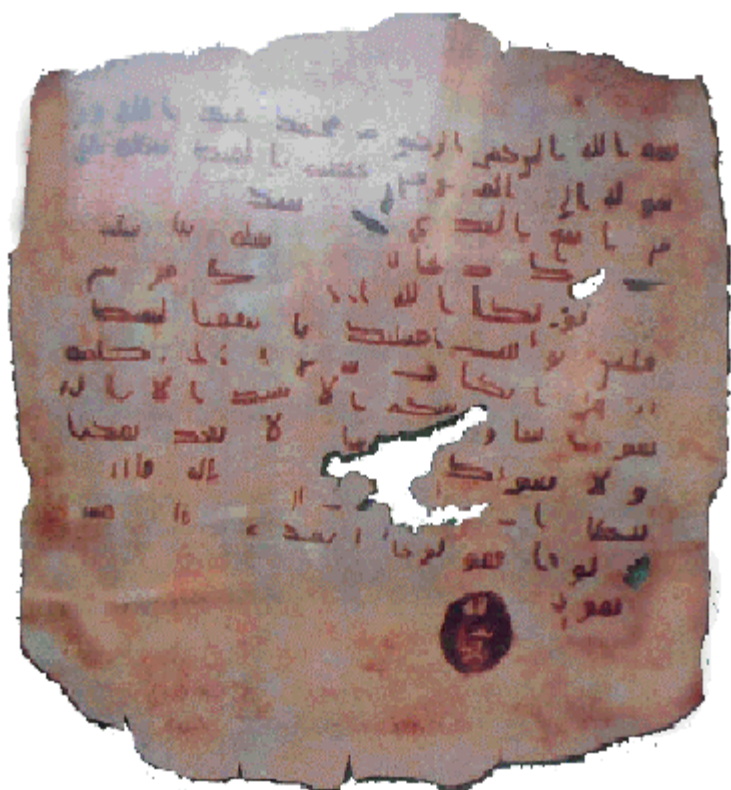
ترجمہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○ محمد ﷺ رسول اللہ کی طرف سے مقوقس رئیس القبط کے نام، اس کو سلامتی ہو جو ہدایت کا پیرو ہے، اس کے بعد میں تم کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں، اسلام لے آؤ سلامت رہو گے، اللہ تم کو دُگنا اجر دے گا، اور تم نے نہ مانا تو اہل ملک کا گناہ تمہارے اوپر ہوگا، اے اہل کتاب! ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہم میں اور تم میں یکساں ہے وہ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور ہم میں سے کوئی کسی کو (اللہ کو چھوڑ کر) خدا نہ بنائے اور تم نہیں مانتے تو گواہ رہو کہ ہم مانتے ہیں۔ (بحوالہ: نبی رحمت ﷺ)

☆ **جواب اور نتیجہ** : دِل میں اسلام کی حقانیت پیدا ہوئی، چنانچہ نامہ مبارک کو ہاتھی دانت کے ڈبہ میں بند کرا کے مہر لگوا کر خزانہ میں رکھوا دیا، مگر جواب دیا کہ میں اس پر غور کروں گا اور رحمۃ للعالمین ﷺ کے پاس چند تحفے بھیجے، جن میں حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا، ایک سفید خچر تھا جس کا نام دُلدل تھا اور روایت ہے کہ ایک ہزار دینار اور بیس جوڑے ارسال کئے ۔میرے ماں باپ قربان ہوں اماں جان حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا پر، اللہ تعالیٰ شانہٗ نے اُنہیں یہ سعادت نصیب فرمائی کہ آپؓ رحمۃ للعالمین ﷺ کے حرم پاک میں داخل ہوئیں اور پیغمبر اسلام، حضرت محمد ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہٗ انہیں کے بطن سے پیدا ہوئے۔

(بحوالہ: سیرۃ المصطفےٰ ﷺ)

(5) گورنر بحرین کے نام نامہ مبارک

☆ حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہٗ خط لے کر گئے۔

☆ بادشاہ کا نام: منذر بن ساویؓ

☆ ملک کا نام: بحرین

☆ جواب اور نتیجہ: خود بھی مسلمان ہو گئے اور رعایا کا بھی اکثر حصہ مسلمان ہوا۔

(بحوالہ: تاریخ اسلام)

(5) عکس نامہ مُبارک برائے منذر بن ساویٰ (گورنر بحرین)
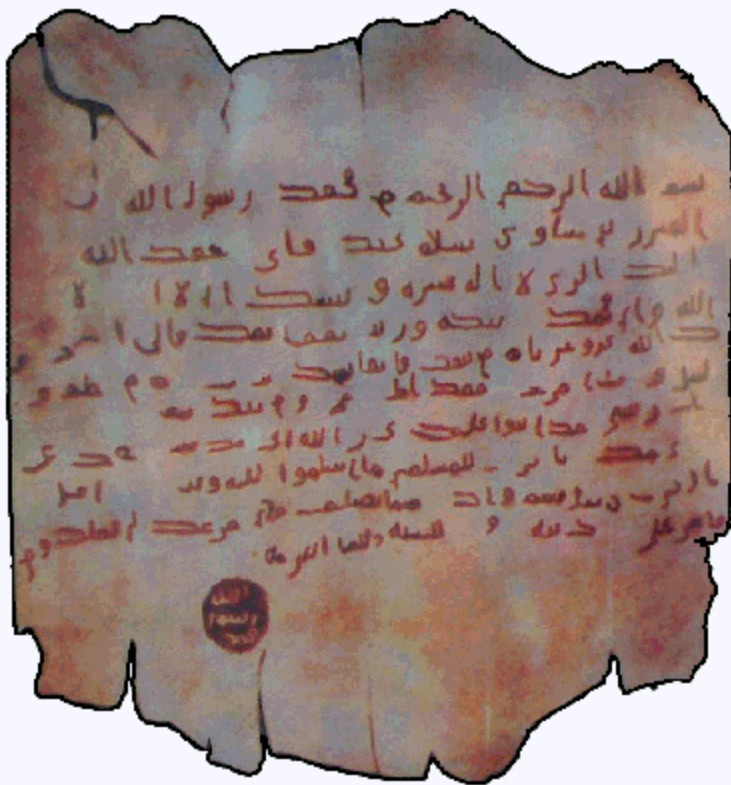
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥ محمد رسول اللہ (ﷺ) کی جانب سے منذر بن ساویٰ کے نام السلام علیک! میں اُس اللہ کی حمد کرتا ہوں جو یکتا ہے اور اُس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں اللہ کی یکتائی کی شہادت دیتا ہوں اور یہ کہ میں اللہ کا بندہ اور اُس کا رسول ہوں۔ بعد ازاں میں آپ کو اللہ کی یاد دلاتا ہوں، جو نصیحت قبول کرتا ہے وہ اپنے ہی آپ کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ جو میرے قاصدوں کی پیروی اور ان کی ہدایت پر عمل کرے گا اس نے حقیقت میں میری اطاعت کی اور جس نے ان کی نصیحت کو قبول کیا اس نے حقیقت میں میری نصیحت کو مانا۔ میرے قاصدوں نے آپ کے طرز عمل کی بے حد تعریف کی ہے۔ آپ کو اپنے منصب پر بدستور قائم رکھا جاتا ہے، آپ کو چاہئے کہ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کے خیر خواہ رہیں۔ اہل بحرین کے بارے میں آپ کی سفارش مجھے منظور ہے۔ میں قصورواروں کے قصور معاف کرتا ہوں، پس آپ بھی ان سے درگزر کیجئے۔ اہل بحرین میں جو لوگ یہودیت یا مجوسیت پر قائم رہنا چاہیں، رہیں، ان سے جزیہ لیا جائے۔

(6) شاہِ عمان کے نام نامہ مبارک

☆ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ خط لے کر گئے ۔

☆ بادشاہ کا نام: جیفر بن الجلندا.... اور عبد بن الجلند ازدی

☆ ملک کا نام: عمان

☆ جواب اور نتیجہ: اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مسلمان ہو گئے اور زکوۃ جمع کر کے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی۔

(بحوالہ: تاریخ اسلام)

(7) رئیس یمامہ کے نام نامہ مبارک

☆ بادشاہ کا نام: حوذہ بن علی

☆ ملک کا نام: یمامہ

☆ جواب اور نتیجہ: سفیر کی عزت کی، مگر جواب دیا کہ اگر آدھی حکومت اسلام پر میری تسلیم کر لی جائے تو میں مسلمان ہو جاؤں گا، مگر پیغمبر اسلام، حضرت محمد ﷺ نے قبول نہ فرمایا اور حوذہ مسلمان نہ ہوا۔

(بحوالہ: تاریخ اسلام)

(8) شاہِ دمشق کے نام نامہ مبارک

☆ شجاع بن وہب اسدی رضی اللہ عنہ خط لے کر گئے ۔

☆ بادشاہ کا نام: منذر بن حارث ابی شمر غسانی

☆ ملک کا نام: دمشق

☆ جواب اور نتیجہ: سفیر کو عزت کے ساتھ رخصت کیا مگر اسلام کے شرف سے محروم رہا۔

(بحوالہ: تاریخ اسلام)

(9) رئیس قبیلہ حمیر کے نام نامہ مبارک

☆ حضرت مہاجر بن اُمیہ مخزومی رضی اللہ عنہٗ خط لے کر گئے۔

☆ رئیس کا نام: حارث بن عبد کلال

☆ قبیلہ کا نام: قبیلہ حمیر

☆ جواب اور نتیجہ: جواب دیا غور کروں گا۔

(بحوالہ: تاریخ اسلام)

(10) شاہ یمن کے نام نامہ مبارک

☆ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ و حضرت معاذ بن جبلؓ خط لے کر گئے۔

☆ بادشاہ کا نام: باذان

☆ ملک کا نام: یمن

☆ جواب اور نتیجہ: بادشاہ بھی مسلمان ہو گئے اور رعایا بھی۔

(بحوالہ: تاریخ اسلام)

(11) سردارانِ حمیر کے نام نامہ مبارک

☆ حضرت جریر عبداللہ رضی اللہ عنہٗ خط لے کر گئے۔

☆ رئیسوں کے نام: ذی الکلاع و ذی عمر

☆ علاقے کا نام: حمیر

☆ جواب اور نتیجہ: مسلمان ہو گئے مگر حضرت جریر رضی اللہ عنہ ابھی تک وہیں تھے کہ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کا وصال ہو گیا۔ (بحوالہ: تاریخ اسلام)

الحمدللہ! رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے بین الاقوامی دعوت کی جس مہم کا آغاز مدینہ طیبہ سے کیا اور عرب کی عظیم سلطنتوں کے سربراہوں کے نام جو دعوت حق کے پیغام بھیجے، اس سے بڑے اہم نتائج برآمد ہوئے۔

- اردگرد کی سلطنتوں میں اسلام کا پیغام پہنچا، اگرچہ اس پیغام کی رسائی محدود حلقوں میں ہوئی، مگر اس نے غور طلب اور فکر انگیز موضوع کی حیثیت اختیار کر لی۔
- اسلام کی صداقت کا ڈنکا بجا اور اہل جاہ و اقتدار کی ایک اچھی خاصی تعداد اس حالت میں مشرف با سلام ہوئی، جبکہ مسلمان تمدنی لحاظ سے بہت پیچھے تھے۔
- ان نومسلم اہل جاہ و اقتدار کے زیر اثر عوام بھی اسلام سے روشناس ہو گئے۔
- اندرونِ عرب اور مختلف مملکتوں میں دعوت حق سے اسلام کی فضا ہموار ہو گئی۔

(بحوالہ: افہام الحدیث والفقہ والتاریخ)

☆ رحمۃ للعالمین ﷺ کی خارجہ حکمت عملی اور امن عالم

رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام، حضرت محمد ﷺ کی خارجہ حکمت عملی کی نمایاں خصوصیات ذیل میں تحریر کی جاتی ہیں:

(1) رحمۃ للعالمین، حضرت محمد ﷺ نے عرب کی سرحدوں کو بیرونی خطرات سے محفوظ کر دیا، یمن، عمان اور بحرین کو (جو فی الحقیقت عرب کے حصے تھے) مجوسی ایران کے پنجے سے نجات دلائی۔

(2) پڑوسی ممالک (حبشہ، ایران، روم اور مصر) کے بادشاہوں کو خطوط لکھ کر اسلام کی دعوت دی اور کسی قسم کی دھمکی دینے کی بجائے ان کو بتایا کہ اگر انہوں نے امن و سلامتی کی یہ دعوت قبول نہ کی تو اپنی رعیت کا وبال انہی کی گردن پر ہوگا۔

(3) بیرونی دشمن کو اپنے ملک میں گھسنے کا موقع دینے کی بجائے آگے بڑھ کر سرحدوں پر اس کا مقابلہ کرنے کا طریقہ اختیار کیا، تبوک کا پُر صعوبت سفر اسی سلسلے میں پیش آیا۔

(4) سفیروں کی جان کے تحفظ کو اپنی حکومت کا اصول قرار دیا۔

(5) اسیرانِ جنگ سے بہترین سلوک اپنی حکومت کا شعار قرار دیا۔

(6) لڑائیوں میں اپنی فوج کو باغ اور کھیت اجاڑنے، لوٹ مار کرنے کی، بوڑھے، بچے، عورتیں، مذہبی پیشوا، راہب اور معذوروں کو قتل کرنے کی سختی سے ممانعت فرما دی۔

(بحوالہ: مقالاتِ سیرت)

الحمد للہ!

رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام ﷺ نے شاہانِ عالم کے نام جو دعوت و تبلیغ کے خطوط ارسال فرمائے یہ اس امر کی واضح دلیل ہیں کہ آپ ﷺ کی نبوت و رسالت فقط عرب کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عرب و عجم، جن و انس، یہود و نصاریٰ اور قیامت تک آنے والی نسلوں کے لئے نبی بنا کر بھیجا ہے اور ختم نبوت کے طفیل ساری دُنیا کے انسانوں تک آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین کو پہنچانا اُمت مسلمہ کی پہلی ذمہ داری ہے۔

باب نمبر 11

رحمۃ للعالمین ﷺ کی عائلی زندگی اور امن عالم

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور کامل و اکمل دُرود و سلام ہو سیّد الانبیاء والمرسلین، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین، ہمارے آقا، حضرت محمد ﷺ پر جن کی مبارک محنت سے زندگی میں دلوں کو اور مرنے کے بعد قبروں کو منور فرمایا اور جن کا ظہور تمام عالم کے لئے رحمت ہے اور آپ ﷺ کی آل اولاد اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پر جو ہدایت کے ستارے ہیں اور دین اسلام کے پھیلانے والے ہیں، نیز اُن مؤمنین اور مؤمنات پر بھی جو ایمان کے ساتھ ان کا اتباع کرنے والے ہیں۔

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ اور عام مسلمانوں میں جو تعدّدِ ازواج کا فرق ہے، یہ منشاءِ الٰہی کے عین مطابق ہے۔ آپ ﷺ نے جو چار سے زائد شادیاں کیں وہ آپ ﷺ کے خصائص میں سے ہیں، جس پر کسی اُمتی کے لئے عمل کرنا جائز نہیں۔ (ابنِ کثیرؒ)

سبحان اللہ!

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کے لئے یہ خصوصیت اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے مقرر کردہ ہے، ارشادِ الٰہی ہے:

ترجمہ: اے نبی (ﷺ) ہم نے آپ (ﷺ) کے لئے حلال کردیں، آپ (ﷺ) کی وہ بیویاں جن کے مہر آپ (ﷺ) نے ادا کئے ہیں اور وہ عورتیں جو اللہ کی عطا

کردہ لونڈیوں میں سے آپ (ﷺ) کی ملکیت میں ہیں اور آپ (ﷺ) کی چچازاد، پھوپھی زاد، ماموں زاد اور خالہ زاد بہنیں، جنہوں نے آپ (ﷺ) کے ساتھ ہجرت کی ہے، اور وہ مومن عورت جو اپنا نفس نبی (ﷺ) کو ہبہ کردے یہ اس صورت میں کہ خود نبی (ﷺ) بھی اس سے نکاح کرنا چاہے، یہ خاص طور پر آپ (ﷺ) کے لئے ہے اور مومنوں کے لئے نہیں، ہم اسے بخوبی جانتے ہیں جو ہم نے ان پر، ان کی بیویوں اور لونڈیوں کے بارے میں (احکام) مقرر کر رکھے ہیں، یہ اس لئے کہ تجھ پر حرج واقع نہ ہو، اللہ تعالیٰ بہت بخشنے اور بڑے رحم والا ہے۔

(سورہ احزاب: ۵۰)

مؤمنین کے لئے حکم الٰہی

ترجمہ: اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ یتیم لڑکیوں کے ساتھ (نکاح کر کے) انصاف نہ کرسکو گے تو جو عورتیں تمہیں پسند آئیں ان میں سے دو دو، تین تین چار چار سے نکاح کرلو، لیکن اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ ان کے ساتھ عدل نہ کرسکو گے تو پھر ایک ہی بیوی پر اکتفا کرو یا ان عورتوں کو زوجیت میں لے لو جو تمہارے قبضہ میں آئی ہیں، یہ زیادہ قریب ہے کہ (ایسا کرنے سے ناانصافی اور ایک طرف جھک پڑنے سے بچ جاؤ۔ (سورۃ النساء: ۳)

اس آیت کی رُو سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، جمہور علماءِ کرام اور جمیع فقہاءِ اُمت کے نزدیک چار سے زیادہ بیویاں جمع کرنا منع ہے۔ نیز ایک سے زیادہ عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے کی شکل میں سب کے ساتھ عدل وانصاف اور برابری کو شرط قرار دیا گیا ہے اور جو شخص عدل کی شرط پوری نہیں کرتا، مگر ایک سے زیادہ بیویاں کرنے کی اجازت سے فائدہ اُٹھاتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دغابازی کرتا ہے۔ بحوالہ: انظر ابن کثیرؒ (اُردو)

اس آیت مبارکہ کی تفسیر اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس طرح

مروی ہے کہ صاحب حیثیت اور صاحب جمال یتیم لڑکی کسی ولی کے زیر پرورش ہوتی تو وہ اس کے مال اور حسن و جمال کی وجہ سے اس سے شادی تو کر لیتا لیکن اس کو دوسری عورتوں کی طرح پورا حق مہر نہ دیتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس ظلم سے روکا کہ اگر تم گھر کی یتیم بچیوں کے ساتھ انصاف نہیں کر سکتے تو تم ان سے نکاح ہی مت کرو تمہارے لئے دوسری عورتوں سے نکاح کرنے کا راستہ کھلا ہے۔ **(بخاری شریف)**

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کی ازواج مطہرات، امّہات المؤمنین رضی اللہ عنہن میں سے سب سے پہلے امّ المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے وفات پائی، جب تک وہ حیات تھیں، آپ ﷺ نے دوسری شادی نہیں کی۔ امّ المؤمنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا تقریباً تین ماہ ہی آپ ﷺ کے نکاح میں رہیں اور وفات پا گئیں۔ ان کے علاوہ نو **(9)** ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن آپ ﷺ کے حرم پاک میں تھیں۔ اس طرح حرم نبوی ﷺ میں دو کنیزیں بھی تھیں، جن میں امّ المؤمنین حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا، جن کے بطنِ طاہر سے آپ ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہٗ پیدا ہوئے اور دوسری امّ المؤمنین حضرت ریحانہ رضی اللہ عنہا تھیں۔

(بحوالہ: سیرۃ امام الانبیاء ﷺ)

آپ ﷺ کے وصال تک نو **(9)** ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن حرم نبوی ﷺ میں موجود رہیں۔

سبحان اللہ!

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے اپنی مقدس جوانی کا عہد گزار لینے کے بعد اپنی عمر مبارک کے **55** سے **59** سال کے درمیانی پانچسالہ عرصہ میں متعدد ازواج مطہرات کو اپنے پاکیزہ حرم میں داخل فرمایا، اور یہ وہ عرصہ ہے جس میں مسلمانوں اور کفار

ومشرکین کے مابین یکے بعد دیگرے کئی جنگیں لڑی گئی تھیں اور اس عرصہ میں کیے گئے رحمۃ للعالمین ﷺ کے ہر نکاح میں بے شمار حکمتیں اور مصلحتیں تھیں، جن کی وضاحت ذیل میں کی جاتی ہے:

☆ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کا حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت حفصہ اور حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنھن سے نکاح کی وجہ سے مندرجہ ذیل حکمتیں اور فوائد سامنے آئے۔

- **تعلیماتِ قرآن وسنّت کی حفاظت**
- **تعلیماتِ قرآن وسنّت کی نشر و اشاعت**
- **مستورات میں دعوت وتبلیغ کی محنت**
- **تعلیم نسواں اور تہذیب النساء کی بنیادیں استوار ہوئیں۔**

(بحوالہ: سیرۃ امام الانبیا ﷺ)

☆ ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنھن تین ہزار سے زیادہ احادیث کی راوی ہیں اور صرف حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا **2210** (دو ہزار دو سو دس) احادیث کی راوی ہیں ان کے علاوہ شرعی فتوے، علمی مشکلات کا حل، عربی روایات اور تاریخی واقعات کا بیان، خواتین کے متعلقہ مسائل کی وضاحت کا فریضہ امہات المؤمنین خصوصاً حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بطریق احسن ادا کیا۔(بحوالہ: سیرۃ امام الانبیا ﷺ)

☆ صحیح بخاری ومسلم میں عورتوں کے مخصوص مسائل کے بارے میں بعض صحابیات کا رحمۃ للعالمین ﷺ سے سوال کرنا اور آپ ﷺ کا مجسمہ حیا ہونے کی بناء پر ایسے سوالات کا اشارے کنائے میں جواب دینا اور پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا سائل خاتون کو الگ لے جا کر تفصیل سمجھانا اس بات کا شاہدِ عدل ہے۔

☆ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بنو مصطلق سے تھیں اور ان کے والد قبیلہ کے سردار تھے، رحمۃ للعالمین ﷺ کا اُمّ المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے نکاح ایسا بابرکت ثابت ہوا، جس کی خصوصیات تحریر کی جاتی ہیں:

1. یہ قبیلہ کفر و اسلام کی ہر جنگ میں مسلمانوں کے خلاف لڑنے والوں میں شامل ہوتا تھا، مگر رحمۃ للعالمین ﷺ کا اُمّ المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ نکاح کے بعد نہ صرف اس قبیلہ نے مسلمانوں کے خلاف لڑنا بند کر دیا، بلکہ اپنے آبائی پیشہ رہزنی کو بھی چھوڑا اور متمدّن زندگی اختیار کر لی۔

2. اس نکاح کی وجہ سے ایک سو گھرانوں کے **700** (سات سو) افراد کو قید سے رہائی ملی۔

3. مسلمانوں کا حسن سلوک دیکھ کر وہ **700** (سات سو) افراد مسلمان ہو گئے۔

4. اس بابرکت نکاح نے امن و سلامتی، صلح و آشتی اور اسلام کی نشر و اشاعت میں بہترین نتائج پیدا کیے۔

5. اسی نکاح کی برکت کا نتیجہ دیکھ کر اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا کہ میں حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر اپنی قوم کے لئے باعثِ برکت کوئی عورت نہیں دیکھی۔

(بحوالہ: سیرۃ امام الانبیا ﷺ)

☆ اُمّ المؤمنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے نکاح نے نصاریٰ کے عقیدہ تثلیث پر کاری ضرب لگائی اور اسے باطل ثابت کر دیا۔ (بحوالہ: سیرۃ امام الانبیا ﷺ)

☆ اُمّ المؤمنین حضرت حبیبہ رضی اللہ عنہا کے والد ابو سفیان قریش کے سرداروں

میں سے تھے اور قوم کا نشانِ جنگ انہیں کے گھر میں رکھا رہتا تھا۔ جب وہ نشانی یا جھنڈا باہر کیا جاتا تو پوری قوم فوراً اس کے گرد جمع ہو جاتی، لیکن اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کے نکاح کر لینے کے بعد ابو سفیان کسی بھی جنگ میں مسلمانوں کے خلاف فوج کشی کرتا نظر نہیں آتا وہ اس نکاح کے نتیجے میں تھوڑے ہی عرصہ بعد اگلے ہی سال خود ابو سفیان رضی اللہ عنہٗ بھی اسلام کے جھنڈے تلے آ گئے۔

(بحوالہ: سیرۃ امام الانبیا ﷺ)

☆ اُمّ المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے نکاح سے قبل کفار نے مسلمانوں کے خلاف جتنی محاذ آرائیاں کیں، ان میں سے ہر ایک میں یہود کا پوشیدہ یا ظاہری تعلق ضرور ہوتا تھا، مگر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے بعد یہود مسلمانوں کے خلاف کسی جنگ میں شامل نہ ہوئے۔ (بحوالہ: سیرۃ امام الانبیا ﷺ)

☆ اُمّ المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی ایک بہن سردارِ نجد کے گھر میں تھیں اور رحمۃ للعالمین ﷺ کا حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح نے ملک نجد میں امن و سلامتی، صلح و آشتی اور اسلام کی نشر و اشاعت میں بہترین نتائج پیدا کیے، حالانکہ قبل ازیں اہلِ نجد ہی وہ لوگ تھے جنہوں نے 70 واعظین اور قراء صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو دھوکے سے اپنے ملک لے جا کر قتل کر دیا تھا اور کئی بار اُن کی طرف سے نقضِ امن اور فساد انگیزی کے واقعات ظہور میں آ چکے تھے۔ امنِ عامہ اور اصلاحِ معاشرہ کے فوائد کو جاننے والا ہر شخص اس نکاح کو مفید اور باعثِ برکت قرار دینے پر مجبور رہے۔

(بحوالہ: سیرۃ امام الانبیا ﷺ)

☆ اُمّ المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا، جن کی عمر رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ سے نکاح کے وقت مختلف روایات کے مطابق 50 اور 60 سال کے مابین تھی اور انہوں

نے اسلام کی خاطر حبشہ اور پھر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی ، پھر جب وہ بیوہ ہوئیں تو آپ ﷺ نے نکاح کرلیا ، کیونکہ ان کے خاندان میں سے کوئی بھی مسلمان نہ تھا اور آپ ﷺ اُنہیں ان قربانیوں کے بعد ان کے غیر مسلم رشتہ داروں کے رحم وکرم پر نہیں چھوڑنا چاہتے تھے اور انہیں اُمّ المؤمنین ہونے کی سعادت بخشنے میں، ان کی ایثاروقربانی کا صلہ دینا بھی مقصود تھا اور پھر آپ ﷺ کے اس حسن سلوک ، جمیلِ وفا اور دعوتِ اسلامی کے محاسن کو دیکھتے ہوئے ، اِن کے کثیر اہلِ قوم مسلمان ہوگئے ۔

(بحوالہ: سیرۃ امام الانبیا ﷺ)

☆ رحمۃ للعالمین ، حضور اقدس ﷺ کے وصال کے بعد ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن حصولِ فتویٰ ، حل مسئلہ اور استفساراتِ دینیہ کے میدان میں سرگرم عمل رہیں اور خصوصاً عورت جو معاشرے کا نصف ہے ، اس کے متعلقہ مسائل آپ ﷺ کے ازدواجی تعلقات کی مسنون کیفیات وغیرہ اہم اُمور میں ان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں ۔

(بحوالہ: سیرۃ امام الانبیا ﷺ)

باب نمبر 12

رحمۃ للعالمین ﷺ کا نظام عدل اور امن عالم

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور کامل و اکمل دُرود و سلام ہو سیّد الانبیاء والمرسلین، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین، ہمارے آقا، حضرت محمد ﷺ پر جن کی مبارک محنت سے زندگی میں دلوں کو اور مرنے کے بعد قبروں کو منور فرمایا اور جن کا ظہور تمام عالم کے لئے رحمت ہے اور آپ ﷺ کی آل اولاد اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پر جو ہدایت کے ستارے ہیں اور دین اسلام کے پھیلانے والے ہیں، نیز اُن مؤمنین اور مؤمنات پر بھی جو ایمان کے ساتھ اِن کا اتباع کرنے والے ہیں۔

الحمدللہ ! اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر بسنے والے انسانوں کے لئے جو دین (زندگی گزارنے کا طریقہ) پسند فرمایا ہے، وہ اسلام ہے۔ اسلام کا بنیادی مقصد دُنیا میں امن قائم کرنا اور انسانیت کو فلاح و نجات کا راستہ دکھانا ہے۔ اسلام میں حاکمیت، جسے آج کی زبان میں اقتدارِ اعلیٰ (Sovereignty) کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی ہے اور قانون ساز بھی اللہ تعالیٰ کی ذاتِ عالی ہے، جس کی نظروں میں بادشاہ و فقیر، امیر و غریب، آقا و غلام سب برابر ہیں۔ لہٰذا شرعی قانون سب پر ایک ہی جیسا لاگو ہے اور اسلام میں یہی وہ صفت ہے جو اسے دوسرے تمام نظام ہائے سیاست سے ممتاز کر دیتی ہے۔ اس کے برعکس دوسرے تمام نظاموں میں حاکمیت یا تو کسی ایک انسان کی ہوتی ہے یا کسی ادارہ یا پارلیمنٹ کی، ایسے حاکم یا قانون ساز ادارے خود کو بہر حال قانون کی گرفت سے بچائے رکھتے ہیں۔

جمہوریت میں قانونی حاکمیت پارلیمنٹ کے پاس اور سیاسی حاکمیت عوام کے

پاس تصور کی جاتی ہے، عدلیہ محض پارلیمنٹ کے بنائے ہوئے قانون کے مطابق فیصلے کرنے کی پابند ہوتی ہے، اگر صدر مملکت یا وزیر اعظم یا انتظامیہ کے دیگر ارکان کو اپنے مفادات کے خلاف عدالت کی طرف سے فیصلہ ہونے کا خطرہ لاحق ہو تو پارلیمنٹ کے ذریعے فوراً نیا قانون بنا کر یا پہلے قانون میں ترمیم کر کے یا عدالتوں پر دباؤ ڈال کر اُسے بے بس بنا دیتے ہیں۔

اب ذرا اسلامی عدلیہ کی طرف آیئے، عدالت کے پاس بھی وہی دستور ہے، جسے ریاست کا ایک ایک فرد جانتا ہے۔ پھر اس دستور میں ترمیم و تنسیخ کا بھی کسی کو اختیار نہیں۔ اس نظام میں ہر چھوٹی بڑی عدالت خلیفہ تک کو طلب کر سکتی ہے اور وہ اس بات کا پابند ہے کہ عدالت کی طلبی پر بلا چوں و چرا عدالت میں حاضر ہو، کیا دُنیا کی تاریخ میں ایسی مثال مل سکتی ہے کہ خود سربراہِ مملکت بلا جبر و کراہ اپنے آپ کو قصاص کے لئے عوام کی عدالت میں پیش کرے؟ یہ صرف اسلامی نظام کی برکات ہیں کہ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ خود کو اپنے وصال سے پیشتر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بھرے مجمع میں پیش کر کے برملا یہ اعلان کرتے ہیں کہ اگر کسی شخص پر مجھ سے کوئی زیادتی ہوگئی ہو تو وہ مجھ سے بدلہ لے سکتا ہے۔

اسلامی شریعت میں جن جرائم کی سزا قرآن حکیم اور سنّت نبوی ﷺ میں بیان کی گئی ہے، ان جرائم کو "حدود اللہ" کہا جاتا ہے۔ "حد" کے معنی روکنے اور باز رکھنے کے ہیں اور ان سزاؤں کا نام حدود اس لئے رکھا گیا ہے کہ یہ ان جرائم کے مرتکب اور دوسرے لوگوں کو بھی ان جرائم کے ارتکاب سے روکتی ہیں، اس طرح فقہی اصطلاح میں حدود وہ مقرر سزائیں ہیں جو بطور حق الٰہی واجب ہیں، پھر حدود نا قابل معافی اور نا قابل مصالحت جرم ہے جو تمام لوگوں پر یکساں نافذ ہوں گی۔ (بحوالہ: کتاب الحدود)

فرد کی اصلاح کے علاوہ حدود شریعہ کو نافذ کرنے کا مقصد نظام تمدن کے فساد کو روکنا، مظلوم کی حمایت، امن پسند شہریوں میں احساس تحفظ پیدا کرنا اور سماج دُشمن

عناصر کے دل میں خوف پیدا کر کے انہیں ایسی حرکات سے باز رکھنا بھی ہے، جن کے باعث اللہ تعالیٰ کی زمین میں فساد پھیلتا ہے اور معاشرے کا اخلاقی معیار پست ہو جاتا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے حدود و تعزیرات کے فلسفے پر گفتگو فرماتے ہوئے اپنی مشہور کتاب "**حجۃُ اللہ البالغہ**" میں تحریر فرمایا ہے:

''بعض جرائم کے ارتکاب پر شریعت نے حد مقرر کی ہے، یہ وہی معاصی ہیں جن کے ارتکاب سے زمین پر فساد پھیلتا ہے، نظام تمدن میں خلل پیدا ہوتا ہے اور معاشرے کی طمانیت اور سکون قلب رخصت ہو جاتا ہے، دوسری بات یہ ہے کہ وہ معاصی کچھ اس قسم کی ہوتی ہیں کہ بار بار ان کا ارتکاب کرنے سے ان کی لت پڑ جاتی ہے اور پھر اس سے پیچھا چھڑانا مشکل ہو جاتا ہے، اس طرح کی معاصی میں محض آخرت کے عذاب کا خوف دلانا اور نصیحت کرنا کافی نہیں ہوتا بلکہ ضروری ہے کہ ایسی عبرت ناک سزا مقرر کی جائے کہ اس کا مرتکب ساری زندگی معاشرے میں نفرت کی نگاہ سے دیکھا جائے اور سوسائٹی کے دیگر افراد کے لئے سامانِ عبرت بنا رہے اور اس کے انجام کو دیکھ کر بہت کم لوگ اس قسم کے جرم کرنے کی جرأت کریں، اس کی ایک واضح مثال زنا ہے۔ زنا کا محرک صنفی خواہش کا غلبہ ہے، عورتوں کے حسن و جمال سے اس جذبے کو تقویت ملتی ہے اور یہ ایک ایسا گناہ ہے کہ اس کی وجہ سے عورت کے اہل خاندان کو سخت رُسوائی اُٹھانی پڑتی ہے اور اس کی وجہ سے کشت و خون ہوتا ہے، چونکہ اکثر یہ فعل فریقین کی رضا مندی سے وقوع پذیر ہوتا ہے اور اس کا محل ارتکاب عموماً کوئی پوشیدہ جگہ ہوتی ہے، اس لئے اگر اس کی سزا عبرت ناک نہ رکھی جاتی تو اس برائی کے پھیل جانے میں ذرا بھی دیر نہ لگتی''۔ (بحوالہ: حجۃ اللہ البالغہ)

قرآن حکیم اور رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کی مبارک تعلیمات کی رُو سے،

انسانیت کے جان، مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کا انتظام، جو اسلام نے کیا ہے، وہ کسی اور جگہ نہیں ملتا۔ اس سلسلہ میں شریعت مطہرہ نے جو احکام دیئے ہیں وہ نمونہ کے طور پر اختصار کے ساتھ تحریر کئے جاتے ہیں۔

☆ جان کی حفاظت

قتل کو شدید ترین اور ناقابل معافی جرم قرار دیا ہے۔

قرآن مجید میں ارشادِ خداوندی ہے۔

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا ، بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْفَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا

(المائدۃ: ۳۲)

ترجمہ: جو کوئی قتل کرے ایک جان کو بلاعوض جان کے یا بغیر فساد کرنے کے ملک میں، پس اس نے تمام انسانیت کو قتل کیا۔

قصاص کے بارے میں ارشادِ خداوندی ہے:

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ٥

(البقرۃ: ۱۷۹)

ترجمہ: اور اے اہل عقل! (اس قانون) قصاص میں تمہاری جانوں کا بڑا بچاؤ ہے (ہم امید کرتے ہیں کہ) تم لوگ (ایسے قانون امن کی خلاف ورزی کرنے سے) پرہیز رکھو گے۔

قصاص محض قتل میں نہیں، بلکہ اعضاء وجوارح میں بھی قصاص ہے، جس کی تفصیل احادیث میں موجود ہے۔

- مسلمان کے قتل عمد کی سزا قصاص کے علاوہ ابدی جہنم ہے، اللہ کا غضب اور لعنت مستزاد ہیں۔
- مسلمان کے قتل بالخطا کی سزا ایک غلام آزاد کرنا اور مقتول کے وارثوں کو خون

بہا دینا ہے۔

- مقتول اگر مسائد قوم سے تعلق رکھتا ہے تو غلام آزاد کرنا اور مقتول کے وارثوں کو خون بہا دینا ہے اور اگر دشمن قوم سے تعلق رکھتا ہو تو غلام آزاد کرنا ہے۔
- نوزائیدہ بچیوں کو زندہ درگور کرنے کو بھی قتل ہی قرار دیا گیا۔
- قتل کی ہلکی سے ہلکی سزا یہ ہے کہ اگر مقتول کے وارث دیت پر راضی ہو جائیں تو یہ ان کی مہربانی ہے، دیت کی مقدار سو اونٹ ہے جو دورِ جاہلیت میں مروج تھی، شریعت نے اسے ہی بحال رکھا ہے۔

(بحوالہ: کتاب الحدود)

☆ مال کی حفاظت

- چوری کی سزا یہ مقرر کی گئی کہ چور کا ہاتھ کاٹ دیا جائے۔
- رہزن کے لئے چار سزائیں ہیں۔

(1) قتل

(2) سولی

(3) آمنے سامنے کے ہاتھ پاؤں کاٹنا

(4) جلاوطنی

- باطل کے تمام طریقوں سے ایک دوسرے کا مال لینا حرام قرار دیا گیا ہے اور صرف فریقین کی باہمی رضامندی کی تجارت کو حلال کیا گیا، ان باطل طریقوں میں سود، دھوکے کی بیع، اندھے سودے، رشوت، حرام چیزوں کی فروخت سب کچھ آجاتا ہے۔

(بحوالہ: کتاب الحدود)

☆ آبروکی حفاظت

- آبروریزی یعنی زنا کی مدغیر شادی شدہ کے لئے سوکوڑے مقرر ہے اور شادی شدہ کے لئے رجم (سنگسار) ہے۔
- تہمت لگانے کی سزا 80 درّے اور توبہ سے قبل قانون کی گواہی نامقبول ہے۔
- شراب نوشی کی سزا جرم کی نوعیت کے مطابق 40 کوڑے یا 80 درّے ہے۔

(بحوالہ: کتاب الحدود)

جان و مال اور آبرو کی حفاظت کے متعلق رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کے مبارک ارشادات ذیل میں تحریر کیے جاتے ہیں۔

(1) ہر مسلمان پر کسی بھی مسلمان کا خون، اس کا مال اور اس کی عزت (بے عزتی کرنا) حرام ہے۔ (صحیح بخاری)

(2) مسلمان پر لعنت کرنا، اس کو قتل کرنے کی مانند ہے۔ (صحیح مسلم)

(3) کسی شخص کے لئے اتنی ہی برائی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔ (صحیح مسلم)

(4) مسلمان کو گالی دینا گناہ ہے اور اسے قتل کرنا کفر ہے۔ (صحیح بخاری)

(5) کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کی طرف ہتھیار سے بھی اشارہ نہ کرے۔ (صحیح بخاری)

(6) جس شخص نے ہم پر ہتھیار اُٹھایا، وہ ہم سے نہیں۔ (صحیح مسلم)

(7) اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بُرا وہ شخص ہے جو بڑا جھگڑالو ہے۔ (صحیح مسلم)

(8) مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان کو تکلیف نہ پہنچے۔ (صحیح بخاری)

(9) وہ شخص مومن نہیں جس کا ہمسایہ اس کی شرارتوں سے امن میں نہ ہو۔

(بخاری شریف)

(10) وہ شخص مومن نہیں جو خود تو پیٹ بھر کر کھائے مگر اس کا ہمسایہ اس کے پہلو میں بھوکا ہو۔ (بیہقی)

فاطمہ (قریشیہ) نے چوری کی تو اہل قبیلہ نے ہاتھ کٹنے کی بدنامی کے ڈر سے سفارش کی راہیں تلاش کرنا شروع کیں، بالآخر آپ ﷺ کے محبوب غلام حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہٗ کو اس مقصد کے لئے وسیلہ بنایا گیا، جب حضرت اسامہ رضی اللہ عنہٗ نے سفارش کی تو آپ ﷺ کا چہرہ مبارک غصہ سے سرخ ہوگیا، آپ ﷺ نے فرمایا!

"تم سے پہلی امتیں اسی وجہ سے ہلاک ہوئیں کہ وہ کمزور کو تو سزا دیتے، مگر معزز کو چھوڑ دیتے تھے، اُس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے، اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا"۔

(صحیح بخاری)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہٗ کو جب رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے سلسلہ میں انہیں جو ہدایت فرمائی وہ سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہے، آپ ﷺ نے فرمایا!

مظلوم کی بددُعا سے بچنا کیونکہ اس کی بددُعا
اور اللہ کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں۔

(متفق علیہ)

غور فرمایئے! جہاں عدل وانصاف کی سطح اتنی بلند ہو، وہاں بدامنی رہ سکتی ہے؟ اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر آج معاشرہ پھر سے امن وسلامتی کا گہوارہ بن سکتا ہے۔

باب نمبر 13

رحمۃ للعالمین ﷺ اور حقوقِ نسواں

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور کامل و اکمل دُرود و سلام ہو سیّد الانبیاء والمرسلین، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین، ہمارے آقا، حضرت محمد ﷺ پر جن کی مبارک محنت سے زندگی میں دلوں کو اور مرنے کے بعد قبروں کو منور فرمایا اور جن کا ظہور تمام عالم کے لئے رحمت ہے اور آپ ﷺ کی آل اولاد اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پر جو ہدایت کے ستارے ہیں اور دین اسلام کے پھیلانے والے ہیں، نیز اُن مؤمنین اور مؤمنات پر بھی جو ایمان کے ساتھ ان کا اتباع کرنے والے ہیں۔

الحمدللہ! اسلام دین فطرت ہے جو زندگی کے تمام پہلوؤں کی نہ صرف عکاسی کرتا ہے بلکہ بہترین رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ دُنیا میں کسی مذہب، کسی تہذیب اور کسی قانون نے عورت کو وہ مقام اور مرتبہ نہیں دیا، جو اسلام نے اسے دیا ہے۔ عورت معاشرے کا ایک نہایت ہی اہم حصہ ہے، جس کے بغیر سوسائٹی کی گاڑی چل ہی نہیں سکتی۔ تاریخ شاہد ہے کہ اسلام کے علاوہ دوسری اقوام نے جتنے ظلم و ستم عورت پر کئے ہیں، شاید ہی دوسری صنف پر اتنے ظلم وستم نہ ڈھائے گئے ہوں۔ کمزور عورت پر نزلہ گرانے کے لئے ہر قوم نے نئے نئے طریقے ایجاد کئے۔ قدیم یونان میں عورت کو شیطان کی بیٹی اور نجاست کا مجسمہ سمجھا جاتا تھا..... رومیوں نے عورت کو جانور کا مقام دیا تھا..... اہل عرب زمانہ جاہلیت میں لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیا کرتے تھے.... یہودیوں کے ہاں کافی عرصہ اس بارے میں اختلاف رہا کہ عورت انسان ہے بھی یا نہیں، اکثر کا خیال تھا کہ عورت ایک انسان نما حیوان ہے جسے مردوں کی خدمت کے لئے پیدا کیا

گیا ہے .... ہندو عورت کی جداگانہ حیثیت کو تسلیم نہیں کرتے تھے، شوہر مرجاتا تو بیوی کو بھی شوہر کی چتا پر زندہ جل کر مرجانا پڑتا تھا.... عیسائیوں کے ہاں عورتوں کی قدر و قیمت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ 582ء میں کلیسا کی ایک مجلس نے فتویٰ دیا تھا کہ عورتیں روح نہیں رکھتیں۔

الحمد للہ!

اسلام نے عورت کا درجہ دو حیثیتوں سے متعین کیا ہے، ایک عمومی حیثیت سے اور دوسرا خصوصی حیثیت سے۔ عمومی حیثیت سے عورت کو انسانیت کا وہی درجہ دیا ہے جو مرد کو حاصل ہے۔ معاشرے میں عورت اور مرد کی مساوات کا اعلان قرآن حکیم ان واضح الفاظ سے کرتا ہے:

يَاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً ج

(سورۃ النسآء: ۱)

ترجمہ: اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو، جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اس جان سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں۔

دوسری جگہ فرمایا!

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ

(سورۃ البقرۃ: ۲۲۸)

ترجمہ: اور عورتوں کے بھی ویسے ہی حقوق ہیں جیسے ان پر مردوں کے ہیں اچھائی کے ساتھ۔

اسلام مادی لحاظ سے بھی عورت کو مرد کے مساوی درجہ دیتا ہے، جس طرح مرد روپیہ کما سکتا ہے، اس کو اپنی ملکیت کے تصرف پر پورا اختیار ہے، اسی طرح عورت کو بھی

دولت کمانے اور اس کو صرف کرنے کا حق دیا گیا ہے۔

قرآن مجید میں ارشادِ خداوندی ہے:

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا ط وَلِلنِّسَآءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ط

(النساء: ۳۲)

ترجمہ: مردوں کا حصہ ہے جو وہ کمائیں اور عورتوں کا حصہ ہے جو وہ کمائیں۔

اسلام نے عورت کو میراث میں شامل کیا ہے۔قرآن مجید میں ارشادِ خداوندی ہے:

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ط
وَلِلنِّسَآءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ط
نَصِيبًا مَّفْرُوْضًا ٥

(النساء: ۷)

ترجمہ: ماں باپ اور خویش واقرب کے ترکہ میں مردوں کا حصہ بھی ہے اور عورتوں کا بھی،
خواہ وہ مال کم ہو یا زیادہ (اس میں) حصہ مقرر کیا ہوا ہے۔

الحمد للہ!

عورت کی خصوصی حیثیتیں مختلف ہیں۔وہ ماں بھی ہے، بیوی بھی ہے اور بیٹی بھی
ہے۔اسلام نے عورت کو ذلت کے گڑھے سے نکال کر عزت وتکریم کے مقام پر کھڑا کیا ہے۔
ماں کے متعلق اسلام یہ تعلیم دیتا ہے۔

قرآن مجید میں ارشادِ خداوندی ہے:

وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ج

(الانعام: ۱۵۲)

ترجمہ: اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو۔

اسلام بیویوں کے ساتھ نیکی اور بھلائی سے پیش آنے کا حکم دیتا ہے۔

قرآن مجید میں ارشادِ خداوندی ہے:

وَ عَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ

(النسآء : ۱۹)

ترجمہ: بیویوں کے ساتھ نیکی اور بھلائی سے پیش آؤ۔

بیٹی کے متعلق رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ نے یہ تعلیم دی ہے کہ جو شخص دو بیٹیوں کی پرورش کرے، یہاں تک کہ وہ جوان ہو جائیں تو قیامت کے دن میرا اس کے ساتھ (انگلیوں کو ملا کے فرمایا) اس طرح ساتھ ہوگا۔

(مسلم شریف)

اسلام نے عائلی زندگی کو خوشگوار بنانے اور نظم وضبط **(Discipline)** برقرار رکھنے کے لئے شوہر اور بیوی کے لئے حقوق وفرائض مقرر کیے ہیں، جن کی بجا آوری سے گھریلو زندگی جنت کا نمونہ بن جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ نے امت مسلمہ پر احسان فرمایا اور ہمیں رحمۃ للعالمین حضرت محمد ﷺ کی بدولت دین اسلام کی نعمتِ عظمیٰ سے نوازا ہے۔ اسلام میں عائلی زندگی کو بہتر بنانے کے لئے کچھ سنہری اصول وضع کئے ہیں، جن کو ذیل میں تحریر کیا جاتا ہے:

☆ اسلام نے مرد کے لئے عورت کو اپنے حلقہ زوجیت میں لانے کے لئے ایک معاہدہ کا پابند ٹھہرایا ہے، جس کو اسلامی اصطلاح میں نکاح کہا جاتا ہے۔ نکاح کے لئے حق مہر اور ولی کا ہونا ضروری قرار دیا ہے۔

☆ اسلام نے عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ پیش آنے کا حکم دیا ہے۔

رحمۃ للعالمین حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا!

تم میں بہترین وہ شخص ہے جو اپنے اہل حق میں بہتر ہو اور میں اپنے اہل حق میں تم سے بہتر ہوں۔

(ترمذی شریف)

دوسری حدیث مبارکہ کا مفہوم ہے، کہ آپ ﷺ نے فرمایا!

تم میں سب سے کامل ایمان والا وہ ہے جو اخلاق میں سب سے اچھا ہو اور اپنے اہل وعیال سے حسن سلوک سے پیش آئے۔

(ترمذی شریف)

☆ شوہر کا فرض ہے کہ وہ اپنے اہل وعیال کے گزارے کے لئے نان ونفقہ کا انتظام کرے۔قرآن مجید میں ارشادِ خداوندی ہے:

ترجمہ: مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کیے ہیں۔

(النساء : ۳۴)

☆ اگر خاوند اور بیوی کے درمیان اختلافات اور رنجش پیدا ہو جائے تو دونوں میں مصالحت کرانے کی کوشش کرنی چاہیے۔

قرآن حکیم میں ارشادِ خداوندی ہے۔

ترجمہ: اور اگر ایک عورت کو اپنے خاوند کی زیادتی کا خوف ہو تو دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ آپس میں صلح کرلیں اور صلح اچھی چیز ہے۔

(النساء ۱۲۸)

☆ اسلام عورت کو خلع کا حق دیتا ہے، یعنی عورت خاوند سے علیحدگی حاصل کرسکتی ہے۔ عورت کو یہ حق دینے کے ساتھ ساتھ اس بات کی بھی سخت تاکید کی گئی ہے کہ عورت بغیر کسی

معقول عذر کے خاوند سے علیحدگی کا مطالبہ نہ کرے، اگر ایسا کرے گی تو رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے ایسی عورتوں کے لئے یہ وعید بیان فرمائی ہے کہ وہ جنت کی خوشبو تک نہیں پائیں گی۔ (ابن کثیرؒ)

☆ پاکدامن عورتوں پر تہمت لگانے والوں کے بارے میں قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ترجمہ: جو لوگ پاک دامن مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں لعنت ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔

(النور : ۲۳)

اسلام نے عورت کی حیثیت کو بحال کیا اور مرد کے دوش بدوش لا کھڑا کیا ہے۔ سب سے پہلے اس نے اس کی انسانی حیثیت کو واضح کیا کہ وہ اپنی انسانیت اور آدمیت میں ناقص نہیں ہے، بلکہ کامل و اکمل ہے اور مرد کے برابر ہے۔ زندگی کے ہر مرحلے میں مرد جو کمال حاصل کرسکتا ہے، وہ عورت بھی کرسکتی ہے۔ ثواب آخرت کا جو حصہ مرد کو مل سکتا ہے وہ عورت بھی پاسکتی ہے۔ انسان کے جو حقوق و فرائض ہیں ان میں عورت بھی پوری طرح شریک ہے۔ ماں کی خدمت کو جہاد پر ترجیح دی گئی ہے۔ میراث میں عورت کو شامل کیا گیا ہے۔ عورت کے ساتھ مرد کے جتنے رشتے ہیں، اسلام نے سب میں عظمت و محبت کی شان پیدا کردی ہے۔

☆ **اسلام عورت کو بچپن میں شفقت دیتا ہے۔**

☆ **اسلام عورت کو جوانی میں محبت دیتا ہے۔**

☆ **اسلام عورت کو بڑھاپے میں عظمت دیتا ہے۔**

☆ **اسلام عورت کو مرنے کے بعد دعائے مغفرت کا حق دیتا ہے۔**

اسلام میں ازدواجی زندگی کو استوار رکھنے کے لئے بیوی کے چند فرائض متعین کئے ہیں، ان کا بجالانا عورت کے لئے بہت ضروری ہے۔ ان فرائض میں رویہ درست رکھنا، اطاعت وفرمانبرداری، حفظ غیب اور گھر کی دیکھ بھال شامل ہیں۔

قرآن مجید میں ارشادِ خداوندی ہے:

ترجمہ: نیک عورتیں اپنے خاوندوں کی اطاعت گزار ہوتی ہیں اور ان کی عدم موجودگی میں مال اور آبرو کی حفاظت کرتی ہیں۔

(النسآء : ۳۴)

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کا پاک ارشاد ہے کہ عورت جب پانچوں وقت نماز ادا کرے اور رمضان المبارک کے روزے رکھے اور اپنی آبرو کی حفاظت کرے اور اپنے خاوند کی اطاعت کرے تو جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔

(بخاری شریف)

الحمد للہ!

اسلام نے عورتوں کو دینی اور دُنیوی علوم سیکھنے کی نہ صرف اجازت دی ہے بلکہ ان کی تعلیم وتربیت کو اسی قدر ضروری قرار دیا گیا ہے، جس قدر مردوں کی تعلیم وتربیت ضروری ہے۔ رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ سے دین واخلاق کی تعلیم جس طرح مرد حاصل کرتے تھے، اسی طرح عورتیں بھی کرتی تھیں۔ آپ ﷺ نے ان کے لئے اوقات معیّن فرمادیئے تھے، جن میں وہ آپ ﷺ سے علم حاصل کرنے کے لئے حاضرِ خدمت ہوتی تھیں۔ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اور خصوصاً حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نہ صرف عورتوں کی بلکہ مردوں کی بھی معلّمہ تھیں اور بڑے بڑے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ان سے احادیث، تفسیر اور فقہ

کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ جہاں تک تعلیم وتربیت کا تعلق ہے، اسلام نے عورت اور مرد کے درمیان کوئی امتیاز نہیں رکھا ہے، البتہ نوعیت میں فرق ضروری ہے۔

اسلامی نقطہ نظر سے عورت کی صحیح تعلیم وتربیت وہ ہے جو اس کو ایک بہترین ماں، بہترین بیوی اور بہترین گھروالی بنائے۔ اس لئے خصوصیت کے ساتھ ان علوم کی تعلیم دی جانی چاہئے جو اس دائرہ میں اُسے زیادہ مفید بنا سکتے ہیں۔ مزید برآں وہ علوم بھی اس کے لئے ضروری ہیں جو انسان کو انسان بنانے والے اور اس کے اخلاق کو سنوارنے والے ہیں۔ ایسے علوم اور ایسی تربیت سے آراستہ ہونا ہر مسلمان عورت کے لئے لازم ہے۔ اس کے بعد اگر کوئی عورت غیر معمولی عقلی و ذہنی استعداد رکھتی ہو اور ان علوم کے علاوہ دوسرے فنون کی اعلیٰ تعلیم بھی حاصل کرنا چاہے تو اسلام اس کی راہ میں مزاحم نہیں ہے، بشرطیکہ وہ اُن حدود سے تجاوز نہ کرے جو شریعت نے عورتوں کے لئے مقرر کئے ہیں۔

الحمدللہ! رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام، حضرت محمد ﷺ نے عورت کو ذلت اور پستی کی گہرائیوں سے اُٹھایا اور عظمت ورفعت کے بلند مقام پر فائز کر دیا۔ تاریخ اسلام شاہد ہے کہ عورت موت وحیات کی کشمکش میں تھی، اسلام نے اس کو زندگی عطا کی۔ عورت گردِ راہ تھی، اسلام نے اس کو سرمہ چشم بنا دیا۔ عورت تحت الثریٰ تھی، اسلام نے اس کو فوق الثریا پہنچا دیا۔ عورت کانٹوں کے بستر پر تھی، اسلام نے اس کو پھولوں کی سیج پر بٹھایا۔ عورت زیب میخانہ تھی، اسلام نے اس کو زینتِ کاشانہ بنا دیا۔ عورت برباد تھی، اسلام نے اس کو آباد کیا۔ عورت ناشاد تھی، اسلام نے اس کو شاد کیا..... اسلام کے علاوہ کوئی ایسا مذہب نہیں ہے، جس میں بیٹی کی تربیت کو جنت کی ضمانت بتلایا گیا ہو، جس میں نیک بیوی کو آدھا ایمان قرار دیا گیا ہو اور جس میں ماں کے قدموں کے نیچے جنت بتائی گئی ہو۔

باب نمبر 14

رحمۃ للعالمین ﷺ اور حجابِ نسواں

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور کامل و اکمل دُرود و سلام ہو سیّد الانبیاء والمرسلین، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین، ہمارے آقا، حضرت محمد ﷺ پر جن کی مبارک محنت سے زندگی میں دلوں کو اور مرنے کے بعد قبروں کو منور فرمایا اور جن کا ظہور تمام عالم کے لئے رحمت ہے اور آپ ﷺ کی آل اولاد اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پر جو ہدایت کے ستارے ہیں اور دین اسلام کے پھیلانے والے ہیں، نیز اُن مؤمنین اور مؤمنات پر بھی جو ایمان کے ساتھ اِن کا اتباع کرنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ شانہٗ نے روئے زمین پر بسنے والوں تمام انسانوں کی دُنیا و آخرت کی کامیابی کے لئے دین اسلام کو پسند فرمایا ہے۔ اسلام نے جس نظام معاشرت کی دُنیا کو تعلیم دی ہے، وہ طہارت، تقویٰ، عفت وعصمت، عزت و آبرو اور امن و عافیت کا ضامن ہے۔ مرد و عورت کا باہمی اختلاط بہت سی بیماریوں کا باعث ہوسکتا ہے۔ مرد وزن کا باہمی تعلق اور ان کے آپس میں میل جول کی حدود انسانی تمدن کی وہ بنیادی چیزیں ہیں، جن میں ذرا سی کوتاہی پورے تمدن کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیتی ہے۔ جس کا مشاہدہ انسانی تاریخ کے ادوار سے بخوبی ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ نے قرآن مجید میں بڑی تفصیل کے ساتھ اس موضوع پر کلام فرمایا ہے۔ کہیں مردوں اور عورتوں کو نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم ہے، کہیں عورتوں کو باتیں کرتے وقت نرم لہجہ اختیار کرنے سے منع فرمایا جا رہا ہے اور کہیں حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین کو حکم دیا جا رہا ہے کہ کسی چیز کی ضرورت ہوا کرے تو پردے کے پیچھے سے مانگا کریں۔ رحمۃ للعالمین،

پیغمبر اسلام، حضرت محمد ﷺ کی شریعت مطہرہ نے اس طوفان کی ناکہ بندی کردی اور عورت کو پردہ کا حکم فرمایا ہے۔

رحمۃ للعالمین، حضرت محمد ﷺ کی زوجہ مطہرہ اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ سلمٰی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ وہ حضور اقدس ﷺ کے پاس تھیں اور اُمّ المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھیں کہ اچانک صحابی رسول ﷺ حضرت ابن اُمّ مکتوم رضی اللہ عنہٗ آگئے (ان کی ظاہری بینائی نہ تھی)، آپ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا کہ پردہ کرلو۔ اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ سلمٰی رضی اللہ عنہا نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا وہ نابینا نہیں ہیں؟ (وہ ہمیں نہیں دیکھ سکتے)۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا! کیا تم دونوں بھی نابینا ہو، تم انہیں نہیں دیکھ سکتیں۔

(ترمذی شریف)

مفسرین کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ پردے کی فرضیت کا حکم سورہ احزاب کی آیت **53** میں ہوا، اسی لئے اس آیت مبارکہ کو ''**آیتِ حجاب**'' بھی کہا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں ارشادِ خداوندی ہے:

ترجمہ: اے ایمان والو! نبی (ﷺ) کے گھروں میں (بے بلائے مت جایا کرو) مگر جس وقت تم کو کھانے کے لئے (آنے کی) اجازت دی جائے (تو کوئی مضائقہ نہیں مگر تب بھی) اس طرح کہ کھانے کی تیاری کے منتظر نہ ہو اور جب تمہیں بلایا جائے تب جایا کرو، پھر جب کھانا کھالو تو اُٹھ کر چلے جایا کرو اور باتوں میں (جی لگا کر) مت بیٹھا کرو، اس بات سے نبی (ﷺ) کو (ناگواری) ہوتی ہے، سو وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ صاف بات کہنے سے کسی کا لحاظ نہیں کرتا اور آئندہ (ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن) سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر (کھڑے ہو کر وہاں سے) مانگا کرو، یہ بات تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے پاک

رہنے کا عمدہ ذریعہ ہے اور تم کو جائز نہیں کہ اللہ کے رسول (ﷺ) کو تکلیف پہنچاؤ اور نہ یہ جائز ہے کہ تم آپ (ﷺ) کے بعد (آپ ﷺ) کی بیویوں سے کبھی بھی نکاح کرو، یہ اللہ کے نزدیک بڑی بھاری (معصیت) کی بات ہے"۔ (الاحزاب:۵۳)

آیت مذکورہ میں اسلامی معاشرت کے چند آداب و احکام کا بیان ہے، جن میں دعوت طعام اور مسلمانوں کے بعض آداب و احکام، عورتوں کے لئے پردہ کا حکم اور ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کا رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کے وصال کے بعد کسی اور سے نکاح کا عدم جواز، چونکہ پہلا اور تیسرا حکم ہمارے موضوع سے خارج ہے، اس لئے صرف دوسرے حکم کے متعلق تفصیل تحریر کی جاتی ہے۔سورہ احزاب کی اس آیت مبارکہ میں عورتوں کے لئے حجاب اور پردہ کو فرض قرار دیا گیا ہے، اس آیت کے نزول سے پہلے عورتوں کے لئے پردہ ضروری نہیں تھا۔

مفسرین کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ اس آیت میں کو خطاب خاص ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو ہے، مگر حکم عام ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم عالی کے مطابق فرمایا گیا کہ بے حجابی اور بے پردگی قلب کی نجاست کا سبب ہے اور ظاہر ہے کہ اس نجاست اور گندگی سے بچنے کے عام مسلمان، مرد وزن زیادہ ضرورت منداور مستحق ہیں۔

(بحوالہ: حجاب {پردہ کے شرعی احکام})

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کے جانثار صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، ایسی پاکیزہ جماعت ہے، جن میں سے بہت سے حضرات کا مقام فرشتوں سے بھی بڑھ کر ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے جب قرونِ اولیٰ کے ان پاکیزہ حضرات کو پردے کے احکامات دیئے گئے تو بعد کے ادوار کے لوگ تو ان احکامات کے زیادہ مخاطب ہوئے، کیونکہ قرب قیامت کی وجہ سے فسق وفجور اور نفس پرستی میں مسلسل اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے، چنانچہ آج کون ہے

جو اپنے نفس کو حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے نفوس سے پاک اور اپنی عورتوں کو ازواج مطہرات (امہات المؤمنین) رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے نفوس سے پاک ہونے کا دعویٰ کر سکے اور یہ سمجھے کہ ہمارا عورتوں کے ساتھ اختلاط کسی خرابی کا موجب نہیں ہے۔

حافظ ابن کثیرؒ اس آیت کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں:

"مسلمانوں کو حضور اقدس ﷺ کے گھروں میں بلا اجازت داخل ہونے سے روک دیا گیا، جیسا کہ ان لوگوں کی اپنے گھروں کے سلسلہ میں زمانہ جاہلیت اور ابتداء اسلام میں عادت تھی کہ (بغیر اجازت اور روک ٹوک کے ایک دوسرے کے گھروں میں چلے جاتے تھے) اللہ رب العزت نے اس امت کے لئے غیرت کا معاملہ پسند فرمایا اور اسے حجاب کا حکم دیا اور بلاشبہ یہ حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس امت کے اکرام اور احترام کی وجہ سے ہے"۔

عورتوں کی عصمت وعفت کی حفاظت اور معاشرے کی اخلاقی پاکیزگی کے لئے سب سے اہم بات یہ ہے کہ عورتوں کا مردوں سے کم سے کم اختلاط ہو، جس کی سب سے اچھی صورت یہ ہے کہ خود عورتیں بلاضرورت گھروں سے نہ نکلیں کہ ان کا بکثرت گھروں سے نکلنا، نامحرموں سے ٹکراؤ، شدید فتنہ کا سبب بنتا ہے، جیسا کہ اسلام سے پہلی جاہلیت قدیمہ اور موجودہ جاہلیت جدیدہ، دونوں سے یہ بات نمایاں طور پر واضح ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے مسلمان عورتوں کو اپنے گھروں میں رہنے کا خاص طور سے حکم دیا ہے۔ اس جگہ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ احکام حجاب کے اولین مخاطب جو مرد و زن ہیں، ان میں مستورات تو ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ہیں، جن کے دلوں کو پاک صاف رکھنے کا اللہ تعالیٰ نے خود ذمہ لیا ہے، جیسا کہ سورہ احزاب میں ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۝

(سورۃ الاحزاب : ۳۳)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ اے (پیغمبر ﷺ کے) گھر والو تم سے (معصیت اور نافرمانی کی) آلودگی کو دور رکھے اور تم کو (ظاہراً اور باطناً) ہر طرح بالکل پاک صاف رکھے۔

یہ آیت مبارکہ "آیت تطہیر" کہلاتی ہے، اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے کہ یہ آیت مبارکہ باجماع صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنھم اور ازواج مطہرات ؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اس میں اہل بیت سے مراد رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن مراد ہیں اور تطہیر سے تزکیہ نفس اور تہذیب باطن اور تصفیہ قلب مراد ہے، جو تزکیہ باطن کا وہ اعلیٰ ترین مقام ہے، جو کامل اولیاء اللہ کو حاصل ہوتا ہے۔ جس کے حصول کے بعد وہ گناہوں سے محفوظ ہو جاتے ہیں، مگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ السلام کی طرح معصوم نہیں ہو جاتے اور یہ درجہ رحمۃ للعالمین، حضو اقدس ﷺ کی صحبت کی برکت سے سب کو حاصل ہو جاتا ہے اور بعد والوں کو بھی صحبت کی برکت سے حسب مراتب وحسب استعداد کم وبیش حاصل ہوتا ہے۔ اب جس کو اللہ نے پاک وصاف کر دیا، کیا اس کے قریب خباثت ونجاست آسکتی ہے؟

(بحوالہ: حجاب {پردہ کے شرعی احکام})

یہ بات تو گمان میں بھی نہیں آسکتی، پھر جس کے بارے میں وہم وگمان بھی نہیں ہو سکتا تھا، اسے کیوں روکا گیا؟

اور ..... یہ حکم کیوں دیا گیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حکم دے کر ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنھن سے دراصل یہ فرمایا گیا ہے کہ عورت ہونے کے ناطے تمہاری آواز میں جو طبعی و پیدائشی نزاکت ہے، اس کو خشونت وخشونگی سے بدلو اور کبھی کسی غیر محرم سے بات کرنے کی ضرورت پیش آئے تو اس حقیقی اور پیدائشی نزاکت کو بھی ظاہر مت ہونے دو، اپنی آواز

میں بتکلف درشتی اور روکھا پن پیدا کرنے کی کوشش کرو۔

(بحوالہ: حجاب {پردہ کے شرعی احکام})

الحمد اللہ! رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالی عنہن کے عالی مراتب اور مقام کے بارے میں مندرجہ ذیل حقائق بھی قابل غور ہیں:

☆ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا مقام اتنا اونچا ہے کہ ان سے گناہ کا وہم وگمان بھی نہیں ہوسکتا، گناہ کا وسوسہ بھی نہیں آسکتا، کیونکہ یہ پاکیزہ ہستیاں تو "مطہرات" ہیں، جن کو اللہ تعالی شانہٗ نے پاک کردیا ہے۔

☆ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالی عنہن امت مسلمہ کی مائیں ہیں۔قرآن مجید میں اللہ تعالی کا ارشادِ عالی ہے۔

وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ

(الاحزاب: ۶)

ترجمہ: اور آپ ﷺ کی بیویاں مؤمنین کی مائیں ہیں۔

☆ اللہ تعالی شانہٗ نے ازواج مطہرات رضی اللہ تعالی عنہن کو صرف احتراماً امت مسلمہ کی مائیں نہیں فرمایا، بلکہ جس طرح حقیقی ماں کے ساتھ نکاح حرام ہے، اسی طرح ازواج مطہرات بھی امت کے مردوں پر حرام ہیں۔اللہ تعالی شانہٗ کا ارشاد ہے:

وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ۝

(الاحزاب: ۵۳)

ترجمہ: اور نہ یہ جائز ہے کہ تم آپ (ﷺ) کے بعد آپ (ﷺ) کی بیویوں سے کبھی بھی نکاح کرو، یہ اللہ کے نزدیک بڑی بھاری (معصیت کی) بات ہے۔

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کے وصال کے بعد آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے تم کبھی بھی نکاح نہیں کر سکتے، جس طرح ماں کے ساتھ کسی حالت میں بھی نکاح نہیں ہو سکتا (ماں کے ساتھ نکاح ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام ہے) اسی طرح ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن بھی تا قیامت امت کے ہر فرد پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام ہیں۔ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کے وصال کے بعد بھی امت کا کوئی فرد آپ ﷺ کی بیویوں سے نکاح نہیں کر سکتا۔

☆ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن سے بات کرنے والے کون تھے؟

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، جن کا تقویٰ ایسا تھا کہ فرشتوں کو بھی رشک آئے، جن کی پاکدامنی کی شہادت اللہ تعالیٰ خود قرآن کریم میں دیں:

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ

(البینۃ : ۸)

ترجمہ: (یہ وہ مبارک ہستیاں ہیں کہ) اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا اور وہ (صحابہ کرامؓ) اس (اللہ تعالیٰ) سے راضی ہو گئے۔

سورۃ الحدید میں اللہ تعالیٰ شانہٗ کا پاک ارشاد ہے:

وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى

(الحدید : ۱۰)

ترجمہ: اور سب سے وعدہ کیا ہے اللہ تعالیٰ نے خوبی کا۔

☆ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن سے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی کیا باتیں ہوتی تھیں؟

جس کا جواب ہے: صرف اور صرف دینی مسائل سیکھنا اور سکھانا۔

انتہائی قابلِ توجہ بات یہ ہے، جب ان مقدس ہستیوں کو پردے کے احکامات دیئے جارہے ہیں، تو آج کے مردوں اور عورتوں کے لئے ،اس کی پابندی کس قدر ضروری ہوگی، اس کا اندازہ ہر شخص لگا سکتا ہے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ بے شک رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ عورتیں (کسی غیر محرم سے) بغیر شوہروں کی اجازت کے بات کریں۔ (طبرانی)

عورتوں کے پردہ کی سب سے اچھی صورت یہ ہے کہ وہ اپنے گھروں میں رہیں اور بلا شرعی ضرورت کے باہر نہ نکلیں اور یہی پردے کی وہ صورت ہے جسے ''حجاب بالبیوت'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔قدرت نے عورت کی تخلیق اس انداز میں کی ہے کہ وہ اپنے گھر کی چاردیواری میں گھریلو کاموں میں مشغول ہوکر ہی سکون واطمینان کی زندگی گزارسکتی ہے اور معاشرے کی حقیقی فلاح وبہبود بھی اسی میں ہے۔عورت کی فطری ساخت اسے روکتی ہے کہ وہ معاشی جدوجہد کے لئے مردانہ وار گھر سے نکلے اور وہ تمام مشکلات برداشت کرے، جن سے نبرد آزما ہونے کی مکمل صلاحیت صرف مرد میں رکھی گئی ہے۔یہی وجہ ہے کہ اسلام نے عورت کے کاندھے پر کمانے کا کوئی بوجھ نہیں ڈالا ہے۔ نکاح سے قبل اس کے نان ونفقہ کی ذمہ داری اس کے والدین اور بھائیوں پر ہے اور نکاح کے بعد یہ ذمہ داری شوہر پر ہے۔ظاہر ہے کہ یہ اہم ترین قانون خود بتاتا ہے کہ اسلام عورتوں کو کس قدر گھر سے باہر نکلتا دیکھنا چاہتا ہے۔

(بحوالہ: حجاب {پردہ کے شرعی احکام})

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے بے پردہ عورتوں کے لئے سخت وعید فرمائی ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ بدترین عورتیں، آزادانہ بے پردہ گھروں سے نکلنے والی

عورتیں ہیں، وہ نام کی مسلمان ہیں، ان سے اِکا دُکا چھوڑ کر کوئی جنت میں نہیں جائے گی۔

(سنن بیہقی)

شریعت مطہرہ نے مسلمان عورتوں کو بلا ضرورت گھروں سے باہر نکلنے سے منع فرمایا ہے اور اگر کسی ضرورت کی وجہ سے باہر نکلنا بھی پڑے تو اللہ تعالیٰ کا سورہ الاحزاب، آیت نمبر **59** میں واضح طور پر حکم ہے:

ترجمہ: اے نبی (ﷺ) اپنی بیویوں، صاحبزادیوں اور دوسرے مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا کریں، اس طرح سے وہ قریب ہو جائیں گی اس بات سے کہ پہچان لی جائیں اور کوئی انہیں نہ ستائے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

(سورۃ الاحزاب : ۵۹)

اس آیت مبارکہ کے بارے میں امام رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر میں تحریر فرماتے ہیں:

"زمانہ جاہلیت میں اشراف کی عورتیں اور لونڈیاں سب کھلی پھرتی تھیں اور بدکار لوگ ان کے تعاقب میں رہا کرتے تھے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شریف عورتوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے اوپر چادر ڈال لیا کریں تاکہ اس طرح وہ صاف پہچانی جائیں۔ پہچانے جانے کے دو طریقے ہو سکتے ہیں، ایک تو یہ کہ لباس سے پہچان لیا جائے گا وہ شریف عورتیں ہیں اور ان کا پیچھا نہ کیا جائے گا، دوسرے یہ کہ اس سے معلوم ہو جائے گا کہ وہ بدکار نہیں ہیں، کیونکہ جو عورت چہرہ چھپائے گی تو کوئی شخص اس سے یہ توقع نہیں کرے گا کہ ایسی شریف عورت کشف ستر پر آمادہ ہو جائے گی، چنانچہ اس لباس سے یہ ظاہر ہو جائے گا کہ وہ ایک پردہ دار عورت ہے اور اس سے بدکاری کی

توقع نہیں کی جا سکے گی۔ (تفسیر کبیر: جلد ۲۵: ص ۲۳۰)

الحمد للہ!

پردہ اور شرم و حیا کا حکم صرف عورتوں کے لئے نہیں، بلکہ اسلام نے ہر اس راستہ پر بند باندھ دیا ہے، جہاں سے برے خیالات پیدا ہونے کا خدشہ ہو۔

قرآن مجید میں ارشادِ خداوندی ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَیَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ط ذٰلِکَ اَزْکٰی لَهُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌ ۢ بِمَا یَصْنَعُوْنَ o

(النور: ۳۰)

ترجمہ: آپ (ﷺ) مسلمان مردوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت رکھیں، یہی ان کے لئے پاکیزگی ہے، بے شک اللہ تعالیٰ کو سب خبر ہے، جو کچھ لوگ کیا کرتے ہیں۔

اس سے اگلی آیت مبارکہ میں ارشادِ خداوندی ہے:

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰی جُیُوْبِهِنَّ ص وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِیْنَ غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِیْنَ لَمْ یَظْهَرُوْا عَلٰی عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ص وَلَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِهِنَّ ط

وَتُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○

(النور : ۳۱)

ترجمہ: اور آپ (ﷺ) مسلمان عورتوں سے کہہ دیجئے کہ (وہ بھی) اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی
عصمت میں فرق نہ آنے دیں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو ظاہر ہے اور اپنے
گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے رہیں اور اپنی آرائش کو کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں، سوائے
اپنے خاوندوں کے یا اپنے والد کے یا اپنے خسر کے یا اپنے لڑکوں کے یا اپنے خاوند کے لڑکوں کے
یا اپنے بھائیوں کے یا اپنے بھتیجوں کے یا اپنے بھانجوں کے یا اپنے میل جول کی عورتوں کے
یا غلاموں کے یا اپنے نوکر چاکر مردوں کے جو شہوت والے نہ ہوں یا ایسے بچوں کے
جو عورتوں کے پردے کی باتوں سے مطلع نہیں اور اس طرح زور زور سے پاؤں
مار کر نہ چلیں کہ ان کی پوشیدہ زینت معلوم ہو جائے،
اے مسلمانو! تم سب اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

مندرجہ بالا آیات میں اوّل مردوں کو نظریں پست رکھنے کا حکم، پھر عورتوں کو ایسا ہی حکم، پھر عورتوں کو غیر محرموں سے پردہ کرنے کا حکم الگ الگ دینے کے بعد اس جملہ میں سب مرد و عورت کو شامل کر کے ہدایت کی گئی ہے کہ شہوت نفسانی کا معاملہ دقیق ہے، دوسروں کو اس پر اطلاع ہونا مشکل ہے، مگر اللہ تعالیٰ پر ہر چھپا ہوا اور کھلا ہوا یکساں ظاہر ہے۔ اس لئے اگر کسی سے احکام مذکورہ میں کسی وقت کوئی کوتاہی ہو تو اس پر لازم ہے کہ اس سے توبہ کرے، گذشتہ پر ندامت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگے اور آئندہ اس کے پاس نہ جانے کا عزم مصمم کرے۔

(معارف القرآن: جلد ۶: ص ۳۹۴)

حقیقت یہ ہے کہ سورہ نور کی مذکورہ آیات میں جس قدر احکام ذکر کئے گئے ہیں، وہ سب زنا کی انسدادی تدابیر ہیں، جو عصمت و عفت کی حفاظت میں تریاق اور اکسیر کا حکم رکھتی

ہیں اور تہذیب اخلاق اور تزکیہ باطن کے بارے میں بے مثال ہیں، البتہ جن کی آنکھوں میں شہوت اور نفسانیت کا پردہ پڑا ہوا ہے، ان کو ان احکام کا حسن و جمال نظر نہیں آتا۔

(بحوالہ: حجاب {پردہ کے زرعی احکام})

پردہ کے اعتبار سے جن مردوں (**محارم**) کو مستثنیٰ کیا گیا ہے کہ ان سے شرعاً پردہ نہیں، اس کے دو سبب ہیں:

☆ **اوّل:** یہ کہ ان مردوں سے کسی فتنہ کا خطرہ نہیں، وہ محارم ہیں اور اللہ تعالیٰ شانہٗ نے ان کی تخلیق ہی ایسی فرمائی ہے کہ وہ ان عورتوں کی عصمتوں کے محافظ ہوتے ہیں، ان سے خودکوئی فتنہ کا احتمال نہیں۔

☆ **دوم:** ہر وقت ایک جگہ رہنے کی ضرورت بھی سہولت پیدا کرنے کی مقتضی ہے۔

یہ بات بھی یادرکھنا ضروری ہے کہ شوہر کے سوا دوسرے محارم، جن کو مستثنیٰ کیا گیا ہے وہ احکام حجاب اور پردے سے استثناء ہے، ستر عورت سے استثناء نہیں۔ عورت کا جو بدن ستر میں داخل ہے، جس کا کھولنا نماز میں جائز نہیں، اس کا دیکھنا محارم کے لئے بھی جائز نہیں۔ سورہ نور کی مذکورہ آیت کی روشنی میں بارہ مستثنات کا مندرجہ ذیل ذکر کیا جاتا ہے:

(1) سب سے پہلے شوہر ہے، جس سے بیوی کے کسی عضو کا پردہ نہیں۔

(2) باپ، دادا، پردادا سب داخل ہیں۔

(3) شوہر کا باپ، اس میں بھی دادا، پردادا سب داخل ہیں۔

(4) اپنے لڑکے، جو اپنی اولاد میں ہیں۔

(5) شوہر کے لڑکے، جو کسی دوسری بیوی سے ہوں۔

(6) اپنے بھائی، اس میں حقیقی بھائی بھی داخل ہیں اور باپ شریک (یعنی علاتی) اور ماں شریک (یعنی اخیانی) بھی، لیکن ماموں، خالہ یا چچا، تایا اور پھوپھی کے لڑکے جن کو عرف عام میں بھائی (Cousin) کہا جاتا ہے، وہ اس میں داخل نہیں۔وہ غیر محرم ہیں۔

(7) بھائیوں کے لڑکے، یہاں صرف حقیقی یا علاتی یا اخیانی بھائی کے لڑکے مراد ہیں، دوسرے عرفی بھائیوں کے لڑکے شامل نہیں۔

(8) بہنوں کے لڑکے، اس میں بھی بہنوں سے حقیقی اور علاتی یا اخیانی بہنیں مراد ہیں، ماموں زاد، چچازاد بہنیں داخل نہیں۔

(9) اپنی عورتیں، جس سے مراد مسلمان عورتیں ہیں، ان کے سامنے بھی وہ تمام اعضاء کھولنا جائز ہیں، جو اپنے باپ بیٹوں کے سامنے کھولے جا سکتے ہیں۔

(10) **اَوْمَامَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ** کے بارے میں اکثر فقہاء کے نزدیک اس سے مراد صرف لونڈیاں ہیں، غلام مرد اس میں داخل نہیں، ان سے عام محارم کی طرح ''پردہ'' واجب ہے۔حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا:

تم لوگ کہیں سورہ نور کی اس آیت سے مغالطہ میں نہ پڑ جاؤ کہ

اَوْمَامَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ کے الفاظ عام ہیں اور مرد غلام کو بھی شامل ہیں، یہ آیت صرف عورتوں (یعنی کنیزوں) کے حق میں ہے، مرد غلام اس میں داخل نہیں۔ (بحوالہ: حجاب {پردہ کے زرعی احکام})

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما، حسن بصریؒ، ابن سیرینؒ نے فرمایا کہ غلام مرد کے لئے اپنی آقا عورت کے بال دیکھنا جائز نہیں۔

(بحوالہ: روح المعانی)

(11) اَوِ التَّابِعِیْنَ غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَۃِ مِنَ الرِّجَالِ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس سے مراد مغفل اور بدحواس قسم کے لوگ ہیں، جن کو عورتوں کی طرف رغبت ودلچسپی نہ ہو۔ (ابن کثیرؒ)

یہی مضمون ابن جریرؒ نے ابوعبداللہؒ اور ابن جبیرؒ، ابن عطیہؒ سے نقل کیا ہے کہ اس سے مراد وہ مرد ہیں جو عورتوں کی طرف کوئی رغبت نہ رکھتے ہوں، نہ ان کے اوصاف حسن اور حالات سے کوئی دلچسپی رکھتے ہوں کہ دوسرے لوگوں سے بیان کردیں، بخلاف مخنث قسم کے لوگوں کے جو عورتوں کے اوصاف خاص سے تعلق رکھتے ہیں، ان سے بھی پردہ واجب ہے، جیسا کہ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ ایک مخنث ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے پاس آیا کرتا تھا اور امہات المؤمنینؓ اس کو غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَۃِ مِنَ الرِّجَالِ میں، جو اس آیت میں مذکور ہے، داخل سمجھ کر اس کے سامنے آجاتی تھیں، رحمۃ للعالمین، حضرت محمد ﷺ نے جب اس کو دیکھا اور اس کی باتیں سنیں تو گھروں میں داخل ہونے سے اس کو روک دیا۔

(بحوالہ: روح المعانی)

(12) اَوِ الطِّفْلِ الَّذِیْنَ سے مراد وہ نابالغ بچے ہیں جو ابھی بلوغ کے قریب بھی نہیں پہنچے اور عورتوں کے مخصوص حالات وصفات اور حرکات وسکنات سے بالکل بے خبر ہوں اور جو لڑکا ان امور سے دلچسپی لیتا ہو وہ مراہق یعنی قریب البلوغ ہے، اس سے پردہ واجب ہے۔ (ابن کثیرؒ)

(بحوالہ: حجاب {پردہ کے شرعی احکام})

اللہ تعالیٰ کے احکامات کی روشنی میں مندرجہ ذیل اہم امور سامنے آتے ہیں:

1. عورتیں بلاضرورت اپنے گھروں سے باہر نہ نکلیں۔
2. اگر کسی ضرورت سے باہر نکلنا ہی پڑے تو اپنے سارے جسم کو بڑی اور موٹی چادر یا برقع میں لپیٹ کر نکلیں۔
3. مرد عورت کو نہ دیکھے اور عورت بلاضرورت مرد کو نہ دیکھے۔
4. مرد کو کوئی چیز عورت سے مانگنی ہو یا بات کرنے کی ضرورت پیش آئے تو پردے کے پیچھے سے بات کرے۔
5. عورت جب غیر محرم سے بات کرے تو پردے کے پیچھے سے بات کرے اور اپنی آواز کو سخت بنا کر بات کرے، نرم آواز سے بات نہ کرے۔
6. عام حالات میں چہرہ ہاتھ اور قدم کے علاوہ اپنا جسم محرم کے سامنے بھی نہ کھولے اور ہر وقت ستر کو ڈھانکے رکھے۔
7. عورتوں کو جہاں تک ممکن ہو، قرآن کی تعلیم بھی عورتوں ہی سے لینا چاہئے۔

☆ استیذان کا حکم

الحمدللہ! اسلامی شریعت نے عورتوں کے حجاب کے سلسلے میں ایک حکم یہ دیا ہے کہ ایک دوسرے کے گھر میں بلا جھجک اور بغیر اجازت نہ گھس جایا کرو، اس طرح چار دیواری کا تحفظ برقرار نہیں رہتا۔ ارشادِ خداوندی ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ○

(النور: ۲۷)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا کسی کے گھر مت داخل ہوا کرو، جب تک اجازت نہ لے لو اور گھر والوں کو سلام نہ کرلو، یہ بہتر ہے تمہارے حق میں تاکہ تم دیا رکھو۔

الحمدللہ! گھروں میں داخل ہونے سے پہلے اجازت لینے میں ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ گھر کی مستورات اپنے آپ کو پوری طرح پردہ میں کرلیں۔

☆ صحابیاتؓ کا رحمۃ للعالمین ﷺ سے پردہ کرنا

الحمدللہ! احکام حجاب کے بعد صحابیات رضی اللہ عنہن پردہ کا اہتمام کرتی تھیں، حتی کہ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ سے بھی پردہ کرتی تھیں۔

ایک طویل حدیث کے ذیل میں اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک عورت کے ہاتھ میں پرچہ تھا، اس نے پرچہ دینے کے لئے پردہ کے پیچھے سے حضور اقدس ﷺ کی طرف ہاتھ بڑھایا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم عورت ہوتی تو اپنے ناخنوں پر مہندی لگاتی۔ (ابوداؤد)

☆ بیعت کے وقت پردہ کا اہتمام

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ بھی نامحرم عورتوں سے پردہ کے احکام کا لحاظ فرماتے تھے۔ آپ ﷺ جس طرح مردوں سے بیعت لیا کرتے تھے، اسی طرح عورتیں بھی آپ ﷺ سے بیعت کیا کرتی تھیں۔ آپ ﷺ مردوں کو ہاتھ میں ہاتھ لے کر بیعت فرمایا کرتے تھے، مگر عورتوں کو پردے کے پیچھے سے بغیر ہاتھ میں ہاتھ دیئے بیعت فرماتے تھے، کیونکہ غیر محرم کو جس طرح دیکھنا ناجائز ہے، اسی طرح مصافحہ کرنا یا ہاتھ میں ہاتھ لینا بھی ناجائز ہے۔ مستورات سے بیعت لینے کے بارے میں اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ مومن عورتوں کو، جنہیں آپ ﷺ بیعت فرماتے

تھے، انہیں زبانی بیعت فرمایا کرتے، ہاتھ میں ہاتھ لے کر آپ ﷺ عورتوں کو بیعت نہ فرماتے تھے۔

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کی قسم! حضور اقدس ﷺ کے ہاتھ نے بیعت کرتے وقت کسی عورت کا ہاتھ نہ چھوا، آپ ﷺ عورتوں کو صرف زبانی بیعت فرماتے تھے اور آپ ﷺ فرماتے تھے!

"میں نے تجھے بیعت کرلیا"۔

(بخاری: کتاب التفسیر)

☆ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کا صحابہ کرامؓ سے پردہ

الحمد للہ!

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن جو کہ قرآنی حکم کے مطابق (امہات المؤمنین) ایمان والوں کی مائیں ہیں، وہ مقدس ہستیاں، تمام صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین سے پردہ فرمایا کرتی تھیں۔ اُمّ المؤمنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا (میرے ماں باپ اماں جان پر قربان ہوں) واقعہ افک کی تفصیلی حدیث میں بیان فرماتی ہیں:

"میں حضور اقدس ﷺ کے ساتھ نزول حجاب کے بعد غزوہ میں شریک ہوئی .... جب انہوں نے اونٹ کھڑا کیا اور اسے لے کر چلے گئے، تب میں لشکر گاہ واپس پہنچی، وہاں اس وقت نہ کوئی آواز لگانے والا باقی تھا اور نہ کوئی جواب دینے والا، سب لوگ لشکر کے ساتھ جا چکے تھے، میں نے اپنی چادر اوڑھ لی اور اسی جگہ لیٹ گئی، تھوڑی دیر بعد وہاں سے صفوان بن معطل گزرے، وہ اپنی کسی ضرورت کی بناء پر لشکر سے پیچھے رہ گئے

تھے اور انہوں نے رات عام لوگوں کے ساتھ نہیں گزاری تھی۔ انہوں نے میرا ہیولہ دیکھا تو قریب آئے اور مجھے دیکھا تو پہچان گئے، انہوں نے مجھے نزول حجاب سے پہلے دیکھا تھا، انہوں نے زور سے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا، میں ان کی آواز سن کر جاگ گئی اور فوراً چادر سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔

(مسلم: کتاب التوبہ)

اس حدیث میں اُمّ المؤمنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ فرمانا کہ انہوں نے مجھے نزول حجاب سے پہلے دیکھا تھا، خود بتا رہا ہے کہ نزول حجاب کے بعد کسی بھی غیر شخص کے لئے اُمّ المؤمنین کو دیکھنا ممکن نہ رہا تھا۔ اس موقع پر بھی اُمّ المؤمنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت صفوانؓ کو دیکھ کر فوراً ہی چادر سے منہ چھپا لیا تھا، جس سے معلوم ہوا کہ اماں جانؓ پردہ کا اہتمام فرماتی تھیں اور یہ کہ پردہ میں چہرہ چھپانا بھی لازم ہے، ورنہ اُمّ المؤمنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا چادر اوڑھ لینے پر اکتفا کر لیتیں۔

(بحوالہ: حجاب {پردہ کے شرعی احکام})

سُبحان اللہ!

ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن، جو کہ ایمان والوں کی مائیں ہیں، پردہ کے معاملے میں بہت زیادہ اہتمام فرمایا کرتی تھیں۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حضرت افلح رضی اللہ عنہ آئے، تو آپؓ نے ان سے پردہ فرمایا۔ حضرت افلح رضی اللہ عنہ نے فرمایا!

میں تمہارا رضاعی چچا ہوں، مجھ سے کیوں پردہ کر رہی ہیں؟

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا!

"مجھے عورت نے دودھ پلایا ہے، مرد نے نہیں"۔

جب رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ تشریف لائے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سارا قصہ آپ ﷺ کو سنایا، آپ ﷺ نے حضرت افلح رضی اللہ عنہ سے پردہ نہ کرنے کی اجازت دے دی۔

(ابوداؤد: جلد ا، ص ۲۸۱)

☆ سسرال والے مردوں سے پردہ کا اہتمام

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے سسرال کے مردوں سے پردہ کرنے کی سخت تاکید فرمائی ہے۔ ایک حدیث مبارکہ کا مفہوم ہے، جس کے راوی حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ ہیں، روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ (نامحرم) عورتوں کے پاس مت جایا کرو۔ ایک شخص نے عرض کیا، یا رسول اللہ! عورت کے سسرال کے مردوں کے متعلق کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سسرال کے رشتہ دار تو موت ہیں۔ (بخاری و مسلم)

اس حدیث میں سب سے زیادہ قابل توجہ چیز حضور اقدس ﷺ نے عورت کے سسرال کے مردوں کو موت سے تشبیہ دی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ عورت اپنے جیٹھ، دیور، نندائی اور سسرال کے دیگر مردوں سے گہرا پردہ کرے..... یوں تو ہر نامحرم سے پردہ کرنا لازم ہے لیکن جیٹھ، دیور اور ان جیسے رشتہ داروں کے سامنے آنے سے اس طرح بچنا ضروری ہے، جیسے موت سے بچنے کو ضروری خیال کرتے ہیں۔

بڑا قابل توجہ امر ہے کہ اکثر خاندانوں میں پردہ کا اہتمام ہوتا نہیں اور سسرال کے یہ عزیز و اقارب گھر میں بلا تکلف آتے جاتے ہیں اور بہت زیادہ گھل مل جاتے ہیں

اور دل لگی تک کی نوبتیں آ جاتی ہیں۔شوہر یہ سمجھتا ہے کہ یہ تو اپنے گھر کے لوگ ہیں، ان سے کیا روک ٹوک کی جائے ، درحقیقت پردے کا حکم خالق کائنات، اللہ ربّ العالمین کی طرف سے ہے، جب اس حکم عالی کی پامالی ہوتی ہے تو شیطان کو بھی موقع مل جاتا ہے اور وہ شر کی دعوت دیتا ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ دونوں طرف سے یگانگت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں اور جب شوہر گھر سے غائب ہوتا ہے تو پھر اَن ہونے واقعات تک رونما ہو جاتے ہیں۔انہی حالات کے پیشِ نظر رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے سسرال کے مردوں سے پردہ کرنے کی سخت تاکید فرمائی ہے۔

☆ حیا اور غیرت کا حکم

اسلامی شریعت نے صرف مجموعی طور پر پردے کے حکم پر ہی اکتفا نہیں کیا ہے، بلکہ ہر اس چیز کو واضح طور پر بیان کیا ہے جو بالواسطہ طور پر یا آگے چل کر پردے سے تعلق رکھتی ہے اور جس میں ذرا سی بے احتیاطی فحاشی اور بے حیائی کا سبب بن جاتی ہے۔اسی طرح معاشرے کی جنسی اور اخلاقی پاکیزگی کے لئے سب سے ضروری چیز حیا ہے، جسے بجا طور پر عورت کا زیور کہا جاتا ہے۔حیا کی وجہ سے عورتیں بے شمار گناہوں سے محفوظ رہتی ہیں اور کسی خبیث النفس کو ان کے بارے میں برا خیال لانے کی جرأت نہیں ہوتی۔ قدرت نے یہ مادہ ان میں اس لئے رکھا ہے تاکہ وہ ہر قسم کی بداخلاقی سے محفوظ رہیں۔

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ حیا اور ایمان دونوں ساتھی ہیں، جب ان دونوں میں سے ایک کو اُٹھایا جاتا ہے تو دوسرا بھی اُٹھا لیا جاتا ہے۔

(بیہقی فی شعب الایمان)

☆ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے، حیا ایمان کا جزو ہے۔

(مسلم: جلد ۱: ص ۴۷)

☆ ایک مرتبہ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اپنے بھائی کو حیا کے بارے میں روک ٹوک کررہا تھا، تو آپ ﷺ نے اس شخص سے فرمایا!

حیا تو ایمان ہی سے ہے۔ (مسلم: جلد ۱: ص ۴۷)

☆ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس چیز میں بھی فحش آجائے، وہ عیب دار ہوجاتی ہے اور جس چیز میں حیا شامل ہوجائے، وہ خوبصورت بن جاتی ہے۔

(ترمذی: جلد ۱: ص ۱۲۲)

☆ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلے اس امت سے جو چیز اُٹھائی جائے گی، وہ حیا اور امانت ہے، سو اللہ تعالیٰ سے ان کا سوال کرتے رہا کرو۔

(بیہقی)

☆ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حیا اور ستر بہت پسند فرماتے ہیں۔ (مسند احمد)

☆ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ سے زیادہ کوئی غیرت مند نہیں، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فحش کاموں کو حرام قرار دیا ہے۔ (بخاری)

☆ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین آدمی ایسے ہیں جو نہ جنت میں جائیں گے اور نہ جنت کی خوشبو پائیں گے، ایک وہ مرد جو عورتوں کا حلیہ اختیار کرتا ہے، دوسرا وہ شخص جو شراب کا عادی ہو، تیسرا دیوث۔

صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین نے پوچھا، یا رسول اللہ! دیوث کون ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ شخص جو بدکرداری کو اپنی عورت میں برداشت کرے۔

ایک دوسری روایت کے الفاظ ہیں کہ وہ شخص جو اپنی بیوی کے معاملے میں غیرت کا ثبوت نہ دے۔ (تفسیر آیات الاحکام: جلد۲: ص ۱۷۶)

☆ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دیوث وہ شخص ہے جو اس بات کی کوئی پروا نہیں کرتا کہ اس کی بیوی کے پاس کون آجا رہا ہے۔

(طبرانی)

☆ مالک بن احیمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ صقور (بے غیرت آدمی) کی نہ نیکی قبول کرے گا، نہ عبادت۔ پوچھا گیا، یا رسول اللہ! صقور کون شخص ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص جس کی عورت کے پاس اجنبی مرد آتے ہیں۔

(کشف الاستار زوائد البزار: ص ۱۸۷)

☆ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں غیرت مند ہوں اور غیرت سے محروم صرف ایسا شخص ہو سکتا ہے، جس کا دل ہی اُلٹ چکا ہو۔ (احیاء العلوم)

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ اللہ تعالیٰ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ خواہش اور گناہ دلوں پر تسلط اختیار کر لیتا ہے اور جو نگاہ بھی نامحرم کی طرف اٹھتی ہے شیطان کو اس سے بڑی امید وابستہ ہوتی ہے۔

(سنن بیہقی)

☆ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس مسلمان کی کسی نامحرم عورت کے محاسن پر نظر پڑ جائے اور پھر وہ دوبارہ دیکھنے کی بجائے اپنی نگاہوں کو جھکا لے تو اس کے عوض اللہ تعالیٰ اس کو ایسی عبادت نصیب فرماتے ہیں، جس کی مٹھاس وہ واضح طور پر محسوس کرتا ہے۔ (مسند احمد)

☆ رحمۃ للعالمین ﷺ کی عورتوں کو نصیحت

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا!

اے عورتوں کی جماعت تم صدقہ دیا کرو اور استغفار زیادہ کیا کرو، کیونکہ دوزخیوں میں زیادہ تعداد میں نے عورتوں کی دیکھی ہے، ان میں ایک عورت بولی، یا رسول اللہ! ہم نے کیا قصور کیا ہے کہ ہم دوزخ میں زیادہ جائیں گی؟

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا!

تمہیں (باہم گفتگو میں) لعنت کرنے کی زیادہ عادت ہوتی ہے اور تم اپنے شوہر کی بھی بہت ناشکری کرتی ہو، میں نے تم جیسا دین و عقل میں ناقص ہو کر پھر ایک دانشمند شخص پر غالب آجانے والا کسی کو نہیں دیکھا۔

(بخاری و مسلم، ترجمان السنہ، اسوہ رسول اکرم ﷺ)

لمحہ فکریہ!

انتہائی افسوس کی بات ہے کہ جب غیر اقوام کی صنف نازک نے گھر کی چار دیواری کا پردہ توڑ ڈالا تو میدان میں آکر آواز کا پردہ اُٹھا دینا اس کے لئے مشکل نہ رہا ..... آوازوں نے عریاں ہو کر چہروں کو بے حجاب کیا .....اور چہروں نے کھل کر نگاہوں کے پردے فاش کئے ..... آزاد نگاہوں نے خیالات کو آزاد کر دیا ..... آزادیٔ خیال نے حجابِ خیال کو چھانٹ دیا ..... لباس کی قطع برید نے اولاً اعضاءِ حسن کو بے نقاب کیا

..... جسم کے اعضاء کی نمائش شروع ہوئی ..... عریاں حسن نے اعضائے شہوت سے پردے ہٹا دیئے ..... پنڈلیاں اور پھر رانیں بے حجاب ہوئیں ..... آخر کار وہ شرمگاہیں بھی بے حجاب ہو گئیں ..... جن کے لئے حجاب کا یہ طویل سلسلہ قائم گیا تھا اور آج ساری دُنیا میں ان بے حجابیوں میں بالکل برہنہ مردوں اور عورتوں کی تعداد بھی لاکھوں سے کم نہیں۔

آج دشمنانِ اسلام نے مسلمانوں میں بھی آزادی نسواں کا سبق رٹا کر بے حجابی، بے حیائی، عریانیت اور بدکاریوں میں مبتلا کر دیا اور طرح طرح کی گندگیاں اسلام کے پاکیزہ نظام معاشرت میں پیدا کرنے کے لئے مختلف قسم کے جال پھیلا دیئے ہیں، جس میں اسلام اور قرآن وسنت سے قوی محبت نہ رکھنے والے لوگ بڑی تیزی سے پھنستے جا رہے ہیں۔ آج اہل مغرب اور یورپ وامریکہ جس اخلاقی تباہی وبربادی اور فواحش وبدکاریوں میں گرفتار ہیں، اس کا آغاز بے پردگی ہی سے ہوا تھا۔ بے پردگی نے جسمانی زیبائش کا راستہ کھولا، پھر اس نے بے حیائی کی صورت اختیار کی اور بے حیائی نے عریانی اور بدکاری کے سارے دروازے کھول دیئے۔ یہ حقیقت ہے کہ تعلیمات نبوت کو چھوڑ کر جب بھی لوگ اپنی عقلوں کو رہنما بنائیں گے، وہ تباہیوں کا شکار ہو کر رہیں گے۔

اہل یورپ اور ان کے مقلدین نے اپنی فحاشی کے جواز میں عورتوں کے پردہ کو ان کی صحت، اقتصادی اور معاشی حیثیت سے معاشرہ کے لئے نقصان دہ ثابت کرنے اور بے پردہ رہنے کے فوائد پر بحثیں کی ہیں، لیکن اس کے متعلق اتنا سمجھ لینا ہی کافی ہے کہ بے پردگی میں اگر چہ کچھ معاشی فوائد ضرور ہو سکتے ہیں، مگر ایسا معاشی فائدہ جو

پورے ملک وقوم کو ہزاروں فتنہ وفساد میں مبتلا کردے، اس کو نفع بخش کہنا کسی دانشمند کا کام نہیں ہوسکتا ہے۔

اسلام نے عورت کو جو مقام عطا کیا ہے، اس سے غیر مسلم بھی متاثر ہیں۔ ہیلن ایک امریکی غیر مسلم صحافی (Journalist) خاتون ہے۔ اس خاتون کا تقریباً اڑھائی سو اخبارات ورسائل سے صحافتی تعلق رہا ہے۔ اس خاتون کا مشغلہ ہے کہ یہ کئی برسوں سے اسکول وکالج کے نوعمر لڑکے لڑکیوں کے مسائل پر غور وفکر کرتی ہے اور ان مسائل کے حل کے لئے سرگرم عمل ہے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے اکثر ممالک کا سفر کیا اور وہاں قیام کرکے نوجوانوں کے حالات کا مطالعہ کیا ہے۔ یہ امریکی جرنلسٹ خاتون عرب ممالک بھی گئی اور وہاں دیکھا کہ مرد وزن کا اختلاط عام نہیں ہے بلکہ اسلامی تعلیمات کے مطابق پردہ اور حجاب بھی پایا جاتا ہے۔ اس سے متاثر ہوکر اس صحافی خاتون نے وہاں کے عوام کے سامنے اپنے تاثرات پیش کیے، جن کا اُردو ترجمہ حسب ذیل ہے۔

امریکی صحافی ہیلن لکھتی ہیں:

"عرب عوام کی سوسائٹی ایک صحت مند سوسائٹی ہے، اس کے معاشرتی اور سماجی اصول اتنے مناسب اور معقول ہیں کہ اسے ہر نوجوان لڑکے اور لڑکی کو قبول کرلینا چاہئے۔ یہ بات امریکہ اور تمام یورپین سوسائٹی میں موجود نہیں۔ وہاں مرد، عورت کو آزادنہ میل جول کی اجازت ہے۔ عورت پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ اسی طرح ماں باپ کا احترام بھی ناپید ہوگیا ہے، جس کے نتیجہ میں تمام اخلاقی قدریں ختم ہوگئیں ہیں اور ہر قسم کی بے حیائی عام ہوگئی ہے۔ تہذیب و تمدن کی آڑ میں معاشرہ ایک زبردست ہیجان اور انتشار کا شکار ہوگیا ہے۔

اے عرب مسلمان قوم! تمہارے یہاں عورت پر ایک حد تک پابندی ہے، احترامِ والدین ضروری ہے اور معاشرتی قوانین اتنی بہترین بنیادوں پر وضع کئے گئے ہیں، جس کا لازمی نتیجہ یہی ہوگا کہ صالح معاشرہ وجود میں آئے گا۔ اس لئے میں تم کو نصیحت کرتی ہوں کہ اپنے مذہبی اور معاشرتی قوانین کو گلے سے لگائے رکھو، اسی پر عمل کرو، پردے کو نہ صرف باقی رکھو بلکہ اس کو رواج دو۔ عورت کی بے جا آزادی پر پابندی باقی رکھو، یہی تمہارے لئے بہتر ہے۔ اگر اس کو چھوڑ کر یورپ کی اندھی تقلید میں اسلامی معاشرتی قوانین ختم کردو گے، عورت کو من مانی آزادی دو گے تو اخلاقی و روحانی قدریں پامال ہوجائیں گی اور تمہارا معاشرہ بھی اسی طرح انحطاط اور انتشار سے دوچار ہوگا جیسا کہ مغربی دُنیا کا حال ہے''۔

(بحوالہ: ماہنامہ اُمّ القریٰ انٹرنیشنل اسلام آباد: شمارہ نومبر 2000ء)

الحمد للہ!

پردے کے احکامات بہت اہم ہیں اور ان پر عمل کچھ دشوار بھی ہے، لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں جس نے ان پر عمل کرلیا، اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے دیگر احکامات پر چلنا بھی آسان ہوجائے گا، اس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوگا، انشاء اللہ العزیز! اللہ تعالیٰ دنیا بھی بنا دے گا اور آخرت میں بھی کامیابی نصیب ہوگی..... یہ گولی ذرا کڑوی ہے، مگر ہے بہت مفید۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ پاک ذات امت مسلمہ کو رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام، حضرت محمد ﷺ کی کامل اتباع کی توفیق عطا فرمائے اور ساری انسانیت کو ہدایت نصیب فرمائے۔ (آمین)

باب نمبر 15

حضور اقدس ﷺ بحیثیت رحمۃ للعالمین

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور کامل و اکمل دُرود و سلام ہو سیّد الانبیاء والمرسلین، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین، ہمارے آقا، حضرت محمد ﷺ پر جن کی مبارک محنت سے زندگی میں دلوں کو اور مرنے کے بعد قبروں کو منور فرمایا اور جن کا ظہور تمام عالم کے لئے رحمت ہے اور آپ ﷺ کی آل اولاد اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پر جو ہدایت کے ستارے ہیں اور دین اسلام کے پھیلانے والے ہیں، نیز اُن مؤمنین اور مؤمنات پر بھی جو ایمان کے ساتھ اِن کا اتباع کرنے والے ہیں۔

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کی خاص صفت مبارکہ جو قرآن حکیم نے بار بار اور مختلف پیرایوں میں بیان فرمائی ہے، وہ آپ ﷺ کی صفت "رحمت" ہے۔ آپ ﷺ میں رحم اور شفقت کا جذبہ اس قدر تھا کہ آپ ﷺ نے زندگی بھر اپنی ذاتِ اقدس کے لئے کسی سے انتقام نہیں لیا، بلکہ وہ لوگ جنہوں نے اپنی جان، مال، وقت، طاقت آپ ﷺ کی مخالفت میں وقف کر دی تھیں، جب نادم ہو کر آپ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے انہیں بلا امتیاز معاف فرما دیا۔

رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام، حضرت محمد ﷺ کو اپنی رحمت کے سبب یہ گوارا نہ تھا کہ کوئی بھی انسان کفر و شرک اور اپنی بداعمالیوں پر قائم رہ کر اپنے آپ کو مستحق عذاب قرار دے لے۔ یہ فکر ہر وقت سینہ مبارک میں رہتی کہ ساری انسانیت جہنم سے بچ کر جنت میں جانے والی بن جائے۔ آپ ﷺ کو لوگوں کی ہدایت کی اس قدر فکر تھی کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کو بار بار آپ ﷺ کو تسلیاں دینی پڑیں کہ آپ ﷺ ان کے ایمان نہ لانے پر اس حد تک

افسوس نہ کریں کہ آپ ﷺ کی جان ہی اس صدمے سے جاتی رہے۔ آپ ﷺ کی رحمت کے تقاضے تھے کہ دن بھر خلق خدا کی ہدایت، تعلیم اور تزکیہ میں مصروف رہتے اور رات بھر اپنی امت کی بھلائی، نجات و فلاح اور رہدایت کے لئے دعائیں مانگتے تھے۔

رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کی حیاتِ طیبہ کا کوئی لمحہ اور آپ ﷺ کی زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں تھا، جس میں آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس کائنات کے لئے بالعموم اور انسانوں کے لئے بالخصوص ''رحمتِ مجسّم'' کے طور پر جلوہ گر نہ ہو۔

☆ رحمت عامہ کی ضرورت

رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کی بعثت سے قبل انسانیت کی پستی اس حد کو پہنچ چکی تھی کہ اب کسی مصلح اور معلمِ اخلاق کے بس کی بات نہ تھی۔ ہر طرف یہ کیفیت تھی کہ پوری نوع انسانی خودکشی پر کمر بستہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس صورتِ حال کی جو تصویر کھینچی ہے اور رحمۃ للعالمین، حضرت محمد ﷺ کی بعثت کے احسان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا ج وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا ط كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝

(آل عمران۔ ۱۰۳)

ترجمہ: اور اللہ کی اس مہربانی کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے، اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے تک پہنچ چکے تھے تو اللہ نے تم کو اس سے بچا لیا۔

سورہ الروم میں ارشادِ خداوندی ہے:

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِى الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِى النَّاسِ

(الروم: ۴۱)

ترجمہ: لوگوں کی بداعمالیوں کے باعث خشکی اور سمندر میں ہر طرف فساد پھیل چکا۔

ان حالات میں عرب کی بے آب و گیاہ سرزمین پر سیّد الاولین والآخرین، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین، حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا گیا، تاکہ صرف عرب کو نہیں، پورے عالم انسانیت کو نہیں، بلکہ تمام جہانوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت کے سائبان تلے کھینچ لائیں۔

رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام، حضرت محمد ﷺ نے فرمایا!

میری اس دعوت و ہدایت کی مثال، جس کے ساتھ مجھے دُنیا میں بھیجا گیا ہے، ایسی ہے جیسے ایک شخص نے آگ روشن کی، جب اس کی روشنی گردو پیش پھیلی تو وہ پروانے اور کیڑے جو آگ پر گرا کرتے ہیں، ہر طرف سے اُمنڈ کر اس میں گرنے لگے، اسی طرح سے تم آگ میں گرنا چاہتے ہو اور میں تمہاری کمر پکڑ پکڑ کر تم کو اس سے بچاتا ہوں۔

(صحیح بخاری)

مولانا سیّد ابوالحسن علی ندویؒ اپنی تالیف ''نبی رحمت ﷺ'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''حقیقت یہ ہے کہ ہمارا یہ دور بلکہ قیامت تک کا پورا دور محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت، دعوت اور مساعی جمیلہ کے حساب میں ہے۔ آپ ﷺ کا پہلا کام یہ تھا کہ آپ ﷺ نے اس تلوار کو جو نوع انسانی کے سر پر لٹک رہی تھی کہ اس کے سر پر گر کر اس کا کام تمام کردے، اس تلوار کو اٹھالیا اور اس کو وہ تحفے عطا کئے، جنہوں نے اس کو نئی زندگی، نیا حوصلہ، نئی طاقت، نئی عزت اور نئی منزل سفر عطا کی اور آپ ﷺ کی برکت سے تہذیب وتمدن، علم وفن، روحانیت واخلاص اور تعمیر انسانیت کا ایک نیا دور شروع ہوا''۔

(بحوالہ: نبی رحمت ﷺ)

رحمۃ للعالمینی کے مظاہر

☆ وحدتِ فکرِ انسانی

﴿ عقیدہ توحید کی تعلیم ﴾

رحمۃ للعالمین، محسن انسانیت، حضرت محمد ﷺ کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ آپ ﷺ نے دُنیا کو عقیدہ توحید کی نعمت عطا فرمائی، ایسا انقلاب انگیز، حیات بخش، عہد آفریں اور معجز نما عقیدہ دُنیا کو نہ پہلے کبھی ملا اور نہ قیامت تک کبھی مل سکتا ہے۔ یہ انسان جس کو شاعری، فلسفہ اور سیاست میں بڑے بڑے دعوے ہیں اور جس نے قوموں، ملکوں کو بارہا غلام بنایا، عناصر اربعہ پر اپنی حکومت چلائی، پتھر میں پھول کھلائے اور پہاڑوں کا جگر کاٹ کر دریا بہائے اور جس نے کبھی خدائی کا بھی دعویٰ کیا، یہ اپنے سے کہیں زیادہ مجبور ذلیل، بے حس و حرکت، بے جان و مردہ اور بعض اوقات خود اپنی ساختہ چیزوں کے سامنے جھکتا تھا، ان سے ڈرتا اور ان کی خوشامد کرتا تھا۔ یہ پہاڑوں، دریاؤں، درختوں، ارواح و شیاطین اور مظاہر قدرت ہی کے سامنے نہیں، بلکہ کیڑوں، مکوڑوں تک کے سامنے سجدہ ریز ہوتا تھا اور اس کی پوری زندگی انہیں سے خوف و امید اور انہیں خطرات میں بسر ہوتی تھی، جس کا نتیجہ بزدلی، ذہنی انتشار، وہم پرستی اور بے اعتمادی تھا۔ حضور اقدس ﷺ نے اس کو ایسے خالص، بے آمیز، سہل الفہم، حیات بخش عقیدہ توحید کی تعلیم دی جس سے وہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے سوا، ہر ایک سے آزاد، نڈر اور بے فکر ہو گیا۔ اس میں ایک نئی قوت، نیا حوصلہ، نئی شجاعت اور نئی وحدت پیدا ہوئی۔ اس نے صرف اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کو کارساز حقیقی، حاجت روائے مطلق اور نافع و ضار (نفع پہنچانے والا اور نقصان پہنچانے والا) سمجھنا شروع کیا۔ اس نئی دریافت

سے اس کی دُنیا بدل گئی، وہ ہر قسم کی غلامی وعبودیت اور ہر طرح کے بے جا خوف ورجا اور ہر طرح کے انتشار سے محفوظ ہوگیا۔

الحمد للہ! بعثت محمدی ﷺ کے بعد ہر طرف اس عقیدہ توحید کی (جس سے زیادہ مظلوم ومجہول کوئی عقیدہ نہ تھا) صدائے بازگشت آنے لگی۔ دُنیا کے سارے فلسفوں اور افکار وخیالات پر اس کا کم وبیش اثر پڑا۔ وہ بڑے بڑے مذاہب جن کے رگ وریشہ میں شرک اور متعدد خداؤں اور معبودوں کا عقیدہ رچ بس گیا تھا، یہ اعلان کرنے پر مجبور ہوگئے کہ اللہ ایک ہے، وہ اپنے مشرکانہ عقیدوں کی تاویل پر مجبور ہوئے اور ان کی ایسی فلسفیانہ تشریح کرنے لگے، جس سے ان پر شرک وبدعت پرستی کا الزام نہ آئے اور وہ اسلامی عقیدہ توحید سے کچھ نہ کچھ ملتا ہوا نظر آئے۔ ان کو شرک کا اقرار کرنے میں شرم اور جھجک محسوس ہونے لگی اور سارے مشرکانہ نظام، فکر واعتقاد، احساس کمتری میں مبتلا ہوئے۔ اس محسن اعظم، رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کا احسان یہ ہے کہ آپ ﷺ نے توحید کی نعمت دُنیا کو عطا کی۔ (بحوالہ: نبی رحمت ﷺ)

عقیدہ توحید کے اثرات

حضور اقدس ﷺ کی رحمۃ للعالمینی کا فیضان ہے کہ آپ ﷺ نے انسانیت کو ایک ایسے انقلاب آفریں عقیدے سے آشنا کیا جس سے انسانوں کی ذات، انفرادی اور اجتماعی زندگی ہر پہلو سے متاثر ہوئی۔ انسانی زندگی پر عقیدہ توحید کے اثرات جن خاص پہلوؤں پر نمایاں ہوئے، وہ مندرجہ ذیل ہیں:

o عزت نفس

عقیدہ توحید نے انسان کو عزت اور شرف سے نوازا اور اسے اللہ کے سوا کسی دوسرے

کے سامنے جھکنے کی ذلت سے محفوظ کر دیا۔

o تواضع

عقیدہ توحید کے نتیجے میں آدمی اپنے آپ کو اللہ کے سامنے بے بس سمجھتا ہے اور اس کی طبیعت میں عاجزی، انکساری اور تواضع کی صفات پیدا ہوتی ہیں۔

o وسعت نظر

عقیدہ توحید کا پرستار ربّ العالمین پر ایمان رکھتا ہے، اس لئے اس کی نگاہ ''عالمین'' یعنی سب جہانوں پر ہوتی ہے۔ وہ نسلی، خاندانی، علاقائی، لسانی اور مادی تنگ نظریوں سے بلند و بالا ہو کر ساری مخلوق کی بھلائی کو اپنا نصب العین بناتا ہے۔

o بہادری

عقیدہ توحید آدمی میں بے خوفی اور جرأت و استقامت پیدا کرتا ہے۔

(بحوالہ: سیرت طیبہ)

☆ وحدتِ نسلِ انسانی

رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کا دوسرا انقلاب آفریں اور عظیم احسان، وحدت انسانی کا وہ تصور ہے، جو آپ ﷺ نے دُنیا کو عطا کیا۔ انسان قوموں، برادریوں، ذاتوں اور اعلیٰ و ادنیٰ طبقوں میں بٹا ہوا تھا اور ان کے درمیان انسانوں اور جانوروں، آقاؤں اور غلاموں، اور عبد و معبود کا سا فرق تھا۔ وحدت و مساوات کا کوئی تصور نہ تھا۔ آپ ﷺ نے صدیوں کے بعد پہلی مرتبہ یہ انقلاب انگیز اور حیرت خیز اعلان فرمایا:

لوگو! تمہارا پروردگار ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے، تم سب

اولادِ آدمؑ ہو اور آدمؑ مٹی سے بنے تھے، اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک تم میں سے زیادہ وہ معزز ہے جو تم میں سب سے زیادہ پاک باز ہے، کسی عربی کو عجمی پر فضیلت نہیں، مگر تقویٰ کی بناء پر۔ (بحوالہ: کنزالاعمال)

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے مساواتِ نسل انسانی کا زبانی سبق نہیں دیا بلکہ آپ ﷺ کی مبارک زندگی کا عملی پہلو اس نوعیت کے واقعات سے مالامال ہے۔

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے اپنی سگی پھوپھی زاد زینب بنت جحش کا نکاح حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے کردیا، جو غلام تھے۔ قریش کی سب سے محترم شاخ بنو ہاشم کی ایک بیٹی کا ان سے نکاح کر کے نسلی فخر کو ختم کردیا۔

(بحوالہ: سیرت طیبہ)

جنگ بدر میں فوج کی صف بندی ہو رہی تھی، ایک صحابی رضی اللہ عنہ سیدھے کھڑے نہیں ہو رہے تھے، آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک پتلی چھڑی تھی، آپ ﷺ نے اس سے صحابیؓ کو چوکا دیا کہ برابر ہو جاؤ۔ انہوں نے کہا!

یا رسول اللہ! مجھے ایذا ہوئی ہے، میں بدلہ لوں گا۔

آپ ﷺ نے اپنے آپ کو پیش فرما دیا۔ وہ بولے کہ میرے جسم پر کرتا نہ تھا، رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے بھی کرتا اُٹھا لیا اور فرمایا کہ اب بدلہ لے لو۔

صحابی رسول ﷺ نے آگے بڑھ کر بدلہ لینے کی بجائے حضور اقدس ﷺ کا جسد اطہر (مہر نبوت) چوم لیا، لیکن یہ تو ان کے دل کی نیت تھی۔ آپ ﷺ نے خود کو پیش فرما دیا اور یہ نہیں فرمایا کہ مجھے رسول اللہ ہونے، سربراہ ریاست یا سپہ سالار ہونے کی حیثیت سے تم پر عدالتی چارہ جوئی کے سلسلے میں کوئی فوقیت حاصل ہے۔

(بحوالہ: سیرت طیبہ)

☆ شرفِ انسانیت

رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام، حضرت محمد ﷺ کا نوع انسانی پر تیسرا احسانِ عظیم احترامِ انسانیت اور انسان کی قدر و قیمت کا وہ اسلامی تصور ہے جو آپ ﷺ کا عطیہ اور اسلام کا تحفہ ہے۔ اسلام کا ظہور جس زمانہ میں ہوا، اس دور میں انسان سے زیادہ ذلیل کوئی نہیں تھا۔ انسانی وجود بالکل بے قیمت اور بے حقیقت ہو کر رہ گیا تھا۔ بعض اوقات پالتو جانور، بعض حیوانات، بعض درخت جن کے ساتھ بعض عقائد و روایات وابستہ ہوگئی تھیں، انسان سے کہیں زیادہ قیمتی، لائق احترام اور قابل حفاظت تھے۔ ان کے لئے بے تکلف انسانوں کی جانیں لی جاسکتی تھیں اور انسانوں کے خون اور گوشت کے چڑھاوے چڑھائے جاسکتے تھے۔ رحمۃ للعالمین ﷺ نے انسانوں کے دل و دماغ پر یہ نقش بٹھا دیا کہ انسان اس کائنات کا سب سے زیادہ قیمتی، قابل احترام، لائق محبت اور مستحقِ حفاظت ہے۔ آپ ﷺ نے انسان کا پایہ اتنا بلند کیا کہ اس سے اور صرف خالق کائنات کی ہستی رہ جاتی ہے۔

(بحوالہ: نبی رحمت ﷺ)

احترام انسانیت کے سلسلہ میں ارشادِ خداوندی ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِىْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ٥

(بنی اسرآءیل : ۷۰)

ترجمہ: اور ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی اور ان کو جنگل اور دریا میں سواری اور پاکیزہ روزی عطا کی اور اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت دی۔

☆ مایوسی کا خاتمہ

رحمۃ للعالمین ﷺ کی بعثت کے وقت نوع انسانی اپنی ذات سے بدگمان اور اللہ کی رحمت سے مایوس ہو چکی تھی، آپ ﷺ کی مبارک محنت سے انسانیت کا اپنی فطرت اور اپنی فطری صلاحیتوں پر وہ اعتماد بحال ہو گیا جو بالکل متزلزل ہو گیا تھا۔ انسان نئے عزم و یقین اور نئے جوش و ولولہ کے ساتھ اپنی اور انسانیت کی تقدیر چمکانے اور اپنی قسمت اور قوت آزمانے کے لئے سرگرم سفر ہو گیا۔

(بحوالہ: نبی رحمت ﷺ)

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے گناہوں، لغزشوں اور غلطیوں کو ایک عارضی حالت قرار دیا، جس میں انسان کبھی کبھی اپنی نادانی، کوتاہ نظری اور نفس و شیطان کی ترغیب سے مبتلا ہو جاتا ہے۔ صلاحیت، خیر پسندی اور اعتراف قصور و ندامت، اس کی فطرت کا اصل تقاضا اور انسانیت کا جوہر ہے۔ اپنی غلطی کا اعتراف کرنا، اس پر نادم ہونا، اللہ تعالیٰ کے سامنے رونا اور آہ و زاری کر کے اپنے اس قصور کو معاف کرا لینا اور آئندہ ایسی غلطی کے نہ کرنے کا عزم و ارادہ کرنا، انسان کی شرافت اور سیّدنا حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی میراث ہے۔ آپ ﷺ نے دُنیا کے مایوس، دل شکستہ اور گناہوں کے دلدل میں ڈوبے ہوئے انسانوں پر توبہ کا ایسا دروازہ کھولا، اور اس کی تبلیغ فرمائی کہ آپ ﷺ کو اس شعبہ کا دوبارہ زندہ کرنے والا کہنا صحیح ہوگا۔ اسی بناء پر آپ ﷺ کے پاک ناموں میں ایک نام "**نبی التوبہ**" (توبہ کا پیغمبر) بھی ہے۔ آپ ﷺ نے توبہ کے ایسے فضائل بیان کئے اور اس کا مرتبہ اتنا بلند کیا کہ وہ اعلیٰ درجہ کی عبادت اور اللہ تعالیٰ کے قرب اور اس کی محبوبیت کا ایسا ذریعہ بن گیا کہ اس پر بڑے بڑے معصوم صفت عابدوں اور زاہدوں کو رشک آنے لگا۔

اس کے علاوہ ایک اصول کے طور پر اس کا اعلان کیا کہ رحمت الٰہی ہر چیز پر حاوی اور غضب وجلال پر غالب ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ

(الاعراف: ۱۵۶)

ترجمہ: میری رحمت ہر ایک سے زیادہ وسیع ہے۔

حدیث قدسی ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔ مایوسی کو بھی کفر اور جہالت وگمراہی کے مترادف قرار دیا گیا۔

قرآن مجید میں ارشادِ خداوندی ہے:

اِنَّهٗ لَا یَایْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اِلَّا الْقَوْمُ الْکٰفِرُوْنَ

(یوسف: ۸۷)

ترجمہ: اور اللہ کی رحمت سے نا اُمید مت ہو، بے شک اللہ کی رحمت سے وہی لوگ نا اُمید ہوتے ہیں جو کافر ہیں۔

☆ دین ودُنیا کی وحدت

نبوت محمدی ﷺ کا پانچواں عظیم اور نا قابل فراموش احسان اور ایک گرانقدر تحفہ دین ودُنیا کی وحدت کا تصور ہے۔ رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کی پاکیزہ تعلیمات کے مطابق انسان کے اعمال واخلاق اور ان سے پیدا ہونے والے نتائج اور اصل انحصار، انسان کی ذہنی کیفیت، عمل کے محرکات اور اس کے مقصد پر ہے، جس کو اسلام نے دین وشریعت کی زبان میں ''نیّت'' کے ایک سادہ، لیکن نہایت بلیغ لفظ میں ادا کیا ہے۔ اس کے نزدیک نہ کوئی چیز "دُنیا" ہے اور نہ ہی کوئی چیز "دین"۔ اس کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی رضا کی طلب، اخلاص، اور اس کے حکم کی تعمیل کے جذبہ وارادہ سے بڑے سے

بڑا دُنیاوی عمل، یہاں تک کہ حکومت، جنگ، نفس کے تقاضوں کی تکمیل، حصول معاش کی جدوجہد، جائز تفریح کا سامان، ازدواجی و عائلی زندگی، سب اعلیٰ درجہ کی عبادت، تقرب الی اللہ کا ذریعہ، اعلیٰ سے اعلیٰ مراتب ولایت تک پہنچنے کا وسیلہ اور خالص دین بن جاتی ہے۔ اس کے برخلاف بڑی سے بڑی عبادت اور دینی کام جو رضاء الٰہی کے مقصد اور اطاعت کے جذبہ سے خالی ہو (حتیٰ کہ فرض عبادتیں، ہجرت و جہاد، قربانی و سرفروشی اور ذکر و تسبیح) خالص دُنیا..... اور ایسا عمل شمار ہوگا، جس پر کوئی ثواب اور اجر نہیں ہے۔

(بحوالہ: نبی رحمت ﷺ)

رحمۃ للعالمین، حضرت محمد ﷺ کا یہ عظیم ترین معجزہ اور انسانیت کے لئے عظیم تحفہ اور آپ ﷺ کی رحمۃ للعالمینی کا مظہر ہے کہ آپ ﷺ کامل طور پر رسول وحدت ہیں اور آپ ﷺ ''**بشیر و نذیر**'' ہیں۔ آپ ﷺ نے دین و دُنیا کے تضاد کے نظریہ کو ختم کر کے پوری زندگی کو عبادت میں اور پورے روئے زمین کو ایک وسیع عبادت گاہ میں تبدیل کر دیا۔ دُنیا کے انسانوں کو متحارب کیمپوں سے نکال کر حسن عمل، خدمتِ خلق اور حصولِ رضاءِ الٰہی کے ایک ہی محاذ پر کھڑا کر دیا۔ یہاں لباسِ دُنیا میں درویش، قباءِ شاہی میں فقیر و زاہد، سیف و تسبیح کے جامع، رات کے عبادت گزار اور دن کے شہسوار نظر آئیں گے اور ان کو اس میں کسی قسم کا تضاد محسوس نہیں ہوگا۔ (بحوالہ: نبی رحمت ﷺ)

☆ منزل کا تعین

رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کی بعثت سے قبل انسان اپنی منزل مقصود سے بے خبر تھا، اس کو یاد نہیں رہا تھا کہ اس کو کہاں جانا ہے؟ اس کی صلاحیتوں کا اصل نشانہ کیا ہے؟ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے نسل انسانی کے سامنے اس کی حقیقی منزل لا کر کھڑی

کردی ۔ آپ ﷺ نے یہ بات دل پر نقش کردی کہ خالق کائنات کی صحیح معرفت، اس کی ذات وصفات اور اس کی قدر وحکمت کا صحیح علم، ملکوت السموات والارض کی وسعت وعظمت اور لامحدودیت کی دریافت، ایمان ویقین کا حصول، اللہ تعالیٰ کی محبت ومحبوبیت، اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا اور اس سے راضی ہوجانا، اس کثرت میں وحدت کی تلاش، انسان کی حقیقی سعادت اور کمال آدمیت ہے ۔ اپنی باطنی قوتوں کو ترقی دینا، ایمان ویقین کی دولت سے مالا مال ہونا، انسانوں کی خدمت اور ایثار وقربانی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا حاصل کرنا اور کمال وترقی کے ان اعلیٰ مدارج تک پہنچ جانا، جہاں فرشتے بھی نہیں پہنچ سکتے، انسانوں کی کوششوں کا حقیقی میدان ہے ۔ یہ انقلاب عظیم رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام، حضرت محمد ﷺ کا عظیم معجزہ اور آپ ﷺ کی رحمۃ للعالمینی کا کرشمہ ہے ۔ (بحوالہ: نبی رحمت ﷺ)

☆ اشاعتِ علم

رحمۃ للعالمینی کا تقاضا تھا کہ آپ ﷺ نے پوری کائنات میں ''علم'' کو عام کیا ۔ آپ ﷺ نے یہ واضح فرمایا کہ انسانیت کو جو امتیاز حاصل ہے اس کا سبب علم ہے ۔ انسان کو فرشتوں پر جو شرف اور برتری عطا کی گئی، وہ علم کی وجہ سے تھی ورنہ عبادت اور اطاعت میں فرشتوں کا مقابلہ ممکن نہیں ہے ۔

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ جب مدینہ منورہ پہنچے تو وہاں سب سے پہلے مسجد تعمیر فرمائی اور مسجد کے ساتھ ہی ایک چبوترہ بنوایا جسے ''صفہ'' کہتے ہیں ۔ یہ اسلام کی اولین درسگاہ تھی، جس کے معلم اوّل خود رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ تھے، پھر جب بدر کی لڑائی میں کچھ لوگ گرفتار ہوکر آئے تو ان میں سے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے، ان کا فدیہ یہی مقرر کیا گیا کہ دس دس بچوں کو پڑھنا لکھنا سکھادیں تو وہ آزاد ہیں ۔ (بحوالہ: سیرت طیبہ)

☆ معاشی استحصال کا خاتمہ

حضور اقدس ﷺ کی رحمۃ للعالمینی کا فیضان ہے کہ آپ ﷺ نے معاشی زندگی کو حق و انصاف کے اصولوں کے مطابق اس انداز سے ترتیب دیا کہ اسلامی معاشرے سے ہر طرح کے معاشی استحصال کا خاتمہ کر کے ہر فرد کو معاشی تحفظ عطا فرمایا۔ جاہلی دور کی معاشی زندگی میں لوٹ کھسوٹ، ڈاکہ زنی، سود خوری، قمار بازی اس طرح سرایت کر گئی تھی کہ معاشرے کی بنیاد ہی انہی برائیوں پر تھی اور جو شخص ان کاموں میں جتنا زیادہ ملوث ہوتا، اس معاشرے میں اتنا ہی باعزت سمجھا جاتا۔ ذرائع آمدنی پر چند لوگوں کا قبضہ ہوتا اور اکثریت روکھی سوکھی کی محتاج ہو جاتی۔ آپ ﷺ کی رحمت و شفقت اسے کب گوارا کر سکتی تھی کہ چند افراد وسائل رزق پر قابض ہو جائیں اور جسے چاہیں بھوک اور افلاس کی صحرا میں دھکیل دیں۔ آپ ﷺ نے پورے معاشی نظام کو نئے خطوط پر استوار کیا۔

سود کا مکمل خاتمہ کر کے زکوٰۃ کو اجتماعی فریضے کے طور پر نافذ فرمایا، خرید و فروخت کے طریقے مقرر فرمائے، حلال و حرام کی تمیز سکھائی اور ذرائع آمدنی میں حرام اور حلال کا خط کھینچا، جوئے اور شراب کو مکمل طور پر بند فرمایا، بخل اور فضول خرچی دونوں کی ممانعت کر کے اعتدال کی راہ میں چلنے کا طریقہ سکھایا، وراثت میں تمام وارثوں کے حصے مقرر فرمائے جو اس قدر منصفانہ ہیں کہ اس سے بہتر تجویز کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کسی شخص کو بھوک اور افلاس کی حالت میں دیکھتے تو بے چین ہو جاتے۔ آپ ﷺ نے فقر اور تنگدستی کو اللہ تعالیٰ کا عذاب اور کفر سے قریب کر دینے والی چیز بتایا ہے۔

(بحوالہ: سیرت طیبہ)

☆ رحمتِ مجسم

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے اپنی پاکیزہ محنت سے کائنات کی کایا پلٹ دی اور پورے روئے زمین پر ہر جگہ ایسے لوگ تیار فرما دیئے، جو اپنے جسم و جان کے ساتھ مکارمِ اخلاق کی اعلیٰ ترین بلندیوں پر پہنچے۔ آج ہم ان مقدس ہستیوں کی حکایات پڑھتے اور سنتے ہیں تو سراپا حیرت ہو جاتے ہیں لیکن یہ کوئی اچنبھے کی بات نہیں بلکہ یہ آپ ﷺ کی رحمۃ للعالمینی کا اعجاز تھا، ہے اور رہے گا۔

الحمد للہ! اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن مجید میں حضور اقدس ﷺ کی رحمۃ للعالمینی کی گواہی دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ آپ ﷺ کے گرد جو پروانوں کا ہجوم ہے اور صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین آپ ﷺ کو دل وجان سے چاہتے ہیں، آپ ﷺ پر اپنی جانیں اور اولادیں نچھاور فرماتے ہیں، اس کا سبب آپ ﷺ کی رحمت ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ
وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ

(آل عمران: ۱۵۹)

ترجمہ: اللہ کی رحمت ہے آپ ﷺ نرم دل ہیں، اگر آپ ﷺ ترش رو، سخت مزاج ہوتے تو یہ لوگ آپ ﷺ کے اردگرد سے چھٹ جاتے۔

اہل ایمان کو کسی طرح کی کوئی تکلیف پہنچے تو رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ پر انتہائی شاق گزرتی ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ

حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ○

(سورہ توبہ:۱۲۸)

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس ایک پیغمبر (ﷺ) آئے ہیں، تمہاری جنس میں سے،
جو چیز تمہیں مضرت پہنچاتی ہے، اُنہیں بہت گراں گزرتی ہے، تمہاری (بھلائی) کے حریص ہیں،
ایمان والوں کے حق میں تو بڑے ہی شفیق ہیں، مہربان ہیں۔

الحمد للہ! رحمۃ للعالمین، سیّد الاولین والآخرین، پیغمبر اسلام، حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ اقدس کے بارے میں جسٹس محمد سلیمان سلمان منصور پوری رحمۃ اللہ علیہ اپنی تالیف "**سیرۃ رحمۃ للعالمین** ﷺ" کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں:

خورشید رسالت میں اگر چہ تمام مقدس رنگ موجود تھے، لیکن رحمۃ للعالمینی کا وہ نور تھا، جس نے تمام رنگوں کو اپنے اندر لے کر دنیا کو ایک برگزیدہ وجیدہ روشنی سے منور کر دیا۔

ذیل میں چند واقعات تحریر کیے جاتے ہیں، جن سے حضور اقدس ﷺ کی رحمۃ للعالمینی کا بھرپور اظہار ہوتا ہے:

- منافقینِ مدینہ مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے، ان کے سردار کا نام عبداللہ بن ابی تھا، اس نے حضور اقدس ﷺ کے خلاف کئی بار بغاوت کرنے کی درپردہ سازشیں کیں، اُمّ المؤمنین حضرت سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر گھناؤنے الزام لگائے، مگر رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے صرف اسے معاف کر دیا بلکہ جب اس کی وفات ہوئی تو آپ ﷺ نے اپنا کرتا مبارک اس کے کفن کے لئے دیا، اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور اس کے لئے استغفار کی۔ (بحوالہ: سیرت طیبہ)
- ایک مرتبہ ایک دیہاتی آیا اور مسجد نبوی ﷺ میں پیشاب کرنے بیٹھ گیا،

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اسے مارنے کے لئے دوڑے تو آپ ﷺ نے منع فرمادیا۔ جب وہ پیشاب کر کے فارغ ہوا تو آپ ﷺ نے پانی منگوا کر وہ جگہ دھلا دی اور دیہاتی کو انتہائی نرمی سے سمجھا دیا۔

(بحوالہ: سیرت طیبہ)

☆ بچوں کے لئے رحمت وشفقت

❖ اہل عرب اپنے بچوں کو چومنا، ان سے لاڈ پیار کرنا، اپنی سرداری کے خلاف سمجھتے تھے، لیکن رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ بچوں سے بہت پیار کرتے تھے۔ انہیں چومتے، سینے سے لگاتے، کندھے پا بٹھا لیتے۔ ایک عرب سردار اقرع بن حابس نے آپ ﷺ کو بچوں سے پیار کرتے ہوئے دیکھا تو کہا!

''میرے دس بچے ہیں، میں ان سے کبھی پیار نہیں کرتا''۔

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا!

''جو کسی پر رحم نہیں کرتا، اس پر رحم نہیں کیا جاتا''۔

(بحوالہ: سیرت طیبہ)

❖ حضرت زینت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی صاحبزادی امامہ سے رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کو بہت پیار تھا، وہ آپ ﷺ کی نواسی تھیں۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے اس حال میں نماز پڑھائی کہ حضرت امامہ آپ ﷺ کے مبارک کندھے پر تھیں۔ جب آپ ﷺ رکوع میں جاتے تو اُسے نیچے اتار دیتے، جب قیام فرماتے تو اُٹھا لیتے۔

(بحوالہ: سیرت طیبہ)

❖ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں دس سال حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں

رہا، اس طویل عرصے میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میں نے کوئی کام کیا ہو اور آپ ﷺ نے کہا ہو کہ کیوں کیا ہے اور نہ کیا ہو تو اس پر باز پرس ہوئی ہو۔ ایک دفعہ آپ ﷺ نے مجھے کسی کام کے لئے کہا، میں نے انکار کر دیا اور باہر نکل کر دوسرے لڑکوں کو کھیلتے دیکھ کر ان کے ساتھ کھیلنے لگ گیا، جب کچھ دیر گزر گئی تو پیچھے سے کسی نے آ کر کندھے پر ہاتھ رکھا، میں نے دیکھا تو حضور اقدس ﷺ موجود ہیں۔ آپ ﷺ نے نہ مجھے جھڑکا، نہ غصے ہوئے بلکہ پیار اور شفقت سے فرمایا کہ بیٹا!

میں نے تمہیں جس کام کا کہا تھا اب جاؤ، وہ کام کر آؤ

میں نے کہا، ابھی کر کے آتا ہوں۔

(بحوالہ: سیرت طیبہ)

☆ غلاموں کے لئے رحمت

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کی بعثت کے وقت دنیا میں بیشتر اقوام میں غلامی کا رواج موجود تھا، یہ بے بس لوگ جانوروں جیسی زندگی بسر کرتے۔ ان بے چاروں کو پیٹ بھر کر کھانا ملتا اور نہ ہی جسم چھپانے کو کپڑا۔ مالک کے اشارے پر حکم بجالانا ان کا مقدر بن چکا تھا اور اگر کبھی بھول ہو جاتی تو ایسی سخت سزائیں ملتی تھیں کہ جن کے تصور سے ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس سے بھی اگر جی نہ بھرتا تو مالک کو حق حاصل تھا کہ کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیتا۔

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے مظلومیت کے شکار، اس طبقے کو بھی ذلت کی گہرائیوں سے نکالا اور شرفاء کا ہمسر بنا دیا۔ بعثت سے قبل بھی آپ ﷺ انسان کو انسان کے تابع دیکھتے تو پریشان ہو جاتے اور ان کی فلاح کے لئے غور و خوض فرماتے۔ آپ ﷺ ہی کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ مکہ کے چند رئیسوں نے مل کر ایک ''معاہدہ امن'' طے کیا کہ اس مقدس

شہر کو امن کی بستی بنایا جائے گا۔ غریبوں، مسکینوں، یتیموں، ناداروں، غلاموں اور کنیزوں کے حقوق کا خیال رکھا جائے۔ تاریخ میں اس معاہدے کو "**حلف الفضول**" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ گویا آپ ﷺ کو مظلوموں، مسکینوں اور غلاموں سے کس قدر ہمدردی تھی، اس کی عملی ابتداء ظہور اسلام سے قبل ہی ہو چکی تھی۔ (بحوالہ: رسولِ رحمت ﷺ)

ایک دفعہ ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہٗ اپنے غلام کو (کوئی غلطی کرنے پر) پیٹ رہے تھے کہ اچانک پیچھے سے آواز آئی!

"ابو مسعود! تم کو جس قدر اس غلام پر اختیار ہے، اللہ کو اس سے زیادہ تم پر اختیار ہے"۔

ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہٗ نے جونہی مڑ کر دیکھا تو رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کی ذاتِ پاک تھے۔ عرض کیا! یارسول اللہ!

"میں نے اسے اللہ کی راہ میں آزاد کیا"۔

آپ ﷺ نے فرمایا!

"اگر تم ایسا نہ کرتے تو آتشِ دوزخ تم کو چھو لیتی"۔

(بحوالہ: سیرتِ طیبہ)

رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام، حضور اقدس ﷺ کی اس رحمت و شفقت کا نتیجہ تھا کہ اکثر کافروں کے غلام بھاگ کر آپ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتے تھے اور آپ ﷺ انہیں خرید کر آزاد فرما دیتے تھے۔ مالِ غنیمت تقسیم ہوتا تو آپ ﷺ اس میں سے غلاموں کو بھی حصہ دیتے تھے۔

رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام، حضرت محمد ﷺ کی شانِ اقدس میں ہندوستان کے معروف ماہرِ قانون "**بابو جگل کشور کھنہ**" آپ ﷺ کی خدمات کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

"حضرت محمد (ﷺ) کے احسانات صرف ملک عرب پر ہی نہیں،
بلکہ آپ (ﷺ) کی تعلیم اور ہدایت کا فیض تو دنیا کے ہر گوشے میں پہنچا،
غلامی کے خلاف سب سے پہلی آواز آپ (ﷺ) ہی نے اُٹھائی
اور غلاموں کو سگے بھائیوں جیسا مقام بخش دیا"۔

(بحوالہ: رسول رحمت ﷺ، صفحہ ۲۳۲)

☆ عورتوں کے لئے رحمت

رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام، حضور اقدس ﷺ کی بعثت سے قبل دنیا میں کسی مذہب اور تمدن نے عورتوں کو ان کے حقوق نہیں دیئے۔ عورت جب پیدا ہوتی تو زندہ درگور کردی جاتی..... اگر جوانی چڑھتی تو فروخت کردی جاتی..... شوہر مر جاتا تو اسے شوہر کی چتا کے ساتھ ہی جلا دیا جاتا..... غرضیکہ عورت کی حیثیت جانور سے بھی بدتر تھی۔

قبول اسلام کے بعد لوگ رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام، حضرت محمد ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتے اور اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے زمانہ کفر کے قصے سناتے۔ ایسا ہی ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اسلام لانے سے پہلے کا ایک قصہ آپ ﷺ کو سنایا، جس کو ذیل میں تحریر کیا جاتا ہے:

"یارسول اللہ! زمانہ جاہلیت میں ہم اپنی لڑکیوں کا مار ڈالتے تھے۔ میری ایک بیٹی تھی، بے حد بھولی بھالی اور بہت ہی پیاری۔ وہ مجھ سے بہت پیار کرتی تھی، میں آواز دیتا تو بھاگی چلی آتی۔ ایک روز جو مجھ پر شیطان سوار ہوا تو سوچا کہ وقت ہاتھ سے نکلتا جا رہا ہے، آج یہ چھوٹی ہے، کل کو بڑی ہوگئی تو ٹھکانے لگانا مشکل ہو

جائے گا۔ چنانچہ اُسے قتل کے ارادے سے اپنے ساتھ لے کر چلا۔ وہ ہر قسم کے خوف وخطر سے بے نیاز دوڑتی، بھاگتی میرے آگے آگے جارہی تھی۔ میرے گھر سے تھوڑی دُور ایک پرانا کنواں تھا، وہ اُس کنوئیں کے کنارے پر پہنچی تو رُک گئی۔ میں نے موقع غنیمت جانا اور پیچھے سے اُسے کنوئیں میں دھکا دے دیا۔ کنوئیں میں گرتے ہی اُس نے دل ہلا دینے والی چیخ ماری اور ساتھ ہی ابا.... ابا.... کی آوازیں آنے لگیں۔ تھوڑی دیر میں آوازیں تھم گئیں اور میں اطمینان سے گھر آ گیا"۔ (بحوالہ: رسول رحمت ﷺ)

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے یہ دردناک کہانی سنی تو پاکیزہ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ ایک دوسرے صحابی رضی اللہ عنہ بھی پاس بیٹھے تھے، انہوں نے اس شخص سے کہا کہ تمہیں ایسا پُر درد قصہ حضور اقدس ﷺ کو نہیں سنانا چاہئے تھا، اس قصہ سے تو آپ ﷺ پریشان ہو گئے ہیں۔ اس پر رحمۃ للعالمین ﷺ نے فرمایا، کوئی بات نہیں، اسے کہنے دو، جو مصیبت اس پر پڑی ہے، وہ بے چارہ اس کا علاج پوچھنے آیا ہے۔ پھر اس شخص کی طرف آپ ﷺ نے رُخ مبارک کیا اور فرمایا! ہاں، ایک بار پھر کہو۔ اس نے دوبارہ وہی قصہ حرف بحرف بیان کر دیا۔ یہ واقعہ سننے سے رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ پر رقت طاری ہو گئی، سر مبارک زانوؤں پر رکھ لیا اور روتے روتے ریش مبارک تر ہو گئی۔ کچھ دیر بعد سر مبارک اٹھایا اور فرمایا!

ماضی کو بھول جاؤ، اسلام لانے پر زمانہ جاہلیت کے سارے گناہ معاف ہو گئے، جاؤ! اب نئے سرے سے زندگی شروع کرو۔

(بحوالہ: سیرت النبی ﷺ از سیّد سلیمان ندویؒ، جلد ششم، ص ۲۱۲)

الحمد للہ!

آفتابِ رسالت ﷺ طلوع ہوا تو عورت جیسی مظلوم اور بے یارومددگار مخلوق کی بھی سنی گئی۔ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے عورت کو وہ مقدس مقام دیا جس کا انسانیت کبھی تصور بھی نہیں کر سکتی۔ یہ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کا معجزہ تھا کہ اس مصیبت اور پریشانی کو سراسر رحمت میں بدل دیا۔ آپ ﷺ نے بیٹی کی پیدائش کو باعثِ رحمت بتایا۔ اس کی تربیت، پرورش اور تعلیم کو حصولِ جنت کا ذریعہ قرار دیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

"جو شخص دو لڑکیوں (بیٹیوں) کی پرورش کرے گا، یہاں تک کہ جوان ہو جائیں تو قیامت کے دن میں وہ یوں قریب ہوں گے، جیسے یہ میری دو انگلیاں"۔

(وضاحت کے لئے آپ ﷺ نے اپنے پاکیزہ ہاتھ کی انگلیاں اوپر اٹھا کر دکھائیں)

(مسلم شریف)

ترمذی شریف میں حدیثِ قدسی ہے:

"تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنی بیوی کے لئے بہتر ہے۔

(ترمذی شریف)

حجۃ الوداع کے خطبہ میں بھی رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کو عورتوں کے حقوق کا مکمل احساس رہا۔ آپ ﷺ کا آخری وعظ تھا اور آخری تلقین، اس لحاظ سے اسے وصیت بھی کہہ سکتے ہیں۔ حدیثِ مبارکہ کے الفاظ کا ترجمہ ہے:

"عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو کہ وہ تمہارے بس میں ہیں"۔

(صحیح مسلم)

بیویوں کی طرف توجہ نہ کرنے والوں کو سرزنش فرمائی۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نہایت نیک، عبادت گزار اور یادِ الٰہی میں اس قدر مشغول

رہتے کہ بیوی کی طرف توجہ نہیں کرتے تھے۔ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کو پتہ چلا تو انہیں بلا بھیجا اور فرمایا!

"تیری بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے"۔

(ابن ماجہ)

رحمۃ للعالمین، حضو اقدس ﷺ نے نیک عورت کی فضیلت میں فرمایا!

"تقویٰ کے بعد نیک عورت سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں"۔

(بخاری شریف)

عورت کا ایک رُوپ "ماں" کا ہے۔ ماں کے رشتے کو زمانہ جاہلیت میں بھی مقدس سمجھا جاتا تھا، لیکن اسلام نے عورت کے اس روپ کے تقدس کو انتہا تک پہنچا دیا۔ جنت کو ماں کے قدموں کے نیچے کہہ کر اس ہستی کے مقام و مرتبہ کو کس قدر بلند کر دیا گیا ہے۔ ماں کی خدمت کو جہاد پر فضیلت دی اور اس کے ساتھ نیکی کو کئی گناہوں کا کفارہ قرار دیا۔ حقیقی ماں ہی نہیں، رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے تو رضاعی ماں کو بھی سگی ماں جیسا مقام و مرتبہ دیا۔ رضاعی بہنوں اور رضاعی ماؤں کو بھی حقوق عطا فرمائے۔

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے بیوہ عورتوں کی بھی دستگیری فرمائی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا!

"بیوہ اور غریب کے لئے دوڑ دھوپ کرنے والے کا مقام اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کے برابر ہے اور وہ اُس شخص سے کسی طور پر کم نہیں جو دن کو روزہ رکھتا ہے اور رات بھر نماز پڑھتا ہے"۔

(بخاری شریف)

الحمدللہ! عورت کے مقام کو بلند کرنے کے سلسلے میں رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام، حضرت محمد ﷺ کی پاکیزہ کوششوں کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے معروف عیسائی مصنف "**مسٹر پیٹر کریٹبس**" لکھتے ہیں:

"حضرت محمد (ﷺ) نے عورتوں کے حقوق کی ایسی حفاظت کی کہ پہلے کسی نے نہیں کی۔ وراثت اور جائیداد میں ان کے حصے کو تسلیم کیا گیا۔ اسلام نے عورت کو اس زمانے میں وہ حقوق اور مراعات عطا کیں جو تعلیم یافتہ عیسائی عورت کو آج بیسویں صدی میں بھی حاصل نہیں"۔

(بحوالہ: رسول رحمت ﷺ، ص ۲۳۱)

دشمنوں کے لئے رحمت

حضور اقدس ﷺ کی رحمۃ للعالمینی سے نہ صرف اہل ایمان بلکہ اہل کفار بھی مستفید ہوئے۔ قرآنِ مجید میں سابقہ امم کے تذکرے آئے ہیں، جب کسی امت نے اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت کو جھٹلایا تو اللہ جل جلالہ کا عذاب نازل ہو گیا۔ یہ عذاب کبھی طوفان اور آندھی کی شکل میں، کبھی زلزلوں اور سنگ باری کی صورت میں اور کبھی شکلیں مسخ ہو گئیں، کبھی فرشتے کی چیخ پر انسانوں کے کلیجے پھٹ گئے، لیکن پیغمبر اسلام، حضور اقدس ﷺ کی رحمۃ للعالمینی کا فیضان ہے کہ آپ ﷺ کے دشمنوں پر بھی اس قسم کا کوئی عذاب نازل نہیں ہوا، جس کی وجہ بتاتے ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا ہے:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ

(الانفال: ۳۳)

ترجمہ: اللہ آپ (ﷺ) کی موجودگی میں انہیں عذاب نہیں دے گا۔

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے اپنی ذات کی خاطر کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا اور

نہ ہی اس کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ ابوجہل کی اسلام دشمنی کسی سے پوشیدہ نہیں۔ حضور اقدس ﷺ نے کفار کو حق کی دعوت دی تو وہ مخالفت میں سب سے آگے تھا۔ دیگر کفار و مشرکین تو محض زبانی مخالفت کرتے تھے، جبکہ ابوجہل عملی تشدد سے بھی باز نہیں آتا تھا، لیکن آپ ﷺ نے بذاتِ خود کبھی اس سے انتقام نہیں لیا اور کئی بار ابوجہل کے گھر جا کر اسے "اسلام" کی دعوت دی، تا کہ وہ آخرت کے عذاب سے بچ جائے۔

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے اپنے جانی دشمنوں اور قاتلانہ حملہ آوروں کو بھی معاف فرما دیا۔ غزوہ بدر میں قریشِ مکہ کا زبردست نقصان ہوا تھا، ان کے کئی نامور سردار مارے گئے تھے۔ کفار کو اس کا بہت صدمہ تھا، وہ مسلمانوں سے انتقام لینے کی تدبیریں سوچتے رہتے تھے۔ چنانچہ کافی غور وخوض کے بعد انہوں نے فیصلہ کیا کہ کسی طریقہ سے آپ ﷺ کو قتل کر دیں۔ بھاری انعام کا لالچ دے کر حضور اقدس ﷺ کے ایک پرانے دشمن عمیر بن وہب کو اس کام کے لئے آمادہ کیا گیا۔ چنانچہ عمیر نے اپنی تلوار زہر میں بجھائی اور منزلیں طے کرتا ہوا مدینہ پہنچ گیا۔ حضور اقدس ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو پتہ چلا تو انہوں نے عمیر بن وہب کو گرفتار کر لیا اور رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اُس نے سارا قصہ کہہ سنایا لیکن رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے عمیر بن وہب کو معاف فرما دیا اور فرمایا کہ اسے کھلی چھٹی ہے، جہاں اس کا جی چاہے، چلا جائے۔

عمیر بن وہب نے عرض کیا!

"یا رسول اللہ! آپ جیسی مشفق اور مہربان ہستی کو چھوڑ کر اب اور کہاں جاؤں گا، یہ کہا اور مسلمان ہو گئے"۔

(بحوالہ: رسول رحمت ﷺ)

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر اپنے دشمنوں کے ساتھ جو معاملہ فرمایا، اس کی مثال انسانیت کی پوری تاریخ میں نہیں ملتی..... نہ صرف معاف کر دیا بلکہ ابوسفیان جو آپ ﷺ کے خلاف ہر تحریک کا سرغنہ تھا اور بدر کے علاوہ تمام جنگوں میں کفار کا سپہ سالار رہا..... رحمۃ للعالمین ﷺ نے اُسے یہ اعزاز بخشا اور فرمایا!

مَنْ دَخَلَ دَارَ اَبِیْ سُفْیَانَ کَانَ اٰمِنًا

''جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اسے امن ہے''۔

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے دُشمنوں سے انتقام لینے کی بجائے خود اُن کی اذیتوں اور مظالم کو یکسر فراموش کر دیا اور تمام لوگوں کو جمع کر کے فرمایا!

لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ اِذْ هَبُوْا اَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ

''آج تم پر کوئی مؤاخذہ نہیں، تم سب آزاد ہو''۔

(بحوالہ: سیرت طیبہ)

حضور اقدس ﷺ کی رحمۃ للعالمینی کا ایک عظیم مظاہرہ ہمیں طائف میں نظر آتا ہے، جبکہ آپ ﷺ کی تبلیغ کے جواب میں طائف والوں نے آپ ﷺ پر پتھر برسائے اور آپ ﷺ لہولہان ہو گئے۔ طائف سے باہر نکل کر ایک باغ میں آپ ﷺ نے پناہ لی، اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور دُعا کی، پہاڑوں کا فرشتہ آپ ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض بجا لایا، یا رسول اللہ! اجازت ہو تو طائف کے اردگرد کے پہاڑوں کو آپس میں ملا دوں، جس سے یہ لوگ، جنہوں نے آپ ﷺ پر پتھر پھینکے، ہلاک ہو جائیں۔

سبحان اللہ! حضور اقدس ﷺ کی رحمۃ للعالمینی کا کرشمہ تھا کہ آپ ﷺ نے فرمایا! نہیں..... ''ہوسکتا ہے ان کی اولاد میں سے کوئی مسلمان ہو''۔

(بحوالہ: سیرتِ طیبہ)

دشمنوں کے بارے میں رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کی شانِ رحمت کا ذکر کرتے ہوئے ایک معروف ہندو ماہر تعلیم "**لالہ مھرچند لدھیانوی**" لکھتے ہیں:

"دشمنوں کے ہاتھوں بانی اسلام (ﷺ) کو ایسے ایسے ظلم سہنے پڑے کہ جن پر کمزور سے کمزور انسان بھی بگڑ کر کھڑا ہو جاتا ہے، مگر آپ (ﷺ) نے مقابلے کی طاقت ہونے کے باوجود کبھی بدلہ لینے کا نہ سوچا۔ وجہ یہ کہ آپ (ﷺ) کو دنیا کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا تھا، مگر جب دشمنوں کی زیادتی حد سے بڑھ گئی اور اندیشہ پیدا ہو گیا کہ کہیں مسلمانوں کی قلیل جماعت کو ہی نہ کچل دیں، تو آپ (ﷺ) نے انتہائی مجبوری کی حالت میں محض اپنے دفاع کی غرض سے طاقت کا استعمال لیا، ورنہ اگر آپ (ﷺ) کا بس چلتا تو سرزمین عرب میں خون کا ایک قطرہ بھی نہ گرتا، ہرچند آپ (ﷺ) کی ذات والا صفات سراپا رحمت وشفقت تھی"۔ (بحوالہ: رسولِ رحمت ﷺ)

☆ جانوروں کے لئے رحمت

رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام، حضور اقدس ﷺ کے فیض رحمت سے حیوانات بھی مستفید ہوئے۔ عرب میں حیوانات پر ظلم کرنے کا عام رواج تھا۔ آپ ﷺ نے ان بے زبانوں پر ظلم موقوف کرا دیئے۔ اونٹ کے گلے میں قلاوہ لٹکانے کا دستور تھا، اس کو روک دیا گیا۔ زندہ جانوروں کے بدن سے گوشت کا ٹکڑا کاٹ کر اس کو پکا کر کھایا جاتا تھا، اس کو منع فرما دیا گیا۔ جانوروں کی دم اور گردن کے بال کاٹنے منع فرما دیئے۔ جانوروں کو دیر تک سائے میں باندھ کر کھڑا رکھنے کی ممانعت فرمائی اور فرمایا کہ جانوروں کی پیٹھوں کو

اور اپنی نشست گاہ کو کرسی نہ بناؤ۔

(بحوالہ: سیرتِ طیبہ)

عام دستور تھا کہ جانوروں کو باندھ کر اس کا نشانہ بنایا جاتا تھا اور تیراندازی کی مشق کی جاتی تھی، رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے اس سنگدلی کی قطعاً ممانعت فرمادی۔

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کسی سفر پر تشریف لے جارہے تھے، ایک جگہ قیام فرمایا، وہاں قریب ہی ایک پرندے نے انڈا دیا ہوا تھا۔ ایک شخص نے وہ انڈا اٹھالیا۔ وہ پرندہ بے قرار ہورہا تھا، آپ ﷺ کو پتہ چلا تو حکم فرمایا!

''اس انڈے کو وہیں رکھ دو''۔

(بحوالہ: سیرتِ طیبہ)

رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام، حضور اقدس ﷺ ایک مرتبہ ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے، ایک بھوکا اونٹ آپ ﷺ کو دیکھ کر بلبلایا۔ آپ ﷺ نے شفقت سے اس پر ہاتھ پھیرا، پھر لوگوں سے اس کے مالک کا نام پوچھا، معلوم ہوا ایک انصاری کا ہے۔ آپ ﷺ نے اسے بلا کر فرمایا!

اس جانور کے معاملے میں تم اللہ سے نہیں ڈرتے۔

(بحوالہ: سیرتِ طیبہ)

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کا جانوروں کے ساتھ رویے کے بارے میں مشہور برطانوی مصنف ''**ایس مارگولتھ**'' لکھتے ہیں:

''آپ (ﷺ) کی دردمندی کا دائرہ انسانوں تک ہی محدود نہ تھا، بلکہ آپ (ﷺ) نے جانوروں کے ساتھ بھی ظلم وزیادتی کو سخت برا کہا ہے''۔

(بحوالہ: رسولِ رحمت ﷺ)

الحمدللہ!

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی شانِ رحیمی اور کریمی کے طفیل ہر نبی اپنی قوم کے لئے رحمت بن کر آتا تھا، ظلمت وجہالت میں بھٹکتی قوم کو سیدھی راہ دکھاتا اور اللہ تعالیٰ کا تعارف کرواتا اور اُس کی ہدایت کو اُس کے بندوں تک پہنچاتا تھا۔ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ آخری نبی ہیں، اب قیامت تک کوئی اور نبی نہیں آئے گا، امت مسلمہ آخری امت ہے اور قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے۔ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس کی رحمت اور سابقہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی رحمت میں یہ فرق ہے کہ آپ ﷺ سے پہلے آنے والے تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام مختلف زمانوں، مختلف قوموں اور مختلف علاقوں کے لئے مبعوث ہوئے تھے، جبکہ آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس سب زمانوں اور تمام جہانوں کے لئے ذریعہ ہدایت ہے اور قیامت تک کائنات آپ ﷺ ہی کے سایہ رحمت میں رہے گی۔ آپ ﷺ کی رحمت دنیا میں بسنے والے سب لوگوں، خواہ وہ کسی رنگ ونسل یا مذہب وملت سے تعلق رکھتے ہوں، مومن و کافر، سبھی آپ ﷺ کے دامنِ رحمت میں پناہ لئے ہوئے ہیں۔ اقوام عالم کو چاہئے کہ وہ رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام، حضرت محمد ﷺ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کریں اور دائرہ اسلام میں داخل ہو جائیں۔

باب نمبر 16

رحمۃ للعالمین ﷺ کے ساتھ

محبت کے واقعات

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور کامل واکمل دُرود و سلام ہو سیّد الانبیاء والمرسلین، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین، ہمارے آقا، حضرت محمد ﷺ پر جن کی مبارک محنت سے زندگی میں دلوں کو اور مرنے کے بعد قبروں کو منور فرمایا اور جن کا ظہور تمام عالم کے لئے رحمت ہے اور آپ ﷺ کی آل اولاد اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پر جو ہدایت کے ستارے ہیں اور دین اسلام کے پھیلانے والے ہیں، نیز اُن مؤمنین اور مؤمنات پر بھی جو ایمان کے ساتھ اِن کا اتباع کرنے والے ہیں۔

الحمدللہ! اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کی پاکیزہ روح کو بشری خصائص سے نواز کر خیر وخوبی اور کمالات ومحاسن کا جامع بنایا۔ خدائی مخصوص صفات اُلوہیّت، ربوبیت، صمدیّت، یکتائی اور کبریائی کے علاوہ جو صفاتِ کمال کسی بشر کو عطا کی جاسکتیں تھیں، اُن سب کو جسد اطہر میں ودیعت رکھ کر اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنے کمالات اور حسن کا پورا مظہر بنا کر اپنے حبیب کو پیدا فرمایا، چنانچہ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کی ذاتِ گرامی قدرت کا شاہکارِ عظیم ہیں۔ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے حبیب ہیں، علماء کرام کے نزدیک ”حبیب اللہ“ کا لفظ محبت کے تمام پہلوؤں کو جامع ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ

تم میں سے کوئی شخص اُس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا، جب تک اُس کو میری محبت اپنے باپ اور اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ نہ ہو جائے۔

(بحوالہ: فضائل اعمال)

رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام، حضرت محمد ﷺ کے جانثار صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، آپ ﷺ سے والہانہ محبت کرنے والے تھے، ان پاک ہستیوں کو نہ جان کی پرواہ تھی، نہ زندگی کی تمنا، نہ مال کا خیال، نہ تکلیف کا خوف اور نہ موت کا ڈر۔ حضرت علی کرم اللہ وجہٗ سے کسی نے پوچھا کہ آپؓ کو حضور اقدس ﷺ سے کتنی محبت تھی؟ آپؓ نے ارشاد فرمایا کہ خدائے پاک کی قسم!

حضور اقدس ﷺ ہم لوگوں کے نزدیک اپنے مالوں سے اور اپنی اولادوں سے اور اپنی ماؤں سے اور سخت پیاس کی حالت میں ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبوب تھے۔

(بحوالہ: فضائل اعمال)

الحمدللہ! ذیل میں رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کے ساتھ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی محبت کے چند واقعات تبرکاً تحریر کیے جاتے ہیں، حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف سے اور اپنے محبوب ﷺ کے وسیلہ سے اپنی اور اپنے پاک رسول ﷺ کی محبت ہمیں بھی عطا فرمائیں، تو ہر عبادت میں لذت ہے اور دین کی ہر تکلیف میں راحت ہے۔

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

☆ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ اور محبتِ رسول ﷺ

ابتدائے اسلام میں جو شخص مسلمان ہوتا تھا وہ اپنے اسلام کو حتی الوسع مخفی رکھتا تھا۔حضور اقدس ﷺ کی طرف سے بھی اِخفا کی تلقین ہوتی تھی، اس وجہ سے کہ ان کو کفار سے اذیت نہ پہنچے۔ جب مسلمانوں کی تعداد اُنتالیس تک پہنچی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے اظہار کی درخواست کی کہ کھلم کھلا علی الاعلان تبلیغ کی جائے۔حضور اقدس ﷺ نے اوّل انکار فرمایا،مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے اصرار پر قبول فرمالیا اور ان سب حضرات کو ساتھ لے کر بیت اللہ میں تشریف لے گئے۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے تبلیغی خطبہ شروع کیا، یہ سب سے پہلا خطبہ ہے، جو اسلام میں پڑھا گیا اور حضور اقدس ﷺ کے چچا سیّد الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہٗ اسی دِن اسلام لائے اور اس کے تین دِن بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ مشرف با سلام ہوئے۔ خطبہ شروع ہوا ہی تھا کہ چاروں طرف سے کفار و مشرکین مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کو بھی باوجودیکہ مکہ مکرمہ میں ان کی عام طور سے عظمت وشرافت مسلّم تھی، اس قدر مارا کہ تمام چہرہ مبارک خون میں بھر گیا، ناک کان سب لہولہان ہو گئے تھے، پہچانے نہ جاتے تھے، حتی کہ شدت تکلیف کی وجہ سے بے ہوش ہو گئے۔بنو تیم یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کے قبیلے کے لوگوں کو خبر ہوئی، وہ وہاں سے اُٹھا کر لائے، سب سمجھ رہے تھے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ اس وحشیانہ حملے سے زندہ نہ بچ سکیں گے۔بنو تیم مسجد میں آئے اور اعلان کیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کی اگر اس حادثہ میں وفات ہوگئی تو ہم لوگ اُن کے بدلہ میں عتبہ بن ربیعہ کو قتل کریں گے۔عتبہ نے حضرت ابوبکر

صدیق رضی اللہ عنہ کے مارنے میں بہت زیادہ بدبختی کا اظہار کیا تھا۔ شام تک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بے ہوشی رہی، باجود آوازیں دینے کے، بولنے یا بات کرنے کی نوبت نہ آتی تھی۔ شام کو آوازیں دینے پر بولے تو سب سے پہلا لفظ یہ تھا:

حضور اقدس ﷺ کا کیا حال ہے؟

لوگوں نے اس پر بہت ملامت کی کہ اُنہی کے ساتھ کی بدولت یہ مصیبت آئی اور دن بھر موت کے منہ میں رہنے پر بات کی تو وہ بھی حضور اقدس ﷺ ہی کا جذبہ اور اُن ہی کی لے، لوگ پاس سے اُٹھ کر چلے گئے کہ بددلی بھی تھی اور یہ بھی کہ آخر جان باقی ہے کہ بولنے کی نوبت آئی اور آپؓ کی والدہ اُمّ خیر سے کہہ گئے کہ ان کے کھانے پینے کے لئے کسی چیز کا انتظام کردیں، وہ کچھ تیار کر کے لائیں اور کھانے پر اصرار کیا، مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وہی ایک صدا تھی:

حضور اقدس ﷺ کا کیا حال ہے؟

حضور اقدس ﷺ پر کیا گذری؟ ان کی والدہ نے فرمایا کہ مجھے تو خبر نہیں کہ کیا حال ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اُمّ جمیلؓ (حضرت عمرؓ کی بہن) کے پاس جا کر دریافت کرلو کہ کیا حال ہے؟ وہ بے چاری بیٹے کی اس مظلومانہ حالت کی بے تابانہ درخواست کو پورا کرنے کے واسطے اُمّ جمیلؓ کے پاس گئیں اور محمد (ﷺ) کا حال دریافت کیا، وہ بھی عام دستور کے موافق اس وقت تک اپنے اسلام کو چھپائے ہوئے تھیں۔ فرمانے لگیں، میں کیا جانوں، کون محمد (ﷺ) اور کون ابوبکرؓ، تیرے بیٹے کی حالت سن کر رنج ہوا، اگر تُو کہے تو میں چل کر اس کی حالت دیکھوں، اُمّ خیر نے قبول کرلیا، ان کے ساتھ گئیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حالت دیکھ کر تحمل نہ کرسکیں، بے تحاشا رونا شروع کردیا کہ بدکرداروں نے کیا حال کردیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے کئے کی سزا دے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پھر پوچھا:

حضور اقدس ﷺ کا کیا حال ہے؟

اُمّ جمیلؓ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کی والدہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ وہ سن رہی ہیں، آپؓ نے فرمایا کہ ان سے خوف نہ کرو، تو اُمّ جمیلؓ نے خیریت سُنائی اور عرض کیا کہ بالکل صحیح سالم ہیں۔ آپؓ نے پوچھا کہ اس وقت کہاں ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ ارقمؓ کے گھر تشریف رکھتے ہیں۔ آپؓ نے فرمایا کہ مجھ کو خدا کی قسم، اُس وقت تک کوئی چیز نہ کھاؤں گا، نہ پیوں گا، جب تک حضور اقدس ﷺ کی زیارت نہ کرلوں۔ اُن کی والدہ کو تو بے قراری تھی کہ وہ کچھ کھالیں اور انہوں نے قسم کھالی کہ جب تک زیارت نہ کرلوں، کچھ نہ کھاؤں گا، اس لئے والدہ نے اس کا انتظار کیا کہ لوگوں کی آمد ورفت بند ہوجائے، مبادا کوئی دیکھ لے اور کچھ اذیت پہنچائے۔ جب رات کا بہت سا حصہ گزر گیا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہٗ کو لے کر حضور اقدس ﷺ کی خدمت اقدس میں ارقمؓ کے گھر پہنچیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہٗ حضور اقدس ﷺ سے لپٹ گئے، آپ ﷺ بھی لپٹ کر روئے اور مسلمان بھی سب رونے لگے کہ حضرت ابو بکرؓ کی حالت دیکھی نہ جاتی تھی۔ اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضور اقدس ﷺ سے درخواست کی، یا رسول اللہ! یہ میری والدہ ہیں، آپ ﷺ ان کے لئے ہدایت کی دُعا بھی فرمادیں اور ان کو اسلام کی تبلیغ بھی فرمادیں۔ حضور اقدس ﷺ نے اوّل دُعا فرمائی اس کے بعد ان کو اسلام کی ترغیب دی، وہ بھی اسی وقت مسلمان ہوگئیں۔

(بحوالہ: حکایاتِ صحابہؓ)

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

☆ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا اتباع رسول ﷺ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہٗ نے نیا کرتا پہنا، پھر مجھ سے چھری منگوا کر فرمایا!

اے میرے بیٹے! میرے کرتے کی آستین کو پھیلاؤ اور میری انگلیوں کے کنارے پر دونوں ہاتھ رکھ کر جو انگلیوں سے زائد کپڑا ہے اسے کاٹ دو۔ چنانچہ میں نے چھری سے دونوں آستیوں کا زائد کپڑا کاٹ دیا (وہ چھری سے سیدھا نہ کٹ سکا اس لئے) آستین کا کنارہ ناہموار اونچا نیچا ہو گیا۔

میں نے ان سے عرض کیا، اے ابا جان!

اگر آپ اجازت دیں تو میں قینچی سے برابر کر دوں۔

انہوں نے فرمایا!

اے میرے بیٹے! ایسے ہی رہنے دو، میں نے حضور اقدس ﷺ کو ایسے ہی کرتے دیکھا ہے۔

چنانچہ وہ کرتا حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کے بدن پر اسی طرح رہا، یہاں تک کہ وہ پھٹ گیا اور میں نے کئی دفعہ دیکھا کہ اس کے دھاگے پاؤں پر گر رہے ہوتے تھے۔

(حیاۃ الصحابہؓ جلد:۲،ص ۶۷۴)

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

☆ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اور محبتِ رسول ﷺ

ایک مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہٗ نے حضور اقدس ﷺ کو اپنے گھر کھانے

کے لئے مدعو کیا، جب رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہٗ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کے ہمراہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر چلے تو حضرت عثمانؓ سارا راستہ حضور اقدس ﷺ کے قدم مبارک دیکھتے رہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے جب یہ بات حضور اقدس ﷺ کو بتائی تو آپ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہٗ سے اس کی وجہ دریافت کی۔ حضرت عثمانؓ نے عرض کیا، اے اللہ کے محبوب ﷺ! آج میرے گھر میں اتنی مقدس ہستی آئی ہے (یعنی آپ ﷺ تشریف لائے ہیں) میری خوشی کی انتہا نہیں، میں نے نیت کی تھی کہ آپ ﷺ جتنے قدم مبارک اپنے گھر سے چل کر میرے یہاں آئیں گے، میں اتنے غلام، اللہ تبارک و تعالیٰ کے راستے میں آزاد کروں گا۔ (بحوالہ: جامع المعجزات)

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہٗ اور محبتِ رسول ﷺ

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کو جب ہجرت کا حکم ہوا تو اُس وقت کچھ لوگوں کی امانتیں آپ ﷺ کے پاس رکھی ہوئی تھیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کو یہ ذمہ داری سونپی کہ وہ صبح ہونے پر تمام لوگوں کی امانتیں اُن کے سپرد کر دیں اور اس کے بعد مدینہ کا سفر اختیار کریں۔ اگلے دِن جب کفار مکہ کو یہ معلوم ہوا کہ حضرت محمد ﷺ یہاں سے ہجرت کر گئے ہیں تو اُن کا غم و غصہ اور زیادہ بھڑک اُٹھا۔ کفار نے یہ اعلان کر دیا کہ جو بھی محمد (ﷺ) کو زندہ یا مردہ پکڑے گا، اس کو سو سرخ اونٹ انعام میں دیئے جائیں گے۔ کئی لوگ تعاقب میں نکل کھڑے

ہوئے ۔قریش کا ایک بڑا قافلہ غارِ ثور تک جا پہنچا۔حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کی بے چینی لمحہ بہ لمحہ بڑھتی جا رہی تھی، چنانچہ آپؓ نے امانتیں لوگوں کے سپرد کیں اور مدینہ منورہ کی طرف روانگی کا ارادہ کیا۔سواری کا کوئی انتظام نہ تھا، نہ تو مدینہ روانگی کا ارادہ کر سکتے تھے اور نہ مکہ میں ان کا کوئی مخلص و مددگار بچا تھا۔ایک طرف مدینہ کا پانچ سو کلومیٹر کا دشوار گزار راستہ تھا، جس میں دشوار گزار پہاڑ ہیں، ریت کے ٹیلے، زہر آلود گرم ہوائیں، جنگلی جانور، گرمی، پیاس، نہ جانے کتنے ایسے خدشات جو زندگی کو ایک لمحہ میں ختم کر دیں، دوسری طرف اپنے محبوب حضور اقدس ﷺ کی پاکیزہ ہستی اور ان کے خیریت سے پہنچ جانے کی فکر تھی، ان سے جدا ہو جانے کی تڑپ تھی، کئی دنوں سے حضور اقدس ﷺ کے پرنور چہرے کو دیکھنے کے لئے آنکھیں ترس گئیں تھیں۔چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہٗ تنِ تنہا مدینہ منورہ کی طرف چل پڑے اور ابھی حضور اقدس ﷺ کا قافلہ مدینہ منورہ پہنچا ہی نہیں تھا کہ آپؓ قافلہ میں جا ملے۔لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہٗ کو دیکھا تو خوشی اور دوبالا ہو گئی، حضرت علی رضی اللہ عنہٗ سے چلا بھی نہیں جاتا تھا۔حضور اقدس ﷺ نے خود ان کی طرف بڑھنا چاہا تو حضرت علی رضی اللہ عنہٗ دوڑ کر آپ ﷺ سے لپٹ گئے۔ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے ان کی حالت دیکھ کر فرمایا!

علیؓ! یہ تمہارا کیا حال ہو گیا ہے؟ پاؤں سوجھے ہوئے ہیں، رنگ جھلس کر سیاہ ہو گیا ہے، کمزوری سے کھڑا نہیں ہوا جا رہا، ہونٹوں پر خشکی کی پرتیں جمی ہوئی ہیں، تم سے تو بولا تک نہیں جا رہا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہٗ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! بارہ دن سے لگا تار سفر کر رہا ہوں، رات کو سفر کرتا تھا اور دوپہر کو ریت کے ٹیلوں کی آڑ میں چھپا رہتا تھا، چلتے چلتے جب آپ ﷺ کا خیال آتا تھا تو بھاگنا شروع کر دیتا تھا۔حضور اقدس ﷺ نے فرمایا!

علیؓ! کاش تم چند دن مکہ میں اور ٹھہرتے اور اطمینان سے سواری کا انتظام کر کے آتے۔ انہوں نے عرض کیا، یارسول اللہ! میں نے سوچا، مگر مجھ سے صبر نہ ہوسکا، میں ایک لمحہ بھی آپ ﷺ کی جدائی برداشت نہ کرسکا۔

(بحوالہ: عشقِ نبوی ﷺ کے ایمان افروز واقعات)

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

☆ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی اطاعت کا عجیب انداز

حضرت عطا رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ ایک مرتبہ خطبہ دے رہے تھے، آپ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا! بیٹھ جاؤ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما اس وقت مسجد کے دروازے پر پہنچ چکے تھے، آپ ﷺ کا یہ حکم مبارک سنتے ہی وہیں بیٹھ گئے۔ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے ان سے فرمایا!

اے عبداللہ! اندر آجاؤ۔

(بحوالہ: حیاۃ الصحابہؓ: جلد۲)

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

☆ رحمۃ للعالمین ﷺ کی خوشنودی کے لئے

حضرت سہل بن حنظلیہ عبشمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ خریم اسدی بہت اچھا آدمی ہے، اگر اس میں دو باتیں نہ ہوں۔ ایک یہ کہ اس کے سر کے بال بہت بڑے ہیں، دوسرے وہ لنگی ٹخنوں کے نیچے باندھتا ہے۔

حضرت خریم اسدی رضی اللہ عنہ کو حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد پہنچا تو فوراً چاقو لے کر بال کانوں کے نیچے سے کاٹ دیئے اور لنگی آدھی پنڈلی تک باندھنا شروع کر دی۔

(بحوالہ: حیاۃ الصحابہؓ جلد ۲)

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِم

☆ حضرت محمد بن مسلمہؓ کا اتباعِ رسول ﷺ

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے مجھے ایک تلوار عنایت فرمائی اور ارشاد فرمایا!

اے محمد بن مسلمہ! اس تلوار کو لے کر اللہ کے راستہ میں جہاد کرتے رہو اور جب تم دیکھو کہ مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑنے لگی ہیں۔ تو یہ تلوار پتھر پر مار کر توڑ دینا اور پھر اپنی زبان اور ہاتھ کو روکے رکھنا، یہاں تک کہ یا تو موت آ کر فیصلہ کر دے یا خطا کار ہاتھ تمہیں قتل کر دے۔

چنانچہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے اور لوگوں میں آپس میں لڑائی شروع ہوگئی تو حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اپنے گھر کے صحن میں رکھی ہوئی چٹان کے پاس گئے اور اس پر مار کر وہ تلوار توڑ دی۔

(بحوالہ: حیاۃ الصحابہؓ جلد ۲)

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِم

☆ حضرت زید بن حارثہؓ کا عشقِ رسول ﷺ

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہٗ زمانہ جاہلیت میں اپنی والدہ کے ساتھ ننھیال جا رہے تھے، بنو قیس نے قافلہ کو لوٹا، جس میں زید رضی اللہ عنہٗ بھی تھے، ان کو مکہ کے بازار میں لا کر بیچا۔ حکیم بن حزام نے اپنی پھوپھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لئے ان کو خرید لیا۔ جب حضور اقدس ﷺ کا نکاح حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہوا تو انہوں نے زید رضی اللہ عنہٗ کو حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں ہدیہ کے طور پر پیش کر دیا۔ زید رضی اللہ عنہٗ کے والد کو ان کے فراق کا بہت صدمہ تھا اور ہونا ہی چاہئے تھا کہ اولاد کی محبت فطری چیز ہے، وہ زیدؓ کے فراق میں روتے اور اشعار پڑھتے پھرا کرتے تھے۔ اکثر جو اشعار پڑھتے۔ اُن کا مختصر ترجمہ یہ ہے:

"میں زیدؓ کی یاد میں روتا ہوں اور یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ زندہ ہے تا کہ اس کی امید کی جائے یا موت نے اس کو نمٹا دیا..... خدا کی قسم! مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ تجھے اے زیدؓ! نرم زمین نے ہلاک کیا یا کسی پہاڑ نے ہلاک کیا..... کاش مجھے یہ معلوم ہو جاتا کہ تو عمر بھر میں کبھی بھی واپس آئے گا یا نہیں..... ساری دُنیا میں میری انتہائی غرض تیری واپسی ہے..... جب آفتاب طلوع ہوتا ہے، جب بھی مجھے زیدؓ ہی یاد آتا ہے..... اور جب بارش ہونے کو ہوتی ہے جب بھی اسی کی یاد مجھے ستاتی ہے..... اور جب ہوائیں چلتی ہیں تو وہ بھی اس کی یاد کو بھڑکاتی ہیں..... ہائے میرا غم اور میرا فکر کس قدر طویل ہو گیا..... میں اس کی تلاش اور کوشش میں ساری دُنیا میں اونٹ کی تیز رفتاری کو کام میں لاؤں گا..... اور دُنیا کا چکر لگانے سے نہیں اکتاؤں گا..... اونٹ چلنے سے اُکتا جائیں میں کبھی بھی نہیں اُکتاؤں گا..... اپنی ساری زندگی اسی میں گزار دوں گا..... ہاں! موت ہی آ گئی تو خیر کہ موت ہی ہر چیز کو

فنا کر دینے والی ہے ..... آدمی خواہ کتنی ہی امیدیں لگا دے، مگر میں اپنے فلاں فلاں رشتہ داروں اور آل اولاد کو وصیت کر جاؤں گا ..... کہ وہ بھی اسی طرح زیدؓ کو ڈھونڈتے رہیں"۔

غرض یہ اشعار پڑھتے اور روتے ہوئے پھرا کرتے تھے۔ اتفاق سے ان کی قوم کے چند لوگوں کا حج کو جانا ہوا اور انہوں نے زیدؓ کو پہچانا، باپ کا حال سنایا، شعر سنائے، ان کی یاد اور فراق کی داستان سنائی۔ حضرت زیدؓ نے ان کے ہاتھ تین شعر کہہ کر بھیجے، جن کا مطلب یہ تھا:

میں یہاں مکہ میں ہوں ..... خیریت سے ہوں ..... آپ غم نہ کرو اور صدمہ نہ کرو ..... میں بڑے کریم لوگوں کی مہربانی میں ہوں۔

ان لوگوں نے جا کر زیدؓ کی خیر و خبر ان کے باپ کو سنائی اور اشعار سنائے جو زیدؓ نے کہہ کر بھیجے تھے اور پتہ بتایا۔

زیدؓ کے باپ اور چچا فدیہ کی رقم لے کر ان کو غلامی سے چھڑانے کی نیت سے مکہ مکرمہ پہنچے۔ تحقیق کی، پتہ چلا۔ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا!

اے ہاشم کی اولاد! اور اپنی قوم کے سردار! تم لوگ حرم کے رہنے والے ہو اور اللہ تعالیٰ کے گھر کے پڑوسی، تم خود قیدیوں کو رہا کراتے ہو، بھوکوں کو کھانا دیتے ہو، ہم اپنے بیٹے کی طلب میں آپ (ﷺ) کے پاس پہنچے ہیں، ہم پر احسان کرو اور کرم فرماؤ اور فدیہ قبول کر لو اور اس (زیدؓ) کو رہا کر دو، بلکہ جو فدیہ ہو اس سے زیادہ لے لو۔

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا! کیا بات ہے؟ عرض کیا، زیدؓ کی طلب میں ہم لوگ

آئے ہیں۔ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا! بس اتنی سی بات ہے۔
عرض کیا کہ حضور اقدس ﷺ بس یہی غرض ہے۔آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! اس (زیدؓ)
کو بلا لو اور اس سے پوچھ لو، اگر وہ تمہارے ساتھ جانا چاہے تو بغیر فدیہ ہی کے وہ تمہاری
نذر ہے اور اگر نہ جانا چاہے تو میں ایسے شخص پر جبر نہیں کرسکتا جو خود نہ جانا چاہے۔

انہوں نے عرض کیا کہ آپ ﷺ نے استحقاق سے بھی زیادہ احسان فرمایا، یہ
بات خوشی سے منظور ہے۔

حضرت زیدؓ بلائے گئے، آپ ﷺ نے فرمایا!

تم ان کو پہچانتے ہو؟

عرض کیا! جی ہاں! پہچانتا ہوں، یہ میرے باپ ہیں اور یہ میرے چچا۔

حضور اقدس ﷺ نے فرمایا! میرا حال بھی تمہیں معلوم ہے، اب تمہیں اختیار
ہے کہ میرے پاس رہنا چاہو تو میرے پاس رہو، ان کے ساتھ جانا ہو تو اجازت ہے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضور ﷺ میں آپ ﷺ کے مقابلہ
میں بھلا کس کو پسند کرسکتا ہوں، آپ ﷺ میرے لئے باپ کی جگہ ہیں اور چچا کی جگہ
بھی۔ان دونوں باپ، چچا نے کہا کہ زیدؓ غلامی کو آزادی پر ترجیح دیتے ہو اور باپ چچا
اور سب گھر والوں کے مقابلہ میں غلام رہنے کو پسند کرتے ہو۔

زیدؓ نے کہا کہ ہاں! میں ان میں (حضور اقدس ﷺ کی طرف اشارہ
کر کے) ایسی بات دیکھی ہے کہ آپ ﷺ کے مقابلہ میں کسی کو بھی پسند نہیں کرسکتا۔

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے جب یہ جواب سنا تو ان کو گود میں لے لیا
اور فرمایا کہ میں نے اس کو اپنا بیٹا بنالیا۔

زید رضی اللہ عنہ کے باپ اور چچا بھی یہ منظر دیکھ کر نہایت خوش ہوئے اور

خوشی سے ان کو چھوڑ کر چلے گئے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ اس وقت بچے تھے، بچپن کی حالت میں سارے گھر کو، عزیز واقرباء کو غلامی پر قربان کر دینا، جس محبت کا پتہ دیتا ہے، وہ ظاہر ہے۔

(بحوالہ: حکایاتِ صحابہؓ از فضائل اعمال)

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

☆ حضرت عبداللہ بن زید انصاریؓ کا عشقِ رسول ﷺ

حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ، کبھی کبھی مسجد نبوی ﷺ میں اذان دیتے تھے، جب انہوں نے حضور اقدس ﷺ کے وصال کی خبر سنی تو اس قدر غم زدہ ہوئے کہ اپنے نابینا ہونے کی دُعا مانگی جو قبول ہوگئی۔

لوگوں نے پوچھا، ایسا کیوں کیا؟

فرمایا!

میری آنکھوں کی بینائی اس لئے تھی کہ میں نے اپنے آقا، حضور اقدس ﷺ کا دیدار کروں، جب محبوب نے پردہ کرلیا تو بینائی کی کیا ضرورت ہے؟

(بحوالہ: عشقِ نبوی ﷺ کے ایمان افروز واقعات)

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

☆ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا عشقِ رسول ﷺ

محمد بن ابراہیم روایت کرتے ہیں کہ جب حضور اقدس ﷺ کا وصال ہوگیا تو

حضرت بلال رضی اللہ عنہٗ پہلے طریقہ پر اذان دیتے رہے، لیکن جب **اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰه** کہتے تو خود بھی رو پڑتے اور جو لوگ مسجد میں ہوتے، وہ بھی رو پڑتے۔ جب آپ ﷺ کو دفن کر دیا گیا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا، اب کبھی بھی اذان نہ دوں گا، پھر شام تشریف لے گئے۔

(بحوالہ: عشقِ نبوی ﷺ کے ایمان افروز واقعات)

حکایاتِ صحابہؓ میں لکھا ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے وصال کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہٗ کے لئے مدینہ طیبہ میں رہنا اور حضور اقدس ﷺ کی جگہ کو خالی دیکھنا مشکل ہو گیا، اس لئے ارادہ کیا کہ اپنی بقیہ زندگی اللہ تبارک وتعالیٰ کے دین عالی کی سربلندی کے لئے جہاد میں گزار دوں، اس لئے جہاد کی نیت سے چل دیئے، ایک عرصہ تک مدینہ منورہ لوٹ کر نہیں آئے۔ ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ کی خواب میں زیارت ہوئی، آپ ﷺ نے فرمایا!

اے بلالؓ! یہ کیا ظلم ہے، ہم سے ملنے نہیں آتے؟

حضرت بلال رضی اللہ عنہٗ بیدار ہوئے اور سامان سفر باندھ کر سفر شروع کیا۔ مدینہ منورہ پہنچ کر رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کی قبر اطہر پر حاضر ہوئے اور دیر تک روتے رہے۔ حضرت حسنؓ اور حسینؓ نے اذان کی فرمائش کی، لاڈلوں کی فرمائش ایسی نہیں تھی کہ انکار کی گنجائش ہوتی، حضرت بلال رضی اللہ عنہٗ نے اذان کہنا شروع کی اور مدینہ منورہ میں حضور اقدس ﷺ کے زمانہ کی اذان کانوں میں پڑ کر کہرام مچ گیا، عورتیں تک روتی ہوئی گھر سے نکل پڑیں۔ (بحوالہ: فضائل اعمال)

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

☆ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا محبتِ رسول ﷺ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ طویل القامت ، روشن چہرے ، بڑی سرگیں آنکھوں والے خوبصورت نوجوان تھے ۔ایک دن بڑی توجہ اور انہماک کے ساتھ حضور اقدس ﷺ کے ارشادات سن رہے تھے ،حضور اقدس ﷺ نے ان کا ہاتھ اپنے دستِ مبارک میں پکڑ کر فرمایا!

میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں ۔

حضرت معاذؓ نے بہت خوش ہو کر عرض کیا!

یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان،

مجھے بھی آپ ﷺ دنیا کی ہر چیز سے بڑھ کر محبوب ہیں ۔

حضور اقدس ﷺ نے آپؓ سے فرمایا! نماز کے بعد یہ دعا ضرور پڑھا کرو:

اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ

ترجمہ: اے اللہ! اپنا ذکر و شکر اور اپنی عبادت اچھی طرح کرنے کے لئے میری مدد فرما ۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ، یا رسول اللہ ! میں آپ ﷺ کے ارشاد پر ہمیشہ عمل کروں گا اور دوسروں کو بھی اس پر عمل کرنے کی وصیت کروں گا ۔

(بحوالہ: محبانِ رسول ﷺ)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب وہ یمن کی طرف روانہ ہوئے تو حضور اقدس ﷺ خود بھی (شہر سے) باہر نکلے ،حضرت معاذؓ سواری پر تھے اور حضور اقدس ﷺ سواری کے ساتھ پیدل چل رہے تھے ۔حضور اقدس ﷺ نے انہیں کچھ ہدایات فرمائی:

”ملک والوں سے نرمی کا سلوک کرنا، سختی نہ کرنا، لوگوں کو خوش رکھنا، متنفر نہ کر دینا، باہم مل کر کام کرنا۔ تم وہاں ایسے لوگ بھی پاؤ گے جو پہلے سے کسی مذہب کے پیروکار ہوں، جب ان کے پاس پہنچو تو پہلے ان کو توحید اور رسالت کی دعوت دینا، جب وہ اس کو قبول کر لیں تو کہنا اللہ تعالیٰ نے تم پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں، جب وہ ان کو تسلیم کر لیں تو انہیں بتانا کہ تم پر زکوٰۃ بھی واجب ہے، یہ تمہارے امیروں سے لے کر تمہارے غریبوں کو دی جائے گی، جب وہ زکوٰۃ دینا بھی منظور کر لیں تو چن چن کر اچھی چیزیں نہ لینا۔ مظلوموں کی بددُعا سے ڈرتے رہنا کہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہے۔ شاید اس کے بعد تم مجھ سے نہ مل سکو اور جب مدینہ آؤ تو میری قبر دیکھو“۔

(بحوالہ: حیاۃ الصحابہؓ جلد: ۲)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ کی جدائی کے غم میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے، پھر حضور اقدس ﷺ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور مدینہ منورہ کی طرف منہ کر کے فرمایا (قیامت کے دن) لوگوں میں سے، میرے سب سے زیادہ قریب متقی لوگ ہوں گے، جو بھی ہو اور جہاں بھی ہو۔ (بحوالہ: حیاۃ الصحابہؓ جلد: ۲)

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

☆ رحمۃ للعالمین ﷺ کی قبر اطہر دیکھ کر ایک عورت کی موت

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئیں اور آ کر عرض کیا کہ مجھے حضور اقدس ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کرا دیں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حجرہ شریفہ کھولا، انہوں نے زیارت کی اور زیارت کر کے روتی رہیں اور روتے روتے انتقال فرما گئیں۔

(رضی اللہ عنہا وارضاہا)

کیا اس عشق کی نظیر بھی کہیں ملے گی کہ قبر کی زیارت کی تاب نہ لاسکیں اور وہیں جان دے دی؟

(بحوالہ: حکایاتِ صحابہؓ از فضائل اعمال)

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

☆ حضرت ابو بصیرؓ کا محبتِ رسول ﷺ

صلح حدیبیہ طے پانے کے بعد حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہٗ مسلمان ہو کر حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں مدینہ منورہ پہنچے، کفار نے اُن کو واپس بلانے کے لئے دو آدمی آپ ﷺ کے پاس بھیجے۔ حضور اقدس ﷺ نے حسب وعدہ حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہٗ کو واپس کر دیا اور آپ ﷺ نے ابو بصیرؓ کو صبر کی تلقین فرمائی اور فرمایا!

انشاء اللہ! عنقریب تمہارے واسطے راستہ کھلے گا۔

حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہٗ نے کفار سے فرار ہو کر سمندر کے کنارے ایک

جگہ ڈیرہ جما لیا، اس طرح جو شخص مسلمان ہوتا ان کے ساتھ جا ملتا۔ چند روز میں یہ ایک مختصر سی جماعت بن گئی۔ جنگل میں جہاں نہ کھانے کا کوئی انتظام، نہ وہاں باغات اور آبادیاں، اس لئے ان لوگوں پر جو گزری ہوگی وہ تو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے، مگر جن ظالموں کے ظلم سے پریشان ہو کر یہ لوگ بھاگے تھے، ان کا ناطقہ بند کر دیا، جو قافلہ ادھر کو جاتا، اس سے مقابلہ کرتے اور لڑتے، حتیٰ کہ کفار مکہ نے پریشان ہو کر حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں عاجزی اور منت کر کے، اللہ تعالیٰ اور رشتہ داری کا واسطہ دے کر آدمی بھیجا کہ اس بے سری جماعت کو آپ ﷺ اپنے پاس بلا لیں کہ یہ معاہدہ میں تو داخل ہو جائیں اور ہمارے لئے آنے جانے کا راستہ کھلے۔

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کا اجازت نامہ جب ان حضرات کے پاس پہنچا تو حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ مرض الموت میں مبتلا تھے، آپ ﷺ کا نامہ مبارک ہاتھ میں تھا کہ اسی حالت میں ان کا انتقال ہو گیا۔ [رضی اللہ عنہ وارضاہ]

(بحوالہ: فضائل اعمال)

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

☆ حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ کا محبتِ رسول ﷺ

حضرت حسین بن دحوح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں ملنے گئے تو وہ آپ ﷺ سے چمٹنے لگے اور آپ ﷺ کے پاؤں مبارک کا بوسہ لینے لگے اور عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ ﷺ مجھے جو چاہیں حکم فرمائیں، میں آپ ﷺ کے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ حضرت طلحہ تو عمر لڑکے تھے،

اس لئے ان کی اس بات پر حضور اقدس ﷺ کو بڑا تعجب ہوا۔ اس پر آپ ﷺ نے ان سے فرمایا!

جاؤ اور جا کر اپنے باپ کو قتل کر دو۔

حضرت طلحہؓ اپنے باپ کو قتل کرنے کے ارادہ سے چل پڑے تو رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے انہیں بلایا اور فرمایا!

ادھر آ جاؤ! مجھے رشتے توڑنے کے لئے نہیں بھیجا گیا ہے۔

جب حضرت طلحہ رضی اللہ عنہٗ بیمار ہو گئے، حضور اقدس ﷺ ان کی عیادت کے لئے ان کے گھر تشریف لے گئے۔ سردی کا زمانہ تھا، خوب سردی پڑ رہی تھی اور بادل بھی تھے۔ جب آپ ﷺ واپس آنے لگے تو آپ ﷺ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہٗ کے گھر والوں سے فرمایا!

مجھے تو طلحہؓ پر موت کے آثار نظر آ رہے ہیں، جب ان کا انتقال ہو تو مجھے خبر دینا تا کہ میں ان کی نماز جنازہ پڑھ سکوں اور ان کی تجہیز و تکفین میں جلدی کرنا۔

حضور اقدس ﷺ ابھی قبیلہ بنو سالم بن عوف تک نہیں پہنچے تھے کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہٗ کا انتقال ہو گیا اور رات کا وقت ہو گیا تھا۔ حضرت طلحہؓ نے انتقال سے پہلے جو باتیں کیں، ان میں یہ وصیت بھی تھی کہ مجھے جلدی دفن کر کے مجھے میرے ربّ کے پاس پہنچا دینا اور حضور اقدس ﷺ کو نہ بلانا کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ حضور اقدس ﷺ میری وجہ سے رات کو ہی تشریف لائیں اور راستہ میں یہودی آپ ﷺ کو کوئی تکلیف پہنچا دیں۔ چنانچہ (رات کو حضور اقدس ﷺ کو اطلاع نہیں

دی گئی اور نماز جنازہ پڑھ کر ان کے گھر والوں نے ان کو دفنا دیا) صبح کو جب حضور اقدس ﷺ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ حضرت طلحہؓ کی قبر پر تشریف لے گئے اور آپ ﷺ ان کی قبر پر کھڑے ہوگئے اور لوگ بھی آپ ﷺ کے ساتھ صف بنا کر کھڑے ہوگئے اور آپ ﷺ نے دونوں ہاتھ اُٹھا کر یہ دُعا مانگی:

اے اللہ! تیری ملاقات طلحہؓ سے اس حال میں ہو کہ تو اُسے دیکھ کر ہنس رہا ہو اور وہ تجھے دیکھ کر ہنس رہا ہو۔

(بحوالہ: حیاۃ الصحابہؓ)

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

☆ حضرت ابوذر غفاریؓ کو ارشادِ محبوب ﷺ پر کامل یقین

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہٗ ہنگامہ ہائے دُنیا سے الگ تھلگ اپنی زندگی کے دن صبر وقناعت سے گزار رہے تھے، ۳۱ یا ۳۲ ہجری کے ایام حج میں حضرت ابوذر غفاریؓ مرض الموت میں مبتلا ہوئے۔ ربذہ کے تمام لوگ حج کے لئے روانہ ہوگئے تھے اور ابوذر غفاریؓ کے پاس صرف ان کی رفیقہ حیات اور ایک بیٹی موجود تھیں۔ حضرت ابوذر غفاریؓ پر نزع کی حالت طاری ہوئی تو ان کی اہلیہ رونے لگیں۔ حضرت ابوذرؓ نے اپنی اہلیہ سے پوچھا، روتی کیوں ہو؟ اہلیہ نے جواب دیا، آپؓ ایک ویرانہ میں دم توڑ رہے ہیں، نہ میرے پاس اتنا کپڑا ہے کہ آپؓ کو کفن دے سکوں، نہ میرے بازوؤں میں اتنی طاقت ہے کہ آپؓ کی ابدی خوابگاہ تیار کر سکوں۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا!

سُنو!

ایک دِن ہم چند لوگ حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے، آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ تم میں سے ایک شخص صحرا میں جاں بحق ہوگا اور اس کے جنازے میں مسلمانوں کی ایک جماعت باہر سے آکر شرکت کرے گی، اُس وقت جو لوگ موجود تھے، وہ سب وفات پا چکے ہیں، اب صرف میں ہی باقی رہ گیا ہوں اور کوئی وجہ نہیں کہ حضور اقدس ﷺ کی پیشگوئی کا مصداق نہ بنوں، تم باہر جا کر دیکھو، حضور اقدس ﷺ کے پاک ارشاد کے مطابق مسلمانوں کی کوئی جماعت ضرور آتی ہوگی۔

الحمدللہ!

قریب ہی ایک ٹیلہ تھا، حضرت ابو ذرؓ کی اہلیہ اس پر چڑھ کر انتظار کرنے لگیں، تھوڑی دیر بعد دُور سے گرد اُڑتی نظر آئی، پھر اس میں چند سوار نمودار ہوئے، جب قریب آئے تو حضرت ابو ذرؓ کی اہلیہ نے انہیں پاس بُلا کر کہا!

بھائیو! قریب ہی ایک مسلمان سفرِ آخرت کی تیاری کر رہا ہے، اس کے کفن دفن میں میرا ہاتھ بٹاؤ۔

قافلے والوں نے پوچھا، وہ کون شخص ہے؟

جواب دیا! ''ابو ذر غفاری''

حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام سنتے ہی قافلے والے بے تاب ہوگئے اور ''ہمارے ماں باپ اُن پر قربان ہوں'' پکارتے ہوئے ان کی طرف لپکے۔

ادھر حضرت ابو ذر غفاریؓ نے اپنی صاحبزادی سے فرمایا کہ ایک بکری ذبح کر اور گوشت کی ہنڈیا چولہے پر چڑھا دے، کچھ مہمان آنے والے ہیں، جو میری تجہیز و تکفین کریں گے، جب وہ مجھے سپرد خاک کر چکیں تو ان سے کہنا کہ ابو ذرؓ نے آپ لوگوں

کو اللہ تعالیٰ کی قسم دی ہے کہ جب تک یہ گوشت نہ کھا لیں، یہاں سے رخصت نہ ہوں۔

جب قافلے والے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے خیمہ میں داخل ہوئے تو جاں کنی شروع تھی، حضرت ابوذر غفاریؓ نے اکھڑی ہوئی آواز میں فرمایا!

تم لوگوں کو مبارک ہو، تمہارے یہاں پہنچنے کی خبر سالہا سال پہلے حضور اقدس ﷺ نے دے دی تھی، میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ مجھے کوئی ایسا شخص نہ کفنائے جو حکومت کا عہدہ دار ہو یا رہ چکا ہو۔

اتفاق سے اس قافلے میں ایک انصاری نوجوان کے سوا سب لوگ کسی نہ کسی صورت میں حکومت سے متعلق رہ چکے تھے، اس نے آگے بڑھ کر کہا!

اے حضور اقدس ﷺ کے محبوب رفیق! میں آج تک حکومت کی ملازمت سے بے تعلق ہوں، میرے پاس دو کپڑے ہیں جو میری والدہ کے ہاتھ کے کرتے بنے ہوئے ہیں، اجازت ہو تو ان میں آپؓ کو کفنا دوں۔ حضرت ابوذرؓ نے اس بات میں سر ہلایا اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا پاک نام لیا اور روح پرواز کر گئی۔

اس قافلہ کے اکثر لوگ یمن کے رہنے والے تھے، اتفاق سے ان کے ساتھ فقیہ امت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما بھی تھے، انہوں نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور پھر سب نے مل کر اس آفتابِ رشد و ہدایت کو سپردِ خاک کیا۔ (بحوالہ: محبانِ رسول ﷺ)

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

☆ حضرت حمزہؓ کا محبتِ رسول ﷺ

حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کے چچا،

ہم عمر اور رضائی بھائی بھی تھے۔انہیں آپ ﷺ سے بہت محبت تھی۔ایک دِن رحمۃ للعالمین پیغمبر اسلام، حضرت محمد ﷺ کوہ صفا پر لوگوں کو دعوت اسلام دے رہے تھے کہ ابوجہل اس طرف آنکلا اور آپ ﷺ سے انتہائی گستاخی کے ساتھ پیش آیا، اور آپ ﷺ کے سر مبارک پر اس زور سے پتھر مارا کہ خون بہنے لگا۔بعد ازاں وہ خانہ کعبہ کے پاس قریش کی مجلس میں جا بیٹھا۔عبداللہ بن جدعان کی ایک لونڈی کوہِ صفا پر واقع اپنے مکان سے یہ سارا منظر دیکھ رہی تھی۔حضرت حمزہ شکار سے واپس تشریف لائے تو اس نے ان سے ابوجہل کی اس گستاخانہ حرکت کے بارے میں بتایا۔حضرت حمزہ اُس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے، کنیز کی باتیں سنتے ہی غصہ میں، اسی حالت میں جبکہ کمان اِن کے ہاتھ میں تھی، ابوجہل کے پاس تشریف لے گئے اور اپنی کمان ابوجہل کے سر پر اس زور سے ماری کہ اِس کا سر پھٹ گیا اور واپس گھر تشریف لے آئے۔گھر پہنچ کر رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کو تسلی دی اور کہا کہ بھتیجے تو خوش ہو جا، میں نے ابوجہل سے تمہارا بدلہ لے لیا ہے۔رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے اپنے چچا (حضرت حمزہ) کو اس موقع پر دعوت دی اور فرمایا!

اے میرے چچا! اس بات سے مجھے کوئی خوشی نہیں ہوئی
البتہ آپ مسلمان ہو جائیں تو مجھے بہت خوشی ہو گی۔

اِس پر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے۔

(بحوالہ: مثالی تہذیب وتمدن)

سیّد الشہداء حضرت سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو حضور اقدس ﷺ سے بے انتہا محبت تھی۔آپؓ نے حضور اقدس ﷺ کے ساتھ غزوہ بدر میں بھی شرکت کی اور غزوہ اُحد میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لئے اپنی جان کا نذرانہ پیش فرمایا اور بہادری سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔بے درد کافروں نے آپؓ کے کان ناک وغیرہ

اعضاء کاٹ دیئے اور سینہ چیر کر دِل نکالا اور طرح طرح کے ظلم کئے۔ لڑائی کے ختم پر حضور اقدس ﷺ اور دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین شہیدوں کی نعشیں تلاش فرما کران کی تجہیز و تکفین کا انتظام فرما رہے تھے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہٗ کو اس حالت میں دیکھا، نہایت صدمہ ہوا اور ایک چادر سے ان کو ڈھانک دیا۔ جب آپؐ کو کفنانے لگے کہ برابر میں ایک انصاری شہید پڑے ہوئے تھے، جن کا نام حضرت سہیل رضی اللہ عنہٗ تھا، اُن کا بھی کفار نے ایسا ہی حال کر رکھا تھا، جیسا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہٗ کا تھا۔ کفنانے کے وقت کفن کی دو چادریں تھیں، جن میں سے ایک چادر سے (جو بڑی تھی) حضرت سہیل رضی اللہ عنہٗ کو کفن دیا گیا اور دوسری چادر (جو چھوٹی تھی) حضرت حمزہؓ کو کفن دیا گیا اور اُحد میں ہی دفن کیا گیا۔ یہاں ایک سچا واقعہ، جس کا تعلق سیّد الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہٗ سے ہے برکت کے لئے تحریر کرتا ہوں:

پروفیسر ڈاکٹر نور احمد نور (سابقہ پروفیسر نشتر میڈیکل کالج ملتان) **1968**ء میں سعودی عرب میں بریدہ کے مقام پر بطور فزیشن کام کر رہے تھے۔ ایک روز (جمعہ کے دن) وہ زیارت کے لئے مدینہ منورہ گئے، وہاں اپنے ایک ڈاکٹر دوست کے پاس قیام کیا۔ مدینہ منورہ والے ڈاکٹر صاحب بیمار تھے اور کئی مریض اُن کا انتظار کر رہے تھے۔ میزبان ڈاکٹر صاحب نے انہیں مریضوں کو دیکھنے کے لئے کہا، چنانچہ انہوں نے مریضوں کو دیکھ کر فارغ کر دیا، ان میں سے ایک بوڑھا بدّو اِن (پروفیسر ڈاکٹر نور احمد نور) کو اُحد پہاڑ کے قریب مریض دکھانے کے لئے لے گیا۔ شہداء اُحد کے قبرستان کے پاس ہی خیمہ میں مریض تھا، انہوں نے مریض کو دیکھ کر نسخہ لکھ دیا۔

اُس کے بعد وہ شخص (بدّو) ڈاکٹر صاحب کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہٗ کی قبر پر لے گیا اور بتایا کہ آج سے تقریباً پچاس سال پہلے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہٗ کی قبر نیچے وادی میں

تھی، ایک دفعہ زبردست بارش ہوئی تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہٗ کی قبر زیرِ آب آگئی، شریف مکہ جو اُن دنوں حجاز کے حکمران تھے، اُن کو خواب میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہٗ کی زیارت ہوئی، آپؓ نے شریف مکہ سے فرمایا!

''مجھے بارش کا پانی تنگ کر رہا ہے،

اس کا بندوبست کرو''۔

شریف مکہ نے علماء کرام کو بلا کر اُن سے مشاورت کی اور قبر کشائی کا فیصلہ کیا گیا۔ جب قبر کو کھودا گیا تو واقعی اس سے پانی رِس رہا تھا، چنانچہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہٗ کے جسد مبارک کو اُونچی جگہ منتقل کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

بوڑھے بدّو نے بتایا کہ قبر کھودنے والوں میں وہ بھی شامل تھا۔ کھدائی کے دوران کدال کی معمولی سی ضرب، غلطی سے نعش مبارک کے ٹخنے پر جا لگی۔ یہ دیکھ کر سب لوگ حیران رہ گئے کہ وہاں سے تازہ خون جاری ہوگیا، چنانچہ اس جگہ پر پٹی باندھی گئی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہٗ کے جسم مبارک کو کھولا گیا تو دیکھا کہ جسدِ اطہر کے نچلے حصے پر کفن موجود ہے، زخموں سے تازہ خون رِس رہا ہے، آنکھ نکلی ہوئی، کان اور ناک کٹے ہوئے ہیں اور پیٹ چاک ہے۔ موقع پر موجود سب لوگوں نے سیّد الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہٗ کی زیارت کی اور اسی حالت میں اُن کے جسدِ اطہر کو پرانی قبر سے نکال کر اُونچی جگہ پر دوبارہ دفن کیا گیا۔ [رضی اللہ عنہ وارضاہ]

(بحوالہ: قبر کی زندگی اور موت کے چند مناظر)

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

☆ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا حضور اقدس ﷺ کی یاد میں رونا

حضرت نوفلؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہٗ ہمارے پاس بیٹھا کرتے تھے، ایک روز وہ ہمارے پاس تشریف فرما تھے، ایک بڑا پیالہ جس میں روٹی اور گوشت تھا، لایا گیا جسے دیکھ کر حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے رونا شروع کر دیا اور فرمایا!

میں کیوں نہ روؤں، حالانکہ حضور اقدس ﷺ دُنیا سے پردہ فرما گئے،
آپ ﷺ نے اور آپ ﷺ کے گھر والوں نے کبھی
جو کی روٹی سے بھی پیٹ نہیں بھرا۔

(بحوالہ: عشقِ نبوی ﷺ کے ایمان افروز واقعات)

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

☆ حضرت ابو ہریرہؓ کا اتباعِ رسول ﷺ

حضرت مقبری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہم لوگ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہٗ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما وہاں سے گزرے، انہوں نے سلام کیا، لوگوں نے سلام کا جواب دیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہٗ ہمارے ساتھ تھے، لیکن انہیں حضرت حسنؓ کے گزرنے اور سلام کا پتہ نہیں چلا۔

کسی نے اُن سے کہا! اے میرے سردار! **وعلیک السلام۔**

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہٗ سے کسی نے پوچھا!

آپؓ انہیں اے میرے سردار کہہ رہے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا!

میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا تھا کہ یہ سردار ہیں۔

(بحوالہ: حیاۃ الصحابہؓ)

حضرت عمیر بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' کی حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہوئی تو حضرت ابو ہریرہ نے ان سے کہا!

آپؓ اپنے پیٹ کی اُس جگہ سے کپڑا ہٹا دیں، جس جگہ بوسہ لیتے ہوئے میں نے حضور اقدس ﷺ کو دیکھا تھا۔

چنانچہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ' نے اپنے پیٹ مبارک سے کپڑا ہٹایا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' نے ان کے پیٹ مبارک کا بوسہ لیا۔

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' نے ان کی ناف کا بوسہ لیا۔ (بحوالہ: حیاۃ الصحابہؓ)

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

☆ حضورِ اقدس ﷺ کی محبت میں دولہا قبول ہے

حضرت ربیعہ اسلمی رضی اللہ عنہ' ایک نہایت غریب نوجوان تھے، انہیں کوئی اپنی بیٹی کا رشتہ دینے کو تیار نہ تھا۔ حضور اقدس ﷺ نے انصار کے ایک قبیلے کی نشاندہی کی اور انہیں فرمایا کہ ان کے پاس جا کر رشتہ مانگو۔ چنانچہ وہ تشریف لے گئے اور بتایا کہ مجھے حضور اقدس ﷺ نے بھیجا ہے، تا کہ میرا نکاح آپ کی بیٹی سے کر دیا

جائے۔ باپ نے کہا! بہت اچھا، ہم لڑکی سے بھی معلوم کرلیں۔ چنانچہ جب لڑکی سے پوچھا گیا تو لڑکی کہنے لگی!

ابو جان! یہ مت دیکھیں کہ کون آیا ہے؟

بلکہ یہ دیکھیں کہ کس مقدس ہستی نے بھیجا ہے؟

چنانچہ فوراً نکاح کردیا گیا۔

(بحوالہ: رسول اللہ ﷺ سے سچی محبت اور اس کی علامات)

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

☆ حضرت ابن عمرؓ کا محبتِ رسول ﷺ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک درخت کے پاس پہنچے تو اس کے نیچے دوپہر کو آرام فرماتے اور اس کی وجہ یہ بتایا کرتے کہ حضور اقدس ﷺ نے اس درخت کے نیچے دوپہر کو آرام فرمایا تھا۔ (بحوالہ: حیاۃ الصحابہؓ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ سونے کی انگوٹھی پہنا کرتے تھے، ایک دن آپ ﷺ نے وہ اُتار دی اور فرمایا!

آئندہ میں یہ انگوٹھی کبھی نہیں پہنوں گا۔

یہ دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے بھی اپنی انگوٹھیاں اُتار دیں۔ (بحوالہ: حیاۃ الصحابہؓ)

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

الحمدللہ!

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کے جانثار صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین آپ ﷺ سے اپنی جانوں سے بھی زیادہ محبت کرنے والے تھے۔ حضرت زید بن وثنہ رضی اللہ عنہ کو جب شہید کیا جانے لگا تو ابوسفیان نے پوچھا!

کیا تجھے گوارا ہے کہ ہم تجھے چھوڑ دیں اور تیری بجائے خدانخواستہ تیرے نبی (حضور اقدس ﷺ) کو قتل کر دیا جائے؟

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا!

''خدا کی قسم! مجھے یہ بھی گوارا نہیں کہ حضور اقدس ﷺ اپنے دولت کدہ پر تشریف فرما ہوں اور وہاں اُن کے کانٹا بھی چبھ جائے اور میں اپنے گھر آرام سے رہوں''۔

ابوسفیان کہنے لگا کہ میں نے کبھی کسی کو کسی کے ساتھ اتنی محبت کرتے نہیں دیکھا، جتنی محبت محمد (ﷺ) کی جماعت کو اُن سے ہے۔ (بحوالہ: حیاۃ الصحابہؓ)

آخر میں ایک ضروری امر پر تنبیہ بھی اشد ضروری ہے وہ یہ کہ اس آزادی کے دَور میں جہاں ہم مسلمانوں میں دین کے اور بہت سے اُمور میں کوتاہی اور آزادی کا رنگ ہے، وہاں حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی حق شناسی اور ان کے ادب واحترام میں بھی حد سے زیادہ کوتاہی ہے، بلکہ اس سے بڑھ کر بعض دین سے بے پرواہ لوگ تو ان مبارک ہستیوں کی شان میں گستاخی تک کرنے لگے ہیں، حالانکہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین دین کی بنیاد ہیں، دین کے اوّل پھیلانے والے ہیں، اُن کے حقوق سے ہم لوگ مرتے دم تک بھی عہدہ برآء نہیں ہوسکتے کہ اُنہوں نے رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ سے دین حاصل کیا اور ہم لوگوں تک

پہنچایا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل سے ان پاک نفوس پر اپنے شایانِ شان کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور ہم سب کو اپنے لاڈلے حبیب، حضور اقدس ﷺ اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی سچی محبت نصیب فرمائے۔ آمین

(بجاہِ رحمۃ للعالمین ﷺ)

☆ اُمّتِ مسلمہ کے لئے خوشخبری!

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہٗ بیان کرتے ہیں کہ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا!

مجھے تمنا ہے کہ میں اپنے بھائیوں سے ملتا، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے عرض کیا، کیا ہم آپ ﷺ کے بھائی نہیں ہیں؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا!

تم تو میرے صحابہؓ ہو اور میرے بھائی وہ لوگ ہیں جو بغیر دیکھے مجھ پر ایمان لائیں گے۔

(مسند احمد)

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے!

مجھ سے بہت محبت کرنے والے بعض ایسے لوگ ہوں گے جو میرے بعد پیدا ہوں گے اور اُن کی تمنا ہوگی کہ کاش اپنے اہل وعیال اور مال کے بدلے میں وہ مجھے دیکھ لیتے۔

(مشکوٰۃ شریف)

باب نمبر 17

رحمۃ للعالمین ﷺ اور اُمّتِ مسلمہ

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور کامل و اکمل دُرود و سلام ہو سیّد الانبیاء والمرسلین، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین، ہمارے آقا، حضرت محمد ﷺ پر جن کی مبارک محنت سے زندگی میں دلوں کو اور مرنے کے بعد قبروں کو منور فرمایا اور جن کا ظہور تمام عالم کے لئے رحمت ہے اور آپ ﷺ کی آل اولاد اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پر جو ہدایت کے ستارے ہیں اور دین اسلام کے پھیلانے والے ہیں، نیز اُن مؤمنین اور مؤمنات پر بھی جو ایمان کے ساتھ ان کا اتباع کرنے والے ہیں۔

الحمدللہ ! اللہ تعالیٰ شانہٗ نے رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کی بعثت کو ایمان والوں کے لئے ایک عظیم احسان قرار دیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشادِ خداوندی ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝

(سورۃ آل عمران: ۱۶۴)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ اُن میں اُنہیں میں سے ایک پیغمبر بھیجا، جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتا اور اُن کو پاک کرنے اور اللہ کی کتاب اور دانائی سکھاتا ہے۔

رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام، حضرت محمد ﷺ نے اپنی اُمّت کو بڑی محنت سے اخوت اسلامی کی لڑی میں پرو دیا ہے۔ آپ ﷺ نے اخوت اسلامی کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر رکھی۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ ج
وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ o

(الحجرات: ۱۰)

ترجمہ: مسلمان سب آپس میں بھائی بھائی ہیں، سو اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرو،
اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم پر رحمت کی جائے۔

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے اس رشتے کی مضبوطی کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے اسے "جسد واحد" سے تعبیر فرمایا۔

رحمۃ للعالمین حضور اقدس ﷺ کے پاک ارشاد کا مفہوم ہے:

تم مسلمانوں کو دیکھو گے کہ وہ آپس میں رحم کرنے، مہربانی کرنے میں ایک جسم کی مانند ہیں، جب جسم کا ایک حصہ کسی تکلیف کی شکایت کرتا ہے تو باقی جسم بھی اسی کی خاطر شب بیداری اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح)

مؤمنین میں باہمی رشتہ اخوت کو "بنیان موصوص" سے تعبیر کرتے ہوئے رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا!

مؤمن ایک دوسرے کے لئے ایک دیوار کی اینٹوں کی طرح ہوتے ہیں کہ ہر ایک دوسرے سے تقویت پاتا ہے۔

(مشکوٰۃ المصابیح)

مؤمنین میں "باہمی جذبہ رحمت" کو اُجاگر کرنے کے لئے رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا!

تم میں سے کوئی شخص کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے

وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

(مشکوۃ المصابیح)

رحمۃ للعالمین حضور اقدس ﷺ نے فرمایا!

''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اُس پر ظلم کرتا ہے، نہ اُسے رسوا کرتا ہے، نہ اُس سے جھوٹ بولتا ہے اور نہ ہی اُس کی تحقیر کرتا ہے''۔

(مسلم شریف)

جذبہ اخوت کے استحکام کے لئے رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے ان تمام باتوں کی تلقین فرمائی، جن سے باہمی اخوت واتحاد کو فروغ ملتا ہو اور ان تمام باتوں سے منع رہنے کی تاکید فرمائی، جن سے مسلمانوں کے باہمی تعلق میں رخنہ پڑتا ہو۔

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کی مبارک تعلیمات کی روشنی میں معاشرے کو امن و سلامتی کا گہوارہ بنانے کے لئے تین اُمور ایسے ہیں کہ ان کی حفاظت سے معاشرہ صالح اور صحتمند بن جاتا ہے اور ان کے بگاڑ سے فساد کی ظلمتوں میں ڈوب جاتا ہے۔ وہ تین اُمور جو بالخصوص معاشرے کو امن وسلامتی کا گہوارہ بناتے ہیں، ان میں حفاظتِ جان، حفاظتِ مال اور حفاظتِ عزت وآبرو شامل ہیں۔ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے ان تینوں چیزوں کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا!

''ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کا خون، مال اور آبرو حرام ہے''۔

(صحیح مسلم)

الحمد للہ! پہلی بنیادی چیز جس سے معاشرے کے امن وسکون کی ضمانت فراہم ہوتی ہے، یہ ہے کہ انسانی جان محفوظ ہو۔ انسانی جان کا تحفظ جو ہمیں دین اسلام نے عطا کیا ہے، وہ دُنیا کو کسی دستور اور نظام نے نہیں دیا۔ اس تحفظ کے لئے اوّلاً تو ترغیب کے

ذریعے قتل و خونریزی کو بند کرنے کی کوشش کی، پھر ان مفاسد کی نشاندہی کی جو خونِ ناحق سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس کے ساتھ امن و امان سے اس کا جو گہرا تعلق ہے، اس کی وضاحت کی۔ انسانی جان کی حرمت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے شرک کے بعد قتل کو بڑا گناہ قرار دیا۔

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ جب اسلام کی بیعت لیا کرتے تو دیگر ضروری باتوں کا اقرار لینے کے ساتھ ساتھ قتل نہ کرنے کا بھی اقرار لیتے تھے۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں کہ ہم نے رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ سے اس بات پر بیعت کی کہ ہم نہ تو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک بنائیں گے، نہ زنا کریں گے، نہ چوری کریں گے، نہ اس شخص کو قتل کریں گے جس کا قتل اللہ نے حرام کیا ہے اور نہ لوٹ مار کریں گے۔ (**بخاری شریف**)

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے مومن کی جان کی قدر و قیمت کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا!

"مومن کا قتل اللہ کے نزدیک دُنیا کے تہہ و بالا ہونے سے بڑھ کر ہے"۔

(سنن نسائی)

امن و سلامتی کے تحفظ کے لئے دوسری اہم چیز یہ ہے کہ انسان کا مال و اسباب محفوظ ہو، اس لئے کہ اسے انسانی راحت و آرام اور سکون میں بڑا دخل ہے۔ مال کی حرمت کے بارے میں رحمۃ للعالمین حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا!

جس نے کسی مسلمان کا حق اپنی قسم کے ذریعے ہڑپ کر لیا، اُس کے لئے اللہ نے جہنم کی آگ واجب اور جنت حرام کر دی،

گو وہ کیکر کی لکڑی کی شاخ ہی کیوں نہ ہو۔

(صحیح مسلم)

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے:

جو اپنے مال کی حفاظت کے سلسلہ میں قتل کیا جائے وہ شہید ہے۔

(مشکوۃ المصابیح)

اسلام نے مال و دولت کے حصول کی جائز صورتیں متعین کیں اور ان تمام صورتوں کو ناجائز قرار دیا، جس سے دوسروں کے حق تلف ہوں یا فتنہ وفساد کی راہیں ہموار ہوتی ہوں، چنانچہ چوری، ڈکیتی وغیرہ کی شکل میں قطع ید کی حد نافذ کی گئی ہیں۔

امن وسلامتی کے قیام اور اخوت کے استحکام کے لئے تیسری بنیادی چیز یہ ہے کہ ان تمام چیزوں سے اجتناب کیا جائے، جن سے کسی مسلمان بھائی کی عزت نفس مجروح ہو، جس سے دلوں میں کدورت ونفرت پیدا ہوتی ہو اور عداوت وانتقام کی آگ بھڑکتی ہو۔ قرآن حکیم نے چند ایسے ہی مفاسد کی نشاندہی کی ہے، جن سے انسان کی عزت وآبرو کو خطرہ لاحق ہو اور عزتِ نفس مجروح ہو، جو رشتہ اخوت کو کمزور کر کے فساد کی راہیں ہموار کریں، انہیں جڑ سے اکھاڑنے کی ہدایت وتلقین کی ہے۔ قرآن مجید میں ارشادِ خداوندی ہے:

ترجمہ: اے ایمان والو! کوئی قوم کسی قوم کا تمسخر نہ اُڑائے، کیا عجب ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتوں کو عورتوں کا مذاق اُڑانا چاہئے، کیا عجب ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ ایک دوسرے کو طعنہ دو اور نہ ایک دوسرے کو بُرے القاب سے پکارو، ایمان لانے کے بعد گناہ کا نام لگنا ہی برا ہے، اور جو باز نہ آئیں گے تو وہ ظلم کرنے والے ہیں ○ اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اور جاسوسی نہ کیا کرو اور نہ کوئی کسی کی غیبت کرے، کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند

کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے، اس کو تم ناگوار سمجھتے ہو اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

(سورۃ الحجرات : ۱۱ تا ۱۲)

یہ وہ اخلاقی چارٹر ہے جسے رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے آج سے چودہ سو سال پہلے جذبہ اخوت کی تقویت اور انسانی معاشرے کے استحکام کے لئے اُمّت کے سامنے پیش کیا۔ یہی وہ پاکیزہ اصول ہیں جن سے معاشرہ امن وسکون کا گہوارہ بن سکتا ہے۔

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے انسانی عزت وآبرو کے تحفظ کے لئے اور جذبہ اخوت کی آبیاری کے لئے انہی رذائل سے اجتناب کی دعوت دی ہے جو نفرت و کدورت اور بغض وعداوت کا باعث بنتے ہیں۔

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کا پاک ارشاد ہے:

آپس میں ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، نہ آپس میں بغض رکھو،

نہ آپس میں کسی کی پیٹھ پیچھے برائی کرو اور اے اللہ کے بندو!

ایک دوسرے کے بھائی بھائی بن جاؤ۔

(صحیح مسلم)

مندرجہ بالا روشن حقائق سے یہ امر بخوبی واضح ہوتا ہے کہ فتنہ وفساد کے انسداد، فروغ امن اور قیام اخوت کے لئے ضروری ہے کہ انسانی جان ومال اور عزت وآبرو کو تحفظ حاصل ہو اور دین اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جو انسان کی جان و مال اور عزتِ نفس کی حفاظت کی پوری پوری ضمانت فراہم کرتا ہے، جس کی اتباع سے نفرتیں اور عدواتیں دُور ہوتی ہیں، اخوت ومحبت کے پھول کھلتے ہیں اور معاشرہ امن وسلامتی کا گہوارہ بنتا ہے۔

معاشرہ میں بدامنی اور بے چینی کا ایک بڑا سبب اصحاب حقوق کے حقوق کی عدم ادائیگی و حق تلفی ہے۔ اگر ہر ذی حق کو اس کا حق جو شریعتِ مطہرہ نے مقرر کیا ہے، حاصل ہو جائے تو معاشرہ امن و سلامتی کی راہ پر گامزن ہو سکتا ہے۔ قرآن حکیم نے معاشرے کے اصحابِ حقوق اور حاجت مندوں کا ذکر اس آیت مبارکہ میں فرمایا ہے:

ترجمہ: اور تم اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو اور والدین کے ساتھ
حسن سلوک کرو اور اہل قرابت کے ساتھ بھی اور یتیموں کے ساتھ اور غریبوں کے ساتھ بھی
اور قریب اور دُور کے پڑوسی کے ساتھ بھی اور ہم مجلس کے ساتھ بھی
اور مسافر کے ساتھ بھی اور وہ جو تمہارے زیر تصرف ہیں۔

(سورۃ النساء: ۳۶)

اس آیت مبارکہ میں اللہ کی بندگی اور اس کی توحید کے بعد ہر قسم کی بھلائی کا جو حکم دیا ہے، وہ معاشرے کے ہر قسم کے فرد سے تعلق رکھتا ہے، والدین، عزیز و اقارب، یتیم، مسکین، قریب اور دُور کے ہمسائے، دوست احباب، نوکر و خادم وغیرہ تاکہ پورا معاشرہ امن و سلامتی کا گہوارہ بن سکے۔

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے ان تمام حقوق میں سے ہر نوع کے حقوق ادائیگی کے متعلق احکامات بھی صادر فرمائے اور اپنے پاکیزہ عمل سے عامۃ المسلمین کو ان کی ترغیب بھی دی۔ امن و سلامتی اور محبت و اخوت کے فروغ کے لئے رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے کہ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حقوق ہیں:

(1) جب وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت کرے۔
(2) انتقال ہو جائے تو اس کے جنازے میں شریک ہو۔
(3) جب وہ دعوت دے تو اُسے قبول کرے۔
(4) ملاقات ہو تو سلام کرے۔

(5) اُسے چھینک آئے تو یرحمک اللہ کہے۔

(6) وہ موجود ہو یا غائب، ہر حال میں اس کی خیر خواہی کرے۔

(مشکوٰۃ المصابیح)

اگر اُمّتِ مسلمہ ان چھ زریں ہدایات پر عمل کرلیں تو ان کے درمیان باہمی محبت ویگانگت اور اتحاد و اتفاق کی ایسی خوشگوار فضا پیدا ہو جائے جو آخرت کی فلاح و کامیابی کے ساتھ ساتھ دنیوی زندگی کو بھی راحت و مسرت اور سکون و اطمینان کا گہوارہ بنادے اور ان کے دلوں کو آپس میں جوڑ کر انہیں اخوت ایمانی کا ایسا حسین بنادے جو دوسری اقوام کے لئے قابل رشک اور باعثِ کشش ہو۔

افسوس! دشمنانِ اسلام نے امت مسلمہ میں طرح طرح کی عصبیتیں پیدا کر رکھی ہیں، کہیں عرب و عجم کی عصبیت کا کام کر رہی ہے، کہیں عربوں کو آپس میں لڑایا جا رہا ہے، کہیں صوبائی عصبیتیں کام کر رہی ہیں اور کہیں لسانی عصبیتوں نے بصیرت اور بصارت ختم کر دی ہے۔ کہیں مہاجر اور غیر مہاجر کا سوال اٹھا رکھا ہے جو قتل اور خون ریزی کا سبب بنا ہوا ہے۔ عصبیتوں کی وجہ سے مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے جان لیوا بن رہے ہیں۔ عصبیت کے بارے میں رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام، حضرت محمد ﷺ نے فرمایا!

وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو عصبیت کی دعوت دے

اور وہ شخص ہم میں سے نہیں جو عصبیت کی بنیاد پر جنگ کرے

اور وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو عصبیت پر مر جائے۔

(ابو داؤد)

عصبیت کی وجہ سے بہت خون خرابے ہو رہے ہیں، جب دو آدمیوں میں کوئی مخالفت ہو یا جھگڑا ہونے لگے یا لڑائی شروع ہو جائے تو یہ نہیں دیکھا جاتا کہ ان دونوں میں حق پر کون

ہے؟ دیکھنے والے یہ دیکھتے ہیں کہ ان میں سے کون سا شخص میرا ہم وطن ہے، ہم زبان ہے، یا ہم قوم ہے اور اسی بنیاد پر مدد کرنے لگتے ہیں اور دونوں فریق کو ایسے حمایتی مل جاتے ہیں جو عصبیت کی بنیاد پر اپنا آدمی سمجھتے ہیں۔ یہ کوئی نہیں دیکھتا کہ ظالم کون ہے؟ اور مظلوم کون ہے؟ ظالم کی حمایت کر کے سب ظلم میں شریک ہو جاتے ہیں پھر جو لوگ مظلوم کے ساتھی ہوتے ہیں وہ اس سے بہت آگے بڑھ جاتے ہیں، جتنا ظلم ان کے آدمی پر ہوا اور یہ لڑائی پھر دو آدمیوں کی نہیں رہتی، بلکہ قبیلوں اور جماعتوں کی لڑائی بن جاتی ہے اور اس طرح سے لڑائی طول پکڑ جاتی ہے اور وحدت امت پارہ پارہ ہو جاتی ہے۔ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا!

اپنے بھائی کی مدد کرو (اگر چہ وہ) ظالم ہو یا مظلوم،

ایک صحابی رضی اللہ عنہٗ نے عرض کیا، یا رسول اللہ!

ہم ظالم کی مدد کیسے کریں؟

آپ ﷺ نے فرمایا! تو اسے ظلم سے روک دے۔

(مشکوٰۃ شریف)

آج عصبیت کی وبا میں ہر کوئی مبتلا ہے، یہ نہیں دیکھا جاتا کہ ظالم کون ہے اور مظلوم کون؟ یہ اسلامی تعلیمات کے سراسر خلاف ہے، اس کا بڑا وبال ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا بات ہوگی کہ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ ایسا شخص ہم میں سے نہیں ہے۔

(بحوالہ: شرعی حدود وقصاص)

امت مسلمہ کو چاہئے کہ وہ گناہوں سے اجتناب کریں کیونکہ گناہ کرنا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب بنتا ہے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہٗ سے (ایک لمبی حدیث میں)

روایت ہے کہ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا!

اپنے کو گناہ کرنے سے بچاؤ کیونکہ گناہ کرنے سے اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہو جاتا ہے۔

(مسند احمد)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ بڑے بڑے گناہ یہ ہیں، اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، ماں باپ (کی نافرمانی کر کے ان) کو تکلیف دینا اور بے خطا جان کو قتل کرنا اور جھوٹی قسم کھانا۔ (بخاری)

حضرت صفوان رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے (ایک لمبی حدیث ہے) کہ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے کئی حکم صادر فرمائے، ان میں سے یہ بھی ہے کہ کسی بے خطا کو حاکم کے پاس مت لے جاؤ کہ وہ اس کو قتل کرے (یا اس پر کوئی ظلم کرے) اور جادو مت کرو۔

(ترمذی، ابوداؤد)

بدقسمتی سے آج اُمّتِ مسلمہ کی توانائیاں آپس کے بحث مباحثوں اور لڑائی جھگڑوں میں صرف ہو رہی ہیں۔ ہر شخص اپنے کو حق پر سمجھتا ہے اور اپنی اپنی بات منوانے کا جذبہ غالب رہتا ہے۔ اِن بحث مباحثوں میں، جو علوم شرعیہ سے پوری طرح واقف نہیں ہوتا، وہ حدود شرعیہ کی رعائت کرنے سے قاصر رہتا ہے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک چیز غلط اور ناحق ہوتی ہے مگر اسے حق ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اکثر لوگ اِن بحث مباحثوں میں اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی عیب جوئی کرتے ہیں اور اُن پر زبان طعن دراز کر کے اپنا نامہ اعمال سیاہ کرتے ہیں۔ ایسے لوگ جذبہ عمل سے محروم ہو جاتے ہیں اور اِن میں "قبول حق" کی استعداد بھی کم ہو جاتی ہے۔ بسا اوقات بعض بحث مباحثے لڑائی جھگڑے کی شکل

اختیار کر جاتے ہیں۔ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کا پاک ارشاد ہے:

مَا ضَلَّ قَوْمٌ بَعْدَ هُدًى كَانُوا عَلَيْهِ إِلَّا أُوتُوا الْجَدَلَ

(مسند احمد)

ترجمہ: جو قوم ہدایت سے ہٹ کر گمراہ ہو جاتی ہے اُسے جھگڑا دے دیا جاتا ہے۔

ہمیں یہ ہرگز نہیں بھولنا چاہئے کہ ہم اُس برگزیدہ ہستی کے اُمتی ہیں جس کی مبارک محنت سے اوس وخزرج جیسے دیرینہ دُشمن اور ایک دوسرے کے خون کے پیاسے آپس میں یک جان دو قالب ہو گئے تھے، وہ درس جو رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے ہمیں دیا، دُنیا میں ہماری سرفرازی اور آخرت میں نجات کی واحد ضمانت ہے۔

آج ہماری زندگیوں سے سکون واطمینان ختم ہو چکا ہے۔ آدمی آدمی کے لئے بھیڑیا بن گیا ہے۔ قومیں قوموں سے ٹکرا رہی ہیں لڑائیوں اور ظلم وتشدد کی چکی میں پسی ہوئی انسانیت سسک رہی ہے۔ موجودہ معاشرہ پھر اسی دورِ جاہلیت کا نقشہ پیش کر رہا ہے جبکہ انسانیت تباہی و ہلاکت کے آخری کنارے پر پہنچ چکی ہے۔ ان حالات میں ملتِ اسلامیہ کا فرض ہے کہ وہ تمام تعصبات واختلافات کو ختم کر کے سیسہ پلائی دیوار بن جائیں اور جو طریق ربط واخوت اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ نے ہمارے لئے تجویز کیا ہے، صرف اسی کی اتباع سے ہمارے دلوں میں یکجہتی اور نگاہوں میں یک رنگی پیدا ہو سکتی ہے۔ ہماری زندگی کے چشمے اسی حیات آفریں پیغام سے پھوٹ سکتے ہیں اور اسی سے ہماری کشتِ حیات سرسبز وشاداب ہو سکتی ہے اور اسی کے فیضان سے ہماری زندگی امن وسکون سے آشنا ہو سکتی ہے۔

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ آخری نبی ہیں، اب نبوت کا دروازہ بند ہو جانے پر نبوت والا کام، اُمت مسلمہ کے ذمہ دے دیا گیا تا کہ بھٹکی ہوئی انسانیت کو رشد وہدایت کا راستہ دکھائے اور یہی اس کی فضیلت کا سبب ہے۔ قرآن مجید میں ارشادِ خداوندی ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ط

(آل عمران: ۱۱۰)

ترجمہ: (اے اُمتِ محمدیہ ﷺ) تم بہترین اُمت ہو تم کو لوگوں کے نفع کے لئے بھیجا گیا ہے، تم بھلی باتوں کو لوگوں میں پھیلاتے ہو اور بُری باتوں سے اِن کو روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

اللہ تعالیٰ شانہٗ نے ہمیں جس عالی مقصد کے لئے پیدا کیا ہے، اُس مقصد کو اُمتِ مسلمہ نے پہچانا نہیں، لہٰذا ہمیں اس پر توبہ کرنی چاہئے۔ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کا پاک ارشاد ہے:

اے لوگو! توبہ کرو اللہ کی طرف، پس میں ایک دن میں سو (100) مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔

(صحیح مسلم)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کیا میں تم کو تمہاری بیماری اور اس کی دوا بتلا دوں؟ سن لو بیماری گناہ ہیں اور تمہاری دوا استغفار ہے۔

(ترغیب بیہقی)

رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام، حضرت محمد ﷺ ایک مکمل زندگی کا نظام لے کر آئے ہیں اور وہ اعمال والی زندگی ہے۔ دعوت و تبلیغ والا کام اس پوری زندگی کو زندہ کرنے کی محنت ہے کہ اُمّت کا کوئی فرد، کوئی مرد، کوئی عورت اللہ تعالیٰ کا نافرمان نہ رہے، بلکہ ہر شخص اللہ تعالیٰ سے جڑ جائے، توبہ کرلے اور حضور اقدس ﷺ کی مبارک ترتیب زندگی پر آجائے، اس کو سیکھنا، اس کو سکھانا، اس کو پھیلانا اور اس کو لے کر دَر دَر پھرنا، اللہ تعالیٰ نے

اس اُمت کی صفت بنائی ہے۔اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس ﷺ پر نبوت کا دروازہ بند فرمایا، قیامت تک انسانوں کے لئے آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس ہی نبی ہیں، ایک قرآن ہے، ایک قبلہ ہے اور ایک ہی ملت ہے۔ایک ہی تہذیب ہے اور وہ ''اسلام'' ہے۔اسی لئے اللہ تعالیٰ نے سب کے لئے اسلام کو پسند فرمایا ہے۔اب اسلام کے علاوہ کوئی راستہ نہیں چل سکتا۔دین اسلام ہی کو زندہ رہنا ہے، اب اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ صرف اسلام کا ہے، جس کو رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کی **23** برس کی محنت کے بعد اللہ تعالیٰ نے مکمل فرمایا۔

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کے وصال کے بعد قیامت تک آنے والے انسانوں تک کون کلمہ حق پہنچائے گا؟ انہیں کون اللہ تعالیٰ کا پیغام سنائے گا؟ کون اللہ اور اس کے آخری رسول ﷺ کا تعارف کروائے گا؟ اس کام کے لئے اللہ تعالیٰ نے اُمتِ مسلمہ کو چنا ہے۔

رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام، حضور اقدس ﷺ ساری انسانیت کے نبی ہیں:

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا

(الاعراف: ۱۵۸)

ترجمہ: (اے محمد ﷺ) کہہ دیجئے اے انسانو! بے شک میں اللہ کا رسول ہوں تم سب کی طرف۔

سارا عالم ہماری محنت کا میدان ہے، اسی لئے رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ میری ایک بات بھی تمہیں آتی ہے تو اس کو آگے پہنچا دو، یہاں عالم ہونے کی شرط بھی ہٹا دی۔خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا کہ میرا پیغام غائبین تک پہنچا دو۔اس حکم کے مطابق ساری دنیا میں اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانا، اُمتِ مسلمہ کے ہر مرد اور عورت کے ذمہ ہے۔اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن میں رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کو جو مبارک محنت عطا فرمائی وہ ''دعوت الی اللہ'' ہے..... سب کو اللہ سے جوڑنا ہے، حکمت وبصیرت کے ساتھ،

آپ ﷺ کا بھی یہی کام ہے اور آپ ﷺ کا اتباع کرنے والوں کا بھی یہی کام ہے۔ قرآن مجید میں ارشادِ خداوندی ہے:

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ

(سورہ یوسف: ۱۰۸)

ترجمہ: آپ (ﷺ) کہہ دیجئے کہ میرا طریق یہی ہے، میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں، دلیل پر قائم ہوں، میں (بھی) اور میرے پیرو بھی۔

ساری دُنیا اس وقت منتظر ہے کہ کوئی ان کو اللہ تعالیٰ کا پیغام سنائے اور بتائے کہ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ والے پاکیزہ طریقے کیسے رحمت بھرے ہیں؟ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کے پاک صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے عمل کرکے دکھایا، آج ساری دُنیا میں پھیلی ہوئی ان مبارک ہستیوں کی قبریں اس بات کی گواہی دے رہی ہیں کہ رحمۃ للعالمین، پیغمبرِ اسلام، حضرت محمد ﷺ آخری نبی ہیں اور ساری اُمّت مسلمہ اپنے نبی ﷺ کے کام والی ہے۔

کئی چراغ بجھے تب **لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ** کا چراغ جلا، کئی گھر لٹے تب جا کر اسلام کا گھر دُنیا میں آباد ہوا، آج اُمّت مسلمہ اپنے خالق و مالک کو بھول کر زندگی گزار رہی ہے، اپنے محسن عظیم، رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کو بھول گئی، کتنے گھر ہیں کہ ایک کی بھی زبان سے قرآن کے الفاظ ادا نہیں ہوئے، کتنے گھر ہیں جو قرآن کی تلاوت سے محروم ہیں؟ کتنے گھر ہیں جو نماز کے سجدے سے محروم ہیں؟ کتنے گھر ہیں کہ ایک کو بھی سجدے کی توفیق نصیب نہیں ہوئی؟ نہ بچی، نہ بچہ، نہ مرد، نہ عورت، نہ بوڑھا، نہ بوڑھی، کسی ایک کو بھی سجدے کی توفیق نصیب نہیں۔ **95** فی صد مسلمان نماز نہیں پڑھتے۔ وہ رحمٰن ورحیم پاک ربّ تو ہم سے ستر ماؤں سے زیادہ محبت کرے، لیکن ہماری روزمرہ کی

عملی زندگی اس چیز کا ثبوت پیش نہیں کرتی ۔ہماری محبت مفادات سے ہے، آسائشوں سے ہے، مال و دولت سے ہے، غرضیکہ اس فانی دُنیا کی خوشیوں اور رعنائیوں سے ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا منادی نماز کے لئے بلاتا ہے، دُنیا وآخرت کی فلاح کے لئے بلاتا ہے اور بات کو دہراتا ہے ''الصلوٰۃ خیر من النوم'' نماز نیند سے بہتر ہے، لیکن ہمارے لئے صبح کو بیدار ہونا مشکل ہے اور ہم اس بات کا عملی مظاہرہ پیش کرتے ہیں کہ مجھے نیند سے محبت ہے۔ شاعر مشرق علامہ اقبالؒ نے اسی لئے تو کہا تھا:

کس قدر تم پہ گراں صبح کی بیداری ہے
ہم سے کب پیار ہے ہاں نیند تمہیں پیاری ہے
طبع آزاد پہ قید رمضان بھاری ہے
تمہیں کہہ دو یہی آئین وفاداری ہے

کتنا بڑا بحران ہے، کتنی بڑی ہلاکت ہے، ہر مسلمان (مرد وعورت) نے اللہ تعالیٰ کے پاس جانا ہے، یہی عرض ہے کہ وہ اس کی تیاری کرکے اپنے اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو۔ رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام، حضرت محمد ﷺ کی یہ فکر تھی کہ ساری انسانیت جہنم سے بچ کر جنت میں جانے والی بن جائے۔ آپ ﷺ اپنے چچا کے قاتل وحشی بن حرب کے بارے میں فکرمند ہیں کہ وہ بھی جنت میں جانے والا بن جائے، چنانچہ کتب احادیث میں وحشی بن حرب کے اسلام لانے کا واقعہ لکھا ہے، جسے ذیل میں تحریر کیا جاتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام، حضور اقدس ﷺ نے اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہٗ کے قاتل وحشی بن حرب کے پاس اسلام کی دعوت دینے کے لئے آدمی بھیجا۔ وحشی بن حرب نے جواب میں یہ پیغام بھیجا کہ

آپ مجھے کیسے اسلام کی دعوت دے رہے ہیں، حالانکہ آپ خود یہ کہتے ہیں کہ قاتل، مشرک اور زانی دوزخ میں جائیں گے اور قیامت کے دن اُن پر عذاب دُگنا ہوگا اور ہمیشہ ذلیل ہوکر جہنم میں پڑے رہیں گے اور میں نے یہ سب کام کیے ہیں تو کیا میرے لئے آپ کے خیال میں ان برے کاموں کی سزا سے بچنے کی کوئی گنجائش ہے؟

اس پر اللہ جل جلالہٗ نے فوراً یہ آیت نازل فرمائی:

اِلَّا مَنۡ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِہِمۡ حَسَنٰتٍ ؕ وَ کَانَ اللّٰہُ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا ۝

(الفرقان : ۷۰)

ترجمہ: مگر جس نے توبہ کی اور یقین لایا اور کیا کچھ کام نیک، سو ان کو بدل دے گا اللہ برائیوں کی جگہ بھلائیاں اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان۔

اس آیت کو سن کر وحشی بن حرب نے کہا، توبہ اور ایمان وعملِ صالح کی شرط بہت کڑی ہے، شاید میں اسے پورا نہ کرسکوں۔ اس پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَکَ بِہٖ وَ یَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِکَ لِمَنۡ یَّشَآءُ ۚ

(النسآء : ۴۸)

ترجمہ: بے شک اللہ نہیں بخشتا اُس کو جو اس کا شریک کرے اور بخشتا ہے اس سے نیچے کے گناہ جس کے چاہے۔

اس پر وحشی بن حرب نے کہا، مغفرت تو اللہ کے چاہنے پر موقوف ہوگی، پتہ نہیں اللہ مجھے بخشیں گے یا نہیں۔ کیا اِس کے علاوہ کچھ اور گنجائش ہے؟

اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

قُلۡ یٰعِبَادِیَ الَّذِیۡنَ اَسۡرَفُوۡا عَلٰۤی اَنۡفُسِہِمۡ لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَۃِ اللّٰہِ ؕ

اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ط اِنَّہٗ ھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ○

(الزمر: ۵۳)

ترجمہ: آپ ﷺ کہہ دیجئے! اے میرے بندو! جنھوں نے زیادتی کی ہے اپنی جان پر،
آس مت توڑو اللہ کی مہربانی سے، بے شک اللہ بخشتا ہے سب گناہ،
وہی ہے گناہ معاف کرنے والا مہربان۔

اس پر وحشی بن حرب نے کہا کہ ہاں! یہ ٹھیک ہے اور مسلمان ہو گئے۔ اس موقع پر بعض لوگوں نے رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ سے عرض کیا، یا رسول اللہ! ہم نے بھی وہی گناہ کیے ہیں، جو حضرت وحشی نے کیے تھے، کیا یہ آیت ہمارے لئے بھی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا! ہاں، یہ تمام مسلمانوں کے لئے ہے۔ (بحوالہ: حیاۃ الصحابہؓ جلد ۱)

الحمد للہ! اسلام امن و سلامتی، محبت و اخوت اور خیر خواہی کا دین ہے، نیز رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کی ذاتِ اقدس سے نکلے ہوئے اعمال میں رحمت اور کامل نور ہے۔ اگر اُمّتِ مسلمہ اپنے آقا، رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کی کامل اتباع پر آجائے تو اللہ تعالیٰ شانہٗ کی ذاتِ عالی سے اُمید ہے کہ اُمّتِ مسلمہ پھر سے "بنیان مرصوص" (سیسہ پلائی) دیوار بن سکتی ہے اور امت مسلمہ میں "امت پنا" آسکتا ہے۔ امت مسلمہ میں جوڑ پیدا ہو جائے، اس کے لئے ہمیں رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کی سیرت طیبہ کی روشنی میں مندرجہ ذیل اُصولوں کے مطابق عمل پیرا ہونا ہوگا:

(1) مسلمان بیمار ہو تو اس کی عیادت کی جائے۔

(2) انتقال ہو جائے تو اس کے جنازے میں شریک ہوا جائے۔

(3) جب وہ دعوت دے تو اُسے قبول کیا جائے۔

(4) ملاقات ہو تو سلام کیا جائے۔

(5) چھینک آئے تو یرحمک اللّٰہ کہا جائے۔

(6) ہر حال میں اپنے مسلمان بھائی کی خیر خواہی کی جائے۔

(7) دوسروں کو اپنے سے بہتر سمجھا جائے۔

(8) اچھے نام سے پکارا جائے۔

(9) مصیبت و پریشانی میں ایک دوسرے کی مدد کی جائے۔

(10) ایک دوسرے کو ہدیہ دیا جائے۔

(11) ہر مسلمان اپنا تعارف "حضور اقدس ﷺ کا امتی" ہونے کی حیثیت سے کروائے۔

(12) اپنے مال کو دوسروں پر خرچ کیا جائے۔

(13) ایصال ثواب کیا جائے۔

(14) عیوب پر نظر نہ رکھی جائے۔

(15) دوسروں کے عیوب کی پردہ پوشی کی جائے

(16) ایک دوسرے کی صفات کو دیکھا جائے۔

(17) پیٹھ پیچھے تعریف کی جائے۔

(18) ایک دوسرے کا اکرام کیا جائے۔

(19) کسی میں کمی ہو تو فوراً نہ ٹوکا جائے۔

(20) ایک دوسرے کو عزت و احترام سے پکارا جائے۔

(21) ایک دوسرے کی خدمت کی جائے۔

(22) دوسروں کے ساتھ تواضع کے ساتھ پیش آیا جائے۔

(23) بے تکلفی سے پرہیز کیا جائے۔

(24) ایک دوسرے کو معاف کیا جائے۔

(25) تجسس نہ کیا جائے۔

(26) تنقید، تردید، تنقیص اور تقابل سے پرہیز کیا جائے۔

(27) ہر کام مشورہ سے کیا جائے۔

(28) غیبت سے پرہیز کیا جائے۔

(29) کینہ، حسد اور بغض سے پرہیز کیا جائے۔

(30) ہر ایک کی بات کو احترام سے سنا جائے۔

(31) دوسروں کی بہتری کا سوچا جائے۔

(32) علمی اختلافات کو اُمتِ مسلمہ کے لئے "رحمت" کا ذریعہ بنایا جائے، نہ کہ "زحمت"۔

(33) جن کے حقوق ذمہ ہیں اُن کے حقوق کو بطریقِ احسن ادا کیا جائے۔

(34) بڑوں کا ادب، چھوٹوں پر شفقت اور اہلِ علم کی عزت کی جائے۔

(35) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں سختی نہ کی جائے۔

(36) ایک دوسرے کی صفات کو دیکھا جائے۔

(37) آخرت کو اپنی زندگی کا نصب العین بنایا جائے۔

(38) دوسروں کی اچھائیوں اور اپنی برائیوں پر نظر رکھی جائے۔

(39) حضور اقدس ﷺ کی کامل اتباع کی جائے۔

(40) اللہ تعالیٰ کے حضور اُمتِ مسلمہ میں جوڑ پیدا ہونے کی دُعائیں کی جائیں۔

اللہ تعالی امت مسلمہ کو رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کی کامل اتباع کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ..... بجاہِ رحمۃللعالمین ﷺ

باب نمبر 18

رحمۃ للعالمین ﷺ اور غیر مسلم اقوام

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور کامل واکمل دُرود و سلام ہو سیّد الانبیاء والمرسلین، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین، ہمارے آقا، حضرت محمد ﷺ پر جن کی مبارک محنت سے زندگی میں دلوں کو اور مرنے کے بعد قبروں کو منور فرمایا اور جن کا ظہور تمام عالم کے لئے رحمت ہے اور آپ ﷺ کی آل اولاد اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پر جو ہدایت کے ستارے ہیں اور دین اسلام کے پھیلانے والے ہیں، نیز اُن مؤمنین اور مؤمنات پر بھی جو ایمان کے ساتھ اِن کا اتباع کرنے والے ہیں۔

اللہ وحدہٗ لاشریک صرف اہل اسلام کا ہی ربّ نہیں بلکہ روئے زمین پر بسنے والے تمام انسانوں کا ربّ ہے۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ نے اپنی صفت ربوبیت کے تحت جس طرح ہر قوم کو اس کی جسمانی پرورش کے لئے خوراک بہم پہنچائی، اسی طرح ہر ایک قوم میں روحانی و اخلاقی نشوونما اور ترقی کے لئے حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام مبعوث فرمائے۔ نبوت کا جو سلسلہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شروع ہوا، وہ خاتم الانبیاء، رحمۃ للعالمین، حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ اقدس پر آکر اپنی تکمیل کو پہنچا۔ حضراتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام مختلف قوموں اور قبیلوں میں مبعوث کیے گئے لیکن رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ قیامت تک کے لئے تمام انسانوں اور تمام زمانوں کے لئے نبی و رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ اہل اسلام کے لئے تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لانا بھی جزوِ ایمان ہے۔

قرآن حکیم میں ارشادِ خداوندی ہے:

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ

(البقرة : ۲۸۵)

ترجمہ: ہم اللہ تعالیٰ کے رسولوں میں کوئی تفریق نہیں کرتے۔

الحمد للہ! حضراتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو جو کمالات واوصاف الگ الگ عطا ہوئے تھے، اللہ تعالیٰ شانہٗ نے وہ تمام کمالات واوصاف رحمۃ للعالمین، حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ اقدس میں یکجا کر دیئے ہیں۔ اس لحاظ سے رسالتِ محمدی ﷺ ایک منفرد امتیازی حیثیت رکھتی ہے۔ رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام، حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ اقدس کو جن خصائص وفضائل سے نوازا گیا تھا، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ جل جلالہٗ نے تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے یہ عہدو پیمان لیا تھا کہ جس نبی کے عہد رسالت ونبوت میں میرا آخری رسول (حضرت محمد ﷺ) مبعوث ہو جائے گا تو آپ کا فرض ہے کہ ان پر ایمان لائیں، ان کی اتباع کریں اور مدد ونصرت میں لگ جائیں۔ اگر کسی کی زندگی میں یہ واقعہ رونما نہ ہو تو اپنی اُمّت کو اسی بات کی وصیّت کر کے جائیں۔ اس عہدو پیمان کے بارے میں اللہ تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے:

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ
ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ
قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ
قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝
فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

(آل عمران: ۸۱، ۸۲)

ترجمہ: اور جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء (علیہم الصلوٰۃ والسلام) سے یہ عہد لیا کہ جو کچھ کتاب وحکمت میں

تمہیں عطا کروں، پھر آپ کے پاس میرا رسول (ﷺ) آجائے، جو تمہاری کتاب کی تصدیق کرنے والا ہو تو آپ اس رسول (ﷺ) پر ضرور ایمان لاؤ گے، اور اس کی مدد و نصرت کرو گے۔ فرمایا! کیا آپ سب نے اقرار کیا، اور میرے اس عہد کو قبول کیا؟ ان سب نے کہا! ہم نے اقرار کیا، فرمایا! اب گواہ رہو، اور میں بھی آپ سب کے ساتھ گواہ ہوں۔ پھر اس (عہد و اقرار) کے بعد جو کوئی پھر جائے تو ایسے ہی لوگ نافرمان ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس آیتِ میثاق کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس آیت میں رسول سے مراد رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں عہد لیا تھا کہ اگر وہ خود اُن کا زمانہ پائیں تو اُن پر ایمان لائیں اور اُن کی تائید و نُصرت کریں، ورنہ اپنی اُمت کو اس بات کی وصیّت کر کے جائیں۔

(تفسیر ابن کثیرؒ)

اس آیت میں اہل کتاب کو متنبہ کیا جا رہا ہے کہ تم پیغمبر اسلام، رحمۃ للعالمین، حضرت محمد ﷺ پر ایمان نہ لا کر اس عہد کی خلاف ورزی کر رہے ہو جو تمہارے انبیاء علیہم الصلوٰۃ و السلام اور ان کے ذریعے تم سے لیا گیا ہے۔ اب بتاؤ کہ تمہارے فاسق ہونے میں کوئی شک وشبہ ہے؟ (تفسیر ابن کثیرؒ)

رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام، حضرت محمد ﷺ اپنی ولادت سے صدیوں پہلے ہی معروف ہو چکے تھے اور اہل کتاب کو اس بارے میں علم تھا کہ آپ ﷺ کہاں مبعوث ہوں گے؟ کہاں ہجرت فرمائیں گے؟ یہاں تک کہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی پاکیزہ جماعت حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے اوصاف بھی کتب سابقہ میں موجود تھے۔ آپ ﷺ کی بعثت سے قبل یہودی جب عرب مشرکین سے مغلوب ہوتے تو وہ یہ دُعا کیا کرتے تھے:

(اے پروردگار)! نبی آخرالزماں ﷺ جلد ظاہر ہوں

تاکہ ہم ان کے ساتھ مل کر ان کافروں پر غلبہ حاصل کریں۔

(بحوالہ: تفسیر ابن کثیرؒ)

معلوم ہوا کہ اہل کتاب کے ہاں آپ ﷺ اس حد تک معروف تھے کہ روزمرہ کی زندگی میں بھی وہ آپ ﷺ کی آمد و بعثت کا اظہار کرتے رہتے تھے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَھُمْ ط

وَاِنَّ فَرِیْقًا مِّنْھُمْ لَیَکْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ ٥

(البقرۃ : ١٤٦)

ترجمہ: جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی، وہ آپ ﷺ کو ایسے جانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو اور ان میں سے ایک فرقہ جان بوجھ کر حق کو چھپاتا ہے۔

رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام، حضرت محمد ﷺ سے پہلے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر جو کتابیں نازل ہوئی، وہ یا تو بالکل ناپید ہوگئی ہیں، یا اب وہ اصلی حالت میں نہیں ہیں، کیونکہ ان میں وسیع پیمانے پر تحریفات کی گئیں، جس کی وجہ سے یہ معلوم کرنا مشکل ہے کہ کون سا حکم اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ہے اور کون سا حکم خود انسانوں کی طرف سے شامل کردیا گیا ہے؟ اہل اسلام کا ایمان ہے کہ آسمانی کتابوں میں زبور حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام پر، تورات حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر، انجیل حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اور قرآن مجید حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سابقہ کتب سماوی میں تحریفات ہوئیں، یہ کہاں تک دُرست ہے، حالانکہ یہ بھی الہامی کتب تھیں؟

قرآن مجید اس بات پر گواہ ہے کہ ان آسمانی کتب میں تحریف یعنی ردّوبدل ہوا ہے، اس کے برعکس محققین بائبل نے دلائل کے ساتھ ثابت کر رکھا ہے کہ عہد قدیم اور عہد جدید میں

تورات اور انجیل میں زبردست تحریفات واقع ہوئی ہیں اور اس بات کا انکار تو خود اہل کتاب بھی نہیں کر سکتے کیونکہ ان کے یہاں تحریف جائز سمجھی جاتی ہے، جیسا کہ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا (ایڈیشن 1946) کے مضمون "بائبل" میں لکھا ہے:

"اناجیل میں ایسے نمایاں تغیرات دانستہ کئے گئے ہیں، مثلاً بعض پوری پوری عبارتوں کو کسی دوسرے ماخذ سے لے کر کتاب میں شامل کر دینا، یہ تغیرات صریحاً کچھ ایسے لوگوں نے بالقصد کئے ہیں، جنہیں اصل کتاب کے اندر شامل کرنے کے لئے کہیں سے کوئی مواد مل گیا اور وہ اپنے آپ کو اس کا مجاز سمجھتے رہے کہ کتاب کو بہتر یا زیادہ مفید بنانے کے لئے اس کے اندر اپنی طرف سے اس مواد کا اضافہ کر دیں، بہت سے اضافے دوسری صدی میں ہو گئے تھے اور کچھ نہیں معلوم کہ ان کا ماخذ کیا تھا"۔

(بحوالہ: سیرۃ امام الانبیاء ﷺ)

ان تمام تحریفات کے باوجود بھی تورات اور انجیل میں آج تک بیسیوں مقامات ایسے ہیں جن میں صراحت کے ساتھ اور کہیں اشارات میں رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام، حضرت محمد ﷺ کے بارے میں بشارتیں مذکور ہیں۔

(بحوالہ: سیرۃ امام الانبیاء ﷺ)

رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام، حضرت محمد ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب "قرآن مجید" آج بھی اُسی صورت میں ہے، جس صورت میں یہ نازل ہوا۔ سابقہ کتب سماوی کتاب اللہ کہلاتی تھیں اور قرآن مجید کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ یہ "کتاب اللہ" بھی ہے اور "کلام اللہ" بھی ہے۔ قرآن مجید، اللہ تعالیٰ کی ذاتِ عالی سے نکلا ہے اور

اس کی حفاظت کا ذمہ بھی خود اللہ تعالیٰ نے لیا ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے:

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ

(سورۃ الحجر: ۹)

ترجمہ: بے شک یہ (کتاب) ہم ہی نے اُتاری ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کا سارے انسانوں کی طرف مبعوث ہونا اور پھر اللہ کا آخری رسول ہونا، اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ دُنیا کا ہر انسان اور قیامت تک آنے والے سارے انسان پیغمبرِ اسلام، حضرت محمد ﷺ پر ایمان لائیں اور آپ ﷺ کے لائے ہوئے دین ''اسلام'' کو اپنا مذہب مانیں اور اس کی پیروی کریں۔ اگر کوئی شخص آپ ﷺ کی نبوت کو نہیں مانتا اور اسلام قبول نہیں کرتا ہے تو وہ آپ ﷺ کی نہیں، بلکہ خالقِ کائنات، ربّ العالمین کے خلاف بغاوت کر رہا ہے، کیونکہ اللہ وحدہٗ لاشریک نے آپ ﷺ کو ساری انسانیت کے لئے آخری نبی و رسول ﷺ بنا کر بھیجا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ ساری دُنیا میں قرآن مجید کے علاوہ دوسری کوئی ایک کتاب بھی ایسی نہیں، جو پوری طرح محفوظ ہو۔ اس صورت میں ان کتابوں اور شریعتوں کی ٹھیک پیروی بھی کیسے ممکن ہو سکتی ہے؟

یہ صورتِ حال تو گویا خود ان کتابوں اور شریعتوں کا اقراری بیان ہے کہ اب ہمارا زمانہ ختم ہو چکا ہے۔

(بحوالہ: اسلام ایک نظر میں)

اللہ تعالیٰ شانہٗ جو کہ ساری کائنات کا خالق و مالک ہے، اس پاک ذات نے روئے زمین پر بسنے والے سارے انسانوں کے لئے دین اسلام کو پسند فرمایا ہے۔

قرآن مجید میں ارشادِ خداوندی ہے:

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِ سْلَامُ

(آلِ عمران: ۱۹)

ترجمہ: بے شک اللہ کے نزدیک پسندیدہ (مقبول) دین اسلام ہے۔

سورۃ آلِ عمران میں ارشادِ خداوندی ہے:

وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ ج

وَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ o

(آلِ عمران : ۸۵)

ترجمہ: اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کا طالب ہوگا، وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور ایسا شخص آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں ہوگا۔

مندرجہ بالا آیاتِ مبارکہ نے واضح کر دیا ہے کہ اب اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی دوسرا مذہب تسلیم شدہ اور قابل قبول نہ ہوگا اور اسلام کو چھوڑ کر اگر دوسری شریعت کی پیروی کی گئی تو وہ اللہ تعالیٰ کی بندگی قرار نہ پائے گی۔لہٰذا ''دین اسلام'' ہی واحد ذریعہ نجات ہے۔

☆ اسلام میں داخل ہونے کا طریقہ

اسلام میں کوئی جبر نہیں ہے بلکہ یہ دین فطرت ہے۔اب جو شخص کلمہ طیبہ

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

پڑھ لیتا ہے، وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔اسلام اس بات کی دعوت دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے، اُس کا کوئی شریک نہیں، اُس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں

ہے، حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔مندرجہ ذیل سات چیزوں پر ایمان لانا ''شرائطِ ایمان'' ہیں، انہیں ایمان مفصل کہا جاتا ہے:

☆ ایمان مفصل

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَ کُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ
وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی
وَالْبَعْثِ بَعْدِ الْمَوْتِ

ترجمہ: ایمان لایا میں اللہ پر اور اُس کے فرشتوں پر اور اُس کی کتابوں پر اور اُس کے رسولوں پر
اور قیامت کے دن پر اور اس پر کہ اچھی اور بری تقدیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے
اور موت کے بعد اُٹھائے جانے پر۔

☆ ایمان مجمل

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ کَمَا ھُوَ بِاَسْمَآئِہٖ وَصِفَاتِہٖ وَقَبِلْتُ جَمِیْعَ اَحْکَامِہٖ
اِقْرَارٌ ، بِاللِّسَانِ وَتَصْدِیْقٌ ، بِالْقَلْبِ

ترجمہ: ایمان لایا میں اللہ پر جیسا کہ وہ اپنے ناموں اور صفتوں کے ساتھ ہے اور میں نے اس کے
تمام احکام قبول کئے، زبان سے اقرار کرتے ہوئے اور دل سے تصدیق کرتے ہوئے۔

رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام، حضرت محمد ﷺ آخری نبی ہیں، اب قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا، قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے، جو آپ ﷺ پر نازل ہوئی اور آپ ﷺ کی امت بھی آخری امت ہے۔قرآن مجید میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ صراحت کے ساتھ یہ منادی کرچکا ہے کہ آپ ﷺ کی نبوت و رسالت ساری انسانیت کے لئے ہے اور ہمیشہ کے لئے ہے۔

قرآن مجید میں ارشادِ خداوندی ہے:

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا

(الاعراف: ۱۵۸)

ترجمہ: (اے محمد ﷺ) کہہ دیجئے اے انسانو! بے شک میں اللہ کا رسول ہوں تم سب کی طرف۔

قرآن مجید ارشادِ خداوندی ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا
وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ○

(سورۃ سبا: ۲۸)

ترجمہ: اور ہم نے آپ (ﷺ) کو تمام انسانوں کے لئے خوشخبری سنانے والا
اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

اب اگر کوئی انسان اللہ تعالیٰ کی ذاتِ عالی پر اور رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام، حضرت محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان نہیں لاتا..... یا اللہ تعالیٰ پر تو ایمان لاتا ہے، لیکن آپ ﷺ پر ایمان نہیں لاتا..... یا آپ ﷺ کو سچا رسول تسلیم کرنے کے باوجود، آپ ﷺ کی پیروی کا راستہ اختیار نہیں کرتا (یعنی اسلام قبول نہیں کرتا)..... تو یہ انسان اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ کی اطاعت نہیں کر رہا ہے، بلکہ اپنے نفس کی اطاعت کر رہا ہے اور درحقیقت یہ اللہ تعالیٰ کی کھلی ہوئی نافرمانی کر رہا ہے..... ہاں! اگر یہ بات قرآن کے نزدیک بھی صحیح ہوتی کہ سارے مذہب سچے ہیں اور ہر رسول کی پیروی یکساں طور پر حق ہے تو اس کا بالکل منطقی تقاضا یہ تھا کہ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ یہود و نصاریٰ کو اسلام لانے کی دعوت نہ دیتے، کیونکہ وہ خود صاحبِ کتاب تھے..... لیکن تاریخ عالم اس پر گواہ ہے کہ رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے انہیں (یہود و نصاریٰ کو) اسی طرح اسلام کی دعوت دی، جس طرح عرب کے مشرکوں کو دی تھی اور ان کے لئے بھی اپنی پیروی کو ویسا ہی

ضروری قرار دیا، جیسا کہ ان کے لئے ضروری قرار دیا تھا۔

(بحوالہ: اسلام ایک نظر میں)

قرآن مجید میں ارشادِ خداوندی ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰٓى اَدْبَارِهَآ اَوْ نَلْعَنَهُمْ

(النساء: ۴۷)

ترجمہ: اے وہ لوگو! جن کو کتاب دی گئی تھی، ایمان لاؤ اس پر جسے ہم نے اُتارا ہے (یعنی قرآن مجید پر) جبکہ وہ اس کتاب (کی پیشین گوئیوں) کے عین مطابق بھی ہے جو تمہارے پاس ہے، قبل اس کے کہ ہم چہروں کو بگاڑ دیں اور انہیں پیٹھوں کی طرف پھیر دیں، یا ان پر لعنت کریں۔

رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام، حضرت محمد ﷺ نے اہل کتاب کو اسلام لانے کی دعوت دی، ان میں سے جنہوں نے اسلام قبول نہیں کیا، ان کے بارے میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا!

اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَیُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰهِ
وَرُسُلِهٖ وَیَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ
وَّیُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِكَ سَبِیْلًا ۝
اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ
وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّهِیْنًا ۝

(النساء: ۱۵۰، ۱۵۱)

ترجمہ: جو لوگ اللہ اور اس کے پیغمبروں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے پیغمبروں کے درمیان تفریق کریں اور کہتے ہیں کہ بعض پیغمبروں کو ہم مانیں گے اور بعض کو نہ مانیں گے

اور اس طرح کفر اور ایمان کے درمیان کی کوئی راہ اختیار کر لینا چاہتے ہیں، وہ پکے کافر ہیں اور ایسے کافروں کے لئے ہم نے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اہل کتاب دوسرے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ کے نبی و رسول مانتے تھے، لیکن پیغمبر اسلام، حضرت محمد ﷺ کو اللہ کا رسول نہیں مانتے تھے، حالانکہ جس طرح وہ مبارک ہستیاں، اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے نبی و رسول تھے، اسی طرح رحمۃ للعالمین، حضرت محمد ﷺ بھی اللہ کے آخری نبی اور رسول ہیں۔ یہی چیز ہے جس کو ایمان اور کفر کے درمیان کی راہ نکالنا فرمایا گیا ہے، کیونکہ دوسرے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو مان کر اگر وہ ایمان باللہ کے تقاضے پورے کرتے نظر آ رہے تھے تو رحمۃ للعالمین، خاتم الانبیاء والمرسلین، حضرت محمد ﷺ کی رسالت کا انکار کر کے اللہ تعالیٰ کی معبودیت اور حاکمیت کو وہ ٹھکرا رہے تھے، پھر ایسا رویہ اپنانا کہ اللہ کے کسی رسول کو ماننا اور کسی کو نہ ماننا، درحقیقت نہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے اور نہ کسی رسول کی اطاعت ہے، بلکہ محض اپنی خواہش نفس کی پیروی ہے۔ اسی وجہ سے قرآن مجید نے اہل کتاب کے انکار اسلام کو بھی ٹھیک وہی حیثیت دی ہے، جو مشرکین کے انکار کو دی تھی اور نتائج بھی دونوں کے ایک ہی بتائیں ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اہلِ کتاب کو بھی اللہ کے آخری رسول، پیغمبر اسلام، حضرت محمد ﷺ پر ایمان لانا انتہائی ضروری ہے۔

☆ غیر مسلم بھائیوں کے لئے لمحہ فکریہ!

ذیل میں رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کی چند احادیث تحریر کی جاتی ہیں، جن سے واضح ہوتا ہے کہ نجات کا صرف اور صرف واحد راستہ ''اسلام'' ہے۔ میری غیر مسلم بہنوں اور بھائیوں سے گذارش ہے کہ خدارا اپنی جانوں پر ترس کھائیں، قرآن مجید کا مطالعہ کریں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی وحدانیت اور رحمۃ للعالمین، خاتم النبیین، پیغمبر اسلام،

حضرت محمد ﷺ پر ایمان لے آئیں۔

رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام، حضرت محمد ﷺ کا مبارک ارشاد ہے:

اگر آج موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی زندہ ہوتے تو

اُن کو بھی میری اتباع کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ تھا۔

(مشکوٰۃ شریف)

☆

ایک موقع پر رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا!

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جب (قرب قیامت میں) تشریف لائیں گے

تو وہ بھی قرآن مجید اور تمہارے نبی ﷺ ہی کے احکام پر عمل کریں گے۔

(معارف القرآن: جلد۲)

☆

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا!

قسم ہے اُس پاک ذات کی جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے،

اس اُمت کا جو کوئی بھی یہودی یا نصرانی میری خبر سن لے

(یعنی میری نبوت ورسالت کی دعوت اُس کو پہنچ جائے)

اور پھر وہ مجھ پر اور میرے لائے ہوئے دین پر ایمان لائے بغیر مر جائے

تو ضرور وہ دوزخیوں میں ہوگا۔

(مسلم شریف)

☆

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُس نے سوال کیا۔ یارسول اللہ! ایک نصرانی شخص ہے، جو انجیل کے موافق عمل کرتا ہے اور اسی طرح ایک یہودی شخص ہے، جو تورات کے احکام پر چلتا ہے اور وہ اللہ پر اور اس کے رسول پر بھی ایمان رکھتا ہے، مگر اس کے باوجود آپ ﷺ کے دین اور آپ ﷺ کی شریعت پر نہیں چلتا تو فرمایئے کہ اسکے بارے میں کیا حکم ہے؟ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا! جس یہودی یا جس نصرانی نے میری بابت سن لیا (یعنی میری دعوت اس کو پہنچ گئی) اور اس کے بعد بھی اُس نے میری پیروی نہیں کی تو وہ دوزخ میں جانے والا ہے۔

(بحوالہ:: دارقطنی اور معارف الحدیث)

فائدہ:

ان احادیث مبارکہ کے حوالے سے دنیا کا کوئی گروہ، کوئی قوم اور کوئی ملت ایسی نہیں ہے، جس پر اس کا اطلاق نہ ہوتا ہو۔ رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام، حضرت محمد ﷺ کی شریعت آفاقی اور عالمگیر ہے، جو قیامت تک کے لئے قائم ودائم ہے، اب صرف شریعت محمدی ﷺ پر عمل کیا جائے گا، اہل کتاب اور جو لوگ اسلام سے واقف ہوجانے کے بعد بھی اسلام قبول نہ کریں، اُن کا پکڑا جانا کسی طرح بھی ناانصافی نہیں ہے، بے انصافی اگر ہے تو یہ کہ انہیں نہ پکڑا جائے، کیونکہ ان کا یہ نہ ماننا کسی چھوٹی بات اور کسی معمولی حق کا نہ ماننا نہیں ہے، بلکہ دنیا کی سب سے بڑی بات اور سب سے بڑے حق کا نہ ماننا ہے،

درحقیقت یہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کے حق فرمانروائی کا نہ ماننا ہے، اس لئے یہ کھلی ہوئی دھاندلی ہوگی کہ ایسے لوگوں کے پکڑے جانے کو انصاف کے خلاف سمجھا جائے۔

حاصل کلام یہ ہے:

اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذاتِ عالی اور پیغمبر اسلام، رحمۃ للعالمین، حضرت محمد ﷺ پر ایمان لانا ہر انسان کے لئے انتہائی ضروری ہے اور یہی نجات کا واحد راستہ ہے۔

میری تمام غیر مسلم (بہنوں اور بھائیوں) سے اپیل ہے کہ خدارا! اللہ تبارک و تعالیٰ کی وحدانیت اور پیغمبر اسلام، رحمۃ للعالمین، حضرت محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان لے آئیں، کیونکہ یہی دُنیا و آخرت کی کامیابی کا واحد راستہ ہے۔

(وما توفیقی الا باللہ)

باب نمبر 19

رحمۃ للعالمین ﷺ اور یہود

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور کامل و اکمل دُرود و سلام ہو سیّد الانبیاء والمرسلین، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین، ہمارے آقا، حضرت محمد ﷺ پر جن کی مبارک محنت سے زندگی میں دلوں کو اور مرنے کے بعد قبروں کو منور فرمایا اور جن کا ظہور تمام عالم کے لئے رحمت ہے اور آپ ﷺ کی آل اولاد اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پر جو ہدایت کے ستارے ہیں اور دین اسلام کے پھیلانے والے ہیں، نیز اُن مؤمنین اور مؤمنات پر بھی جو ایمان کے ساتھ اِن کا اتباع کرنے والے ہیں۔

عہد نامہ عتیق (Old Testament) کے مطابق سیّدنا حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دو بیٹے تھے، جن میں ایک کا اسم گرامی اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام اور دوسرے کا اسم گرامی سیّدنا حضرت اسحاق علیہ الصلوٰۃ والسلام تھا، جن کے دو بیٹے تھے، بڑے بیٹے کا نام ''عیسو'' تھا اور چھوٹے کا نام ''یعقوب'' تھا، انہیں کا دوسرا نام ''اسرائیل'' تھا۔ یہ لفظ عبرانی زبان کا ہے، جس کے معنی عبداللہ (اللہ کا بندہ) ہیں۔ سیّدنا حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسل اسرائیل کے نام پر ''بنی اسرائیل'' کہلائی۔ اسرائیل (حضرت یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے بارہ بیٹے تھے، جن میں سب سے بڑے کا نام ''یہودا'' اور سب سے چھوٹے کا نام ''بن یامین'' تھا۔ ملک فلسطین کے ایک حصہ کا نام یہودیہ تھا، جہاں یہودا اور بن یامین کی نسل آباد ہوئی، اس لئے اس علاقہ کے رہنے والے یہود کہلائے۔ تمام یہود نسلی لحاظ سے بنی اسرائیل ہیں، لیکن تمام بنی اسرائیل یہود نہیں۔

(بحوالہ: مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ)

رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام، حضرت محمد ﷺ سیّدنا حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد سے پیدا ہوئے۔ قرآن مجید (سورۃ البقرہ) میں اللہ تعالیٰ شانہٗ نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کے تعمیر کعبہ کا واقعہ بیان فرمایا، یہاں تک کہ جب دونوں باپ بیٹا بیت اللہ کی تعمیر نو فرما رہے تھے۔ تو حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام نے اللہ تعالیٰ شانہٗ سے دُعائیں مانگی، جن کا ذکر آیت 126 تا 129 میں ہے، دُعا کے آخر میں فرمایا!

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

(البقرۃ : ۱۲۹)

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار، اور بھیج اُن میں ایک رسول اُنہی میں سے جو پڑھے اُن پر تیری آیتیں اور سکھلاوے اُن کو کتاب و دانائی کی باتیں اور پاک کرے اُن کو،
بے شک تُو ہی ہے بہت زبردست بڑی حکمت والا۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دُعا میں جس رسول کا ذکر ہے، تمام مفسرین کے نزدیک اس سے مراد رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام، حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ اقدس ہیں، جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ شانہٗ نے قرآن مجید (سورہ الجمعہ) میں ارشاد فرمایا:

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلٰلٍ مُّبِينٍ ۝

(سورۃ الجمعۃ: ۲)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ہی وہ ذات ہے جس نے اُن ناخواندہ لوگوں میں ایک رسول (ﷺ) کو مبعوث فرمایا، جو اُن ہی میں سے تھے، پڑھ کر سناتا ہے اُن کو آیتیں اور اُن کو سنوارتا ہے

اور سکھلاتا ہے اُن کو کتاب اور عقلمندی اور اس سے پہلے وہ پڑے ہوئے تھے صریح بھول میں۔

رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام، حضرت محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا!

''میں اپنے باپ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دُعا اور اپنے بھائی عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشارت اور اپنی ماں کا وہ خواب ہوں، جو انہوں نے میری ولادت کے وقت دیکھا تھا کہ ان میں سے ایک نور نکلا، جس نے شام کے محلات کو روشن کر دیا اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مائیں اِسی طرح (خواب) دیکھتی ہیں''۔

(مسند احمد)

اہل یہود، اہل اسلام کے انسانی بھائی ہیں۔تمام مسلمانوں کا یہ یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ نے سیّدنا حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تورات نازل فرمائی اور اس الہامی کتاب (تورات) کے بارے میں خالق کائنات نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

اِنَّآ اَنۡزَلۡنَا التَّوۡرٰىةَ فِيۡهَا هُدًى وَّنُوۡرٌ ۚ

(المآئدہ : ۴۴)

ترجمہ: بے شک ہم ہی نے توریت نازل کی ہے، جس میں ہدایت اور روشنی ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے:

ہر مذہب والا کہہ سکتا ہے کہ ہمارے پاس ہماری کتاب موجود ہے، اس میں سچائی اور ہدایت کا سامان بھی ہے تو پھر ہم اسلام اور اس کی کتاب کو کیوں مانیں؟

الحمد للہ!

اہل کتاب کو اس بارے میں علم تھا کہ پیغمبر اسلام، حضرت محمد ﷺ کہاں مبعوث ہوں گے؟ کہاں ہجرت فرمائیں گے؟ یہاں تک کہ آپ ﷺ اور آپ کی پاکیزہ جماعت حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے اوصاف بھی کتب سابقہ میں موجود تھے۔آپ ﷺ

کی بعثت سے قبل یہودی جب عرب مشرکین سے مغلوب ہوتے تو وہ یہ دُعا کیا کرتے تھے:

(اے پروردگار)! نبی آخرالزمان ﷺ جلد ظاہر ہوں

تاکہ ہم ان کے ساتھ مل کر ان کافروں پر غلبہ حاصل کریں۔

(بحوالہ: تفسیر ابن کثیرؒ)

تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ تورات، جو کہ الہامی کتاب ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سیّدنا حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل کی گئی.... لیکن تورات مقدس میں کئی مقامات پر پیغمبر اسلام، حضرت محمد ﷺ کے بارے میں بشارتیں موجود ہیں، ان میں سے چند عبارتیں ذیل میں بحوالہ ترجمہ پیش خدمت ہیں:

سفرِ استثناء باب ۱۸ آیات ۱۷ تا ۲۲ میں ہے کہ حضرت سیّدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی قوم کو خطاب کرتے ہوئے، پیغمبر اسلام، حضرت محمد ﷺ کے بارے میں خوشخبری دی اور فرمایا:

''میں ان کے لئے ان کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا

اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دُوں گا،

وہی وہ ان سے کہے گا اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو

وہ میرا نام لے کر کہے گا، نہ سنے گا تو

میں اس کا حساب اس سے لوں گا''۔

(بحوالہ: مذاہبِ عالم کا مقابلی مطالعہ)

یہ تورات کی صریح پیش گوئی جو پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کے بارے میں ہے اور اللہ تعالیٰ شانہٗ نے قرآن مجید میں بھی اس کی تصدیق ان الفاظ سے فرمائی ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝

(سورۃ النجم: ۳، ۴)

ترجمہ اور (رحمۃ للعالمین ﷺ) اپنی مرضی سے کوئی بات نہیں کرتے بلکہ ان کی جو بات ہے وہ وحی ہے جو اس کی طرف بھیجی جاتی ہے۔

تورات کے اسی سفر استثناء کے باب ۳۳ میں ہے:

''اللہ تعالیٰ نے فاران سے نور کو روشن کیا اور اس کے ساتھ دس ہزار (10000) قدسی بھی آئے اور اس کے ہاتھ ایک آتشی شریعت ان کے لئے تھی''۔

(بحوالہ: سیرۃ امام الانبیاء ﷺ)

اہل یہود ذرا غور فرمائیں کہ وہ کونسا دین ہے؟

جو فاران سے نکل کر تمام دُنیا میں پھیل گیا، وہ مکہ کی وادی، جہاں اللہ تعالیٰ کے آخری رسول، حضرت محمد ﷺ پر آخری مقدس شریعت نازل ہوئی، اور تمام دُنیا میں پھیل گئی، اور دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آنے والا ایک ہی انسان دُنیا کی تاریخ میں ہے، یعنی سیّدنا محمد ﷺ جو دس ہزار مقدس انسانوں کے ساتھ فاتحانہ مکہ المکرّمہ میں داخل ہوئے۔

(بحوالہ: سیرۃ امام الانبیاء ﷺ)

سفر تکوین یا پیدائش باب ۲۱ (آیت ۱۷ تا ۱۹) میں ایک عبرانی جملے کا مندرجہ ذیل ترجمہ ہے:

”اے ہاجرہ (حضرت اسماعیل الصلوٰۃ والسلام کی والدہ محترمہ) کھڑی ہو جاؤ

اور اپنے اس بچے کو اُٹھا لو اور اسے سنبھال کر حفاظت سے رکھو،

بے شک اسی سے محمد (ﷺ) اور ان کی اولاد پیدا ہو گی،

جو آسمان کے ستاروں کی طرح ہوں گے“۔

(بحوالہ: سیرۃ امام الانبیا ﷺ)

سفرِ حبوق باب ۳ (آیت ۳) میں رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کا اسمِ گرامی دو مرتبہ آیا ہے اور یہ آپ ﷺ کے اوصاف بیان ہوئے ہیں:

”وہ اہل زمین کے ساتھ برّی و بحری محاذوں پر جہاد کریں گے

اور آپ ﷺ جبلِ فاران سے نمودار ہوں گے“۔

(بحوالہ: سیرۃ امام الانبیا ﷺ)

حقیقت سے نظریں چرا لینے سے حقیقت چھپ نہیں جاتی۔ ذرا غور فرمائیں: سفرِ تکوین یا پیدائش کے سات مقامات، سفرِ استثناء کے دو مقامات، سفرِ مزامیر کے دو مقامات، اشعیاء کے چودہ مقامات، میخا، حبوق اور حجی کے ایک ایک..... اور سفرِ ملاخی کے دو مقامات پر ایسی بشارتیں موجود ہیں، جن میں رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام، حضرت محمد ﷺ کا ذکر مبارک موجود ہے۔

(بحوالہ: سیرۃ امام الانبیا ﷺ)

میری اہل یہود (بہنوں اور بھائیوں) سے اپیل ہے کہ خدارا! اللہ تبارک وتعالیٰ کی وحدانیت اور پیغمبر اسلام، رحمۃ للعالمین، حضرت محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان لے آئیں، کیونکہ یہی دُنیا و آخرت کی کامیابی کا واحد راستہ ہے۔ **وما توفیقی الا باللہ**

باب نمبر 20

رحمۃ للعالمین ﷺ اور نصاریٰ

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور کامل و اکمل دُرود و سلام ہو سیّد الانبیاء والمرسلین، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین، ہمارے آقا، حضرت محمد ﷺ پر جن کی مبارک محنت سے زندگی میں دلوں کو اور مرنے کے بعد قبروں کو منور فرمایا اور جن کا ظہور تمام عالم کے لئے رحمت ہے اور آپ ﷺ کی آل اولاد اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پر جو ہدایت کے ستارے ہیں اور دین اسلام کے پھیلانے والے ہیں، نیز اُن مؤمنین اور مؤمنات پر بھی جو ایمان کے ساتھ اِن کا اتباع کرنے والے ہیں۔

رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام، حضرت محمد ﷺ کی پاکیزہ احادیث اور انجیل مقدس میں گہری مماثلت ہے۔ عیسائی عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بغیر باپ کنواری مریم علیہا السلام سے پیدا ہوئے، جبکہ تمام مسلمانوں کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ سیّدنا حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت بغیر باپ کے، اللہ تعالیٰ کے کلمہ کن سے ہوئی۔

حضرت ابن عربیؒ نے اپنی کتاب الیواقیت والجواھر جلد اوّل کے صفحہ **118** پر تحریر فرمایا ہے:

"یوم میثاق میں تمام ارواح سے عہد لے کر سب کو واپس کر دیا گیا، لیکن حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح کو حضرت جبرائیلؑ کے سپرد کیا گیا کہ جب عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت کا زمانہ آئے تو وہ اس امانت کو براہِ راست حضرت مریم علیہا السلام کے حوالہ کر دیں"۔ (بحوالہ: سیرۃ امام الانبیا ﷺ)

عیسائیوں کی طرح مسلمانوں کے نزدیک بھی حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جلیل القدر پیغمبر ہیں۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ نے اُن پر اپنی الہامی کتاب انجیل نازل

فرمائی۔ بچپن میں جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی ماں کی گود میں تھے، آپ نے لوگوں سے گفتگو کی تھی اور اپنی ماں کی پاکبازی کی گواہی دی تھی اور اپنی نبوت کا اعلان کیا تھا۔ آپ کا یہ ایک عظیم معجزہ تھا، جس کو عیسائیوں کی طرح مسلمان بھی مانتے ہیں۔

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام مصلوب نہیں کئے گئے بلکہ زندہ آسمان پر اٹھا لئے گئے، عیسائیوں کا بھی یہی عقیدہ ہے، اس فرق کے ساتھ کہ یہود نے ان کو مصلوب کیا، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر کے آسمان پر اٹھالیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام قتل نہیں کئے گئے اور زندہ آسمان پر اٹھا لئے گئے ہیں۔

قرآن مجید میں ارشادِ خداوندی ہے:

وَ قَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ج
وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ط
وَ اِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ط
مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ج
وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۝ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ط
وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝

(سورة النساء: ۱۵۷، ۱۵۸)

ترجمہ: اور یوں کہنے کے باعث کہ ہم نے اللہ کے رسول مسیح عیسیٰ ابن مریم کو قتل کر دیا، حالانکہ نہ تو انہوں نے اسے قتل کیا، نہ سولی پہ چڑھایا بلکہ ان کے لئے (عیسیٰ علیہ السلام) کا شبیہ بنا دیا گیا۔ یقین جانو کہ حضرت عیسیٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے بارے میں اختلاف کرنے والے ان کے بارے میں شک میں ہیں، انہیں اس کا کوئی تعین نہیں بجز تخمینی باتوں پر عمل کرنے کے، اتنا یقینی ہے کہ انہوں نے انہیں قتل نہیں کیا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے

اُنہیں اپنی طرف اُٹھا لیا اور اللہ بڑا زبردست اور بڑی حکمتوں والا ہے۔

حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہودیوں کی سازش کا پتہ چلا تو انہوں نے اپنے حواریوں، جن کی تعداد 12 یا 17 تھی، جمع کیا اور فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص میری جگہ قتل ہونے کے لئے تیار ہے؟ تا کہ اللہ تعالٰی کی طرف سے اس کی شکل وصورت میری جیسی بنا دی جائے۔ ایک نوجوان اس کے لئے تیار ہو گیا، چنانچہ حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وہاں سے آسمان پر اُٹھا لیا گیا۔ بعد میں یہودی آئے اور انہوں نے اس نوجوان کو لے جا کر سولی پر چڑھا دیا، جسے حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہم شکل بنا دیا گیا تھا۔ یہودی یہی سمجھتے رہے کہ ہم نے حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سولی دی ہے۔ درحقیقت حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام اس وقت وہاں موجود ہی نہ تھے، وہ زندہ جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر اُٹھائے جا چکے تھے۔ (بحوالہ تفسیر ابن کثیر)

حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہم شکل کو قتل کرنے کے بعد ایک گروہ تو یہی کہتا رہا کہ حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قتل کر دیا، جبکہ دوسرا گروہ جسے یہ اندازہ ہو گیا کہ مصلوب شخص حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام نہیں، کوئی اور ہے، وہ حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قتل اور مصلوب ہونے کا انکار کرتا رہا۔ بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آسمان پر جاتے ہوئے دیکھا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ اس اختلاف سے مراد وہ اختلاف ہے جو خود عیسائیوں کے نظوریہ فرقہ نے کہا کہ عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام جسم کے لحاظ سے تو سولی دے دیئے گئے، لیکن لاہوت (خداوندی) کے اعتبار سے نہیں۔ ملکانیہ فرقے نے کہا کہ یہ قتل وصلب ناسوت اور لاہوت دونوں اعتبار سے ہوا ہے، بہر حال وہ اختلاف، تردد اور شک کا شکار رہے۔ (فتح القدیر)

مسلمانوں کی طرح، عیسائی بھی حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد ثانی پر

یقین رکھتے ہیں اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کے منتظر ہیں۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا روح اللہ اور کلمۃ اللہ آپ کا لقب تھا، جو کہ آپؑ کی شرافت وعزت کے لئے فرمایا گیا۔جیسا کہ خانہ کعبہ کو بیت اللہ (اللہ کا گھر) کہا جاتا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ عالی کو تمکن سے کوئی علاقہ نہیں۔نصاریٰ کو غلط فہمی ہوئی اور روح اللہ سے انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ کا بیٹا سمجھ لیا جو کہ بالکل ہی غلط ہے۔سیّدنا حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام تو اللہ کے بندے، اُس کے رسول اور اُس کا کلمہ ہیں۔

(بحوالہ: دُنیا جنگوں کے دھانے پر)

رحمۃ للعالمین حضرت محمد ﷺ کی ولادت باسعادت سے تقریباً چھ سو برس پہلے جب حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عہد نبوت تھا، تو انہوں نے اپنی اُمّت کو اللہ کے آخری رسول ﷺ کی آمد کی بشارت دی، بلکہ آپ ﷺ کے دو ذاتی ناموں (محمد و احمد) میں سے ایک نام احمد (ﷺ) بھی لیا"۔

(بحوالہ: سیرۃ امام الانبیا ﷺ)

اللہ تعالیٰ شانہٗ نے قرآن حکیم میں فرمایا:

وَ اِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ مُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ ؕ

(الصف: ۶)

ترجمہ: اور کہا عیسیٰ (علیہ السلام) مریم کے بیٹے نے کہ اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا رسول ہوں، اس توراۃ کی تصدیق کرنے والا ہوں جو مجھ سے پہلے آئی ہوئی موجود ہے، اور ایک رسول کی بشارت دینے والا ہوں جو میرے بعد آئیں گے اور جن کا نام احمد (ﷺ) ہوگا۔

الحمد للہ! حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام انسانوں کی ہدایت کے لئے تشریف

لاتے اور اُن میں محنت فرماتے تا کہ انسان اللہ تعالیٰ کی ذاتِ عالی پر ایمان لائیں اور صرف اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کریں، چنانچہ تمام الہامی کتب بھی خالق کائنات نے انسانوں کی ہدایت کے لئے نازل فرمائیں۔ رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ہیں۔ آپ ﷺ کی بعثت کے بارے میں عیسائیوں کے ہاں معتبر مانی جانے والی اناجیل اور انجیل کے صحیح ترین نسخہ ''انجیل برنا باس'' میں رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام، حضرت محمد ﷺ کے بارے میں بشارتیں موجود ہیں مثلاً:

- انجیل یوحنا اس بات پر گواہ ہے:

مسیح علیہ السلام کی آمد کے زمانے میں بنی اسرائیل تین شخصوں کے منتظر تھے، ایک مسیح، دوسرے ایلیاء، (حضرت الیاس علیہ السلام کی آمد ثانی) اور تیسرے وہ (جس کی خبر تورات میں دی گئی تھی)۔

- انجیل کے باب اوّل آیات ۱۹ تا ۲۵ میں ہے:

اور یوحنا (حضرت یحییٰ علیہ السلام) کی گواہی یہ ہے کہ جب یہودیوں نے یروشلم سے کاہن اور لاوی یہ پوچھنے کیلئے اس کے پاس بھیجے کہ تو کون ہے؟ تو اس نے اقرار کیا، اور انکار نہ کیا، بلکہ اقرار کیا کہ میں تو مسیح نہیں ہوں۔ انہوں نے اس سے پوچھا پھر تو کون ہے؟ اس نے کہا، میں بیابان میں ایک پکارنے والے کی آواز ہوں کہ تم خداوند کی راہ سیدھی کرو۔ انہوں نے اس سے سوال کیا کہ اگر تو نہ مسیح علیہ السلام ہے، نہ ایلیاء، نہ وہ نبی، تو پھر بپتسمہ کیوں دیتا ہے؟

یہ الفاظ اس بات پر صریح دلالت کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل حضرت مسیح علیہ السلام اور حضرت ایلیاء علیہ السلام کے علاوہ ایک اور نبی کے بھی منتظر تھے اور وہ یوحنا

(حضرت یحیٰ علیہ السلام) نہ تھے (بلکہ وہ نبی آخرالزماں حضرت محمد ﷺ ہی تھے)۔

انجیل یوحنا کے باب ۱۴، ۱۵، ۱۶ میں حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے بعد آنے والے نبی کی خبر دی ہے، جس کے متعلق وہ فرماتے ہیں:

وہ دُنیا کا سردار (سرورِ عالم ﷺ) ہوگا، ابد تک رہے گا، یعنی اس کی شریعت قیامت تک کے لئے ہوگی۔ وہ سچائی کی تمام راہیں دکھائے گا اور خود ان کی یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی گواہی دے گا۔

انجیل متی باب ۱۱ آیت ۱۴ میں ہے:

اگر تم اتباع کرنا چاہتے ہو تو اس ایلیاء کی اتباع کرو، جو اپنی بعثت و رسالت کے وقت آئیں گے، جس کے سننے کے لئے دو کان ہیں، وہ اچھی طرح یہ بات سن لے۔

انجیل مرقس کے باب اوّل آیت ۷ میں ہے:

وہ یوحنا بالتکرار کہا کرتے تھے کہ میرے بعد ایک (نبی) آنے والا ہے، جو مجھ سے زیادہ قوی ہوگا۔

اس آیت میں تحریر کر کے اہل کتاب نے یہ بھی لکھ دیا:

"انہی دنوں یسوع علیہ السلام آ گئے"۔

حالانکہ یوحنا کی بشارت ایسے ہے:

وہ قوی نبی میرے بعد آئے گا، جبکہ یسوع علیہ السلام ان کے ہمعصر تھے۔

یہ واضح اشارہ ہے کہ وہ قوی نبی حضرت محمد ﷺ ہی ہو سکتے ہیں۔ ایسے ہی انجیل لوقا کے باب ۲۰ اور آیت ۱۶ میں بھی رحمۃ للعالمین، حضرت محمد ﷺ کے متعلق بشارت

موجود ہے۔

الغرض عیسائیوں کے ہاں معتبر مانی جانے والی اناجیل اربعہ میں سے انجیل متی کے 3 مقامات..... انجیل مرقس کے 2 مقامات..... انجیل لوقا کے 1 مقام..... اور انجیل یوحنا کے 4 مقامات پر..... پیغمبر اسلام، حضرت محمد ﷺ کے بارے میں بشارتیں موجود ہیں..... انجیل برناباس کے 40 مقامات پر رحمۃ للعالمین، حضرت محمد ﷺ کے بارے میں بشارتیں پائی جاتی ہیں۔

یاد رہے کہ ان نصوص کے مطالعہ کے دوران کہیں یونانی زبان کا لفظ ''فارقلیط'' یا ''پرقلیطس'' اور کہیں سریانی زبان کا لفظ ''مُنحمنا'' ملے گا، ایسے عبرانی زبان کا لفظ ایلیاء بھی ہے، یہ دراصل ایک ہی ذاتِ گرامی (محمد و احمد ﷺ) کے گرد گھومتے ہیں اور ان کا معنی بھی وہی ہے جو اسم مبارک محمد و احمد ﷺ کا ہے۔

(بحوالہ: سیرۃ امام الانبیا ﷺ)

الحمد للہ! تاریخ عالم اس بات پر شاہد ہے کہ رحمۃ للعالمین حضرت محمد ﷺ کے زمانہ مبارک میں جب مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی، تو شاہِ حبشہ نجاشی نے جب مہاجرین حبشہ (صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کو اپنے دربار میں بلایا اور انہوں نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہٗ سے پیغمبر اسلام، حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات سُنیں تو اس کے جواب میں نجاشی نے کہا:

مرحبا تم کو اور اُس ہستی کو جس کے ہاں سے تم آئے ہو، میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں اور وہی ہیں جن کا ذکر ہم انجیل میں پاتے ہیں، اور وہی ہیں جن کی بشارت عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) نے دی تھی۔

(بحوالہ: سیرۃ امام الانبیا ﷺ)

مسندِ احمد میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہٗ سے مروی ہے کہ انہیں عموریہ (مدینۃ القدس) کے ایک اہلِ کتاب (عیسائی) عالم نے نصیحت کرتے ہوئے کہا:

''تجھے ایسے زمانے نے آلیا ہے، جس میں ایک نبی مبعوث ہونے والا ہے، جو دینِ ابراہیمؑ لے کر آئے گا، جو عرب کی سرزمین پر ظہور فرمائے گا، اس کا دارِ ہجرت ایسی سرزمین ہوگی جو دو حرّوں کے مابین ہے اور ان دونوں کے مابین نخلستان بھی ہے، اس کے پاس ایسی علامتیں ہوں گی جو چھپی نہ رہیں گی، وہ ہدیہ کھالے گا، مگر صدقہ وزکوٰۃ نہیں کھائے گا، اس کے دونوں کندھوں کے درمیان مہرِ نبوت ہوگی، اگر تم اس سرزمین تک پہنچ سکو تو ضرور پہنچ جاؤ''۔

(مسندِ احمد اور سیرۃ امام الانبیا ﷺ)

الحمد للہ! رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کا دارِ ہجرت مدینہ منورہ ہے اور وہ نخلستان کے ساتھ ساتھ دو حرّوں کے مابین ہی ہے اور اُن دونوں کا نام حرّہ واقم (مشرقی جانب) اور حرّہ وبرہ (مغربی جانب) ہیں۔ (حرّہ سے مراد جلے ہوئے سیاہ رنگ کے پتھروں کی زمین ہے)۔

الحمد للہ!

رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام ﷺ اور آپ ﷺ کی آل اولاد ہدیہ کھایا کرتے تھے اور صدقہ وزکوٰۃ نہیں کھایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کے کندھوں کے درمیان مُہرِ نبوت تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس عیسائی عالم نے جو نشانیاں بتائی تھیں، وہ سب آپ ﷺ میں موجود تھیں اور اُس نے یقیناً اپنی کتاب میں پڑھی ہوں گی۔

(بحوالہ: سیرۃ امام الانبیا ﷺ)

یکم فروری تا چھ فروری **1974** ء میں طرابلس (لیبیا) میں اسلامی مسیحی ڈائیلاگ منعقد ہوئے، اس میں تمام مسیحی فرقوں نے شرکت کی۔ لبنان کے رومن کیتھولک کے لارڈ بشپ گریگوار حدّاد نے اختتامی اجلاس میں خود ہی یہ دعوت پیش کی:

پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کی نبوت تسلیم کرلی جائے،

ہم گواہی دیتے ہیں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں

اور تمام انسانیت کے لئے اللہ کے نبی ہیں۔

(بحوالہ: وہ عہد کا رسول ﷺ)

الحمد للہ! ساری دُنیا کے عیسائی اہل اسلام کے انسانی بھائی ہیں۔ تمام مسلمان سیّدنا حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سچا پیغمبر مانتے ہیں اور آپؑ کی شان میں گستاخی اور بے ادبی کا تصور بھی نہیں کرسکتے۔ رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام، حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری رسول ہیں، لہٰذا آپ ﷺ کی رسالت پر ایمان لانا بہت ضروری ہے۔

رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ نے فرمایا! حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام (قرب قیامت میں) جب دُنیا میں تشریف لائیں گے تو وہ بھی قرآن مجید اور تمہارے نبی (حضرت محمد ﷺ) ہی کے احکام پر عمل کریں گے۔

(بحوالہ: معارف الحدیث)

میری اہل نصاریٰ سے اپیل ہے کہ وہ سیّدنا حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیغمبر ماننے کے ساتھ ساتھ پیغمبر اسلام، حضرت محمد ﷺ کی رسالت کو بھی تسلیم کریں اور یہی حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بھی تعلیم ہے۔ سیّدنا حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خُدا نہ کہا جائے اور نہ ہی آپؑ خُدا کے بیٹے ہیں، بلکہ ایک جلیل القدر پیغمبر ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے سورہ اخلاص میں واضح طور پر فرمادیا ہے:

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ○ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ○ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ○
وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ○

ترجمہ: (آپ ﷺ) کہہ دیجئے اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے،
نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ جنا گیا،
اور اس کا کوئی ہمسر نہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ بنی نوع انسان کی نجات سچے مذہب کو سچا تسلیم کرنے میں ہے اور سچا مذہب وہی مذہب ہوسکتا ہے، جو خُدا کو ایک مانے، کسی مخلوق کو اِس کی ذات و صفات اور افعال میں شریک نہ کرے اور پیغمبر اسلام، حضرت محمد ﷺ کی رسالت اور ختم نبوت پر ایمان لائے اور یہ مذہب صرف "اسلام" ہے۔

میری اہل نصاریٰ (بہنوں اور بھائیوں) سے اپیل ہے کہ خدا را! اللہ تبارک وتعالیٰ کی وحدانیت اور پیغمبر اسلام، رحمۃ للعالمین، حضرت محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان لے آئیں، کیونکہ یہی دُنیا و آخرت کی کامیابی کا واحد راستہ ہے۔

وما توفیقی الا باللہ

باب نمبر 21

رحمۃ للعالمین ﷺ اور ہنود

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور کامل و اکمل دُرود و سلام ہو سیّد الانبیاء والمرسلین، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین، ہمارے آقا، حضرت محمد ﷺ پر جن کی مبارک محنت سے زندگی میں دلوں کو اور مرنے کے بعد قبروں کو منور فرمایا اور جن کا ظہور تمام عالم کے لئے رحمت ہے اور آپ ﷺ کی آل اولاد اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پر جو ہدایت کے ستارے ہیں اور دین اسلام کے پھیلانے والے ہیں، نیز اُن مؤمنین اور مؤمنات پر بھی جو ایمان کے ساتھ اِن کا اتباع کرنے والے ہیں۔

الحمدللہ! اللہ تعالیٰ شانہٗ نے قرآن مجید میں واضح طور پر فرمادیا کہ رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام، حضرت محمد ﷺ کی نبوت و رسالت ساری انسانیت کے لئے ہے اور ہمیشہ کے لئے ہے۔ قرآن مجید میں ارشادِ خداوندی ہے:

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا

(سورہ الاعراف: ۱۵۸)

ترجمہ: (اے محمد ﷺ) کہہ دیجئے کہ لوگو! میں تم سب کی طرف بھیجا ہوا رسول ہوں۔

قرآن مجید میں سورہ سبا میں ارشادِ خداوندی ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا

وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

(سورہ سبا: ۲۸)

ترجمہ: اور ہم نے آپ (ﷺ) کو تمام انسانوں کے لئے خوشخبری سنانے والا

اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

اب اگر کوئی شخص رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام، حضرت محمد ﷺ کی رسالت پر ایمان نہیں لاتا یا آپ ﷺ کو سچا رسول تسلیم کرنے کے باوجود آپ ﷺ کی پیروی کا راستہ اختیار نہیں کرتا (یعنی اسلام قبول نہیں کرتا) تو یہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی کامل اطاعت نہیں کر رہا ہے، بلکہ اپنے نفس کی اطاعت کر رہا ہے، بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی کھلی ہوئی نافرمانی کر رہا ہے۔

جناب محمد عبدالمجید صدیقی صاحب اپنی کتاب "دُنیا جنگوں کے دہانے پر" میں تحریر فرماتے ہیں:

ہندؤوں کا عقیدہ ہے کہ ان کی مقدس کتاب "وید" کلامِ الٰہی ہے، مگر وہ یہ بتانے سے قاصر ہیں کہ ان کا لانے والا نبی کون تھا؟

رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کی پیشگوئی تو ہر مقدس صحیفے میں آج بھی موجود ہے۔ آپ ﷺ کے علاوہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے حضرت نوح علیہ السلام کے آگے کسی نبی کا بیان نہ ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ "وید" نہ تو حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے کے صحیفے ہیں، نہ ان کے دور کے بعد کے۔ پرانوں اور ہندؤوں کی دوسری مقدس کتابوں میں تبدیلی ہوتی رہی ہے، مگر "وید" چونکہ کلام الٰہی ہیں، اس لئے ان کے الفاظ میں تبدیلی جائز نہیں۔

قرآن مجید کی سورہ مریم، آیت ۵۸ سے معلوم ہوتا ہے کہ نسل آدمؑ میں حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھیوں کی الگ نسل ہے اور حضرت ابراہیم وحضرت یعقوب علیہما الصلوٰۃ والسلام کی نسل علیحدہ ہے یعنی دُنیا کی قوموں کو دو نسلوں میں تقسیم کیا گیا ہے، جن میں ایک سامی نسلیں **(Semetic Races)** ان میں یہودی، عیسائی اور جزیرہ نما عرب کے بنی اسماعیل شامل ہیں۔ دوسری غیر سامی نسلیں **(Non-Semetic Races)** یعنی آرین

نسل جو دُنیا کے بہت سے ملکوں کے علاوہ ہندوستان کے بیشتر حصہ میں آباد ہے۔

(بحوالہ: دُنیا جنگوں کے دہانے پر)

قرآن مجید میں ارشادِ خداوندی ہے:

بے شک جو لوگ مؤمن ہیں اور جو یہودی ہیں اور نصاریٰ صابئین ہیں، ان میں سے جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان لائیں اور نیک عمل کریں تو ان کے لئے، ان کے ربّ کے پاس اجر ہے، نہ ان پر کوئی خوف آئے گا، نہ وہ غمگین ہوں گے۔

(سورۃ البقرۃ : ۶۲)

اس آیت مبارکہ میں صابئین کا ذکر مؤمنین، یہودیوں اور نصاریٰ (عیسائیوں) کے ساتھ کیا گیا ہے۔ اسی طرح قرآن مجید میں کئی مقامات پر صابئین کا ذکر ہے۔ تفسیر ابن کثیر میں عبدالرحمٰن بن زید کا یہ قول درج ہے صابئین اپنے آپ کو حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین پر بتاتے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ صابئین کو آرین نسل مانتے ہیں۔ سیّد سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ صابئین کو قدیم ہندوستانی باشندے تسلیم کرتے ہیں۔ (بحوالہ: دُنیا جنگوں کے دہانے پر)

A.J.A.Dubois اپنی کتاب ''ہندو شعائر، مراسم ومناسک'' کے صفحہ نمبر **48** پر لکھا ہے:

حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام دُنیا کے سب سے پہلے صاحب شریعت رسول تھے۔ ہندوؤں کو ''مہانوو'' (Mahanuve) سے بے حد عقیدت ہے، مہا بمعنی ''عظیم'' اور نوو بمعنی ''شک وشبہ''۔

(بحوالہ: ہندو شعائر، مراسم ومناسک)

جناب محمد عبدالمجید صدیقی اپنی کتاب ''جنگ آرہی ہے'' میں تحریر فرماتے ہیں:

اصل میں ہندو ہی دُنیا کی سب سے پہلی صاحب شریعت قوم ہے، جو حضرت نوح علیہ السلام کی اُمّت ہیں اور مسلمان سب سے آخری صاحب شریعت قوم ہے۔ ان دونوں میں آج بھی بہت سے مقامات پر بے پناہ یکسانیت ومماثلت ہے۔

(بحوالہ: دُنیا جنگوں کے دہانے پر)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ وہ تنور پتھر کا تھا، جس میں حضرت حوا علیہا الصلوٰۃ والسلام روٹیاں پکاتی تھیں، پھر وہ حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آ گیا تھا اور ان سے کہہ دیا گیا تھا کہ جب تنور میں پانی اُبلنے لگےتو اپنے ساتھیوں سمیت کشتی میں سوار ہو جانا۔ آج بھی کیرالہ کے ضلع ملاّ پورم میں ہندوستان کے مغربی ساحل پر سمندر کے کنارے تنور (Tanur) نامی گاؤں موجود ہے، ہوسکتا ہے طوفان نوحؑ یہیں سے شروع ہوا ہو اور حضرت نوح علیہ السلام کا تعلق ہندوستان سے رہا ہو۔ (واللہ اعلم)

(بحوالہ: لباب التاویل : جلد ۲ : صفحہ ۱۸۹)

(بحوالہ: دُنیا جنگوں کے دہانے پر)

نرسنگھ اگروال (The Hindu Muslim Question) کے صفحہ نمبر 12 پر تحریر کرتے ہیں:

منو (حضرت نوح علیہ السلام) آرین قوم کو اپنے ساتھ لے کر ہندوستان آئے تھے اور وہ بتوں کی پوجا نہیں کرتے تھے، اس دور میں انسان کے قد ساٹھ فٹ لمبے اور عمریں ایک ہزار سال ہوتی تھیں، پس ان کا دُنیا کے ایک حصہ سے

دوسرے میں چلے جانا باعث تعجب نہیں۔

قاضی اطہر مبارک پوری اپنی کتاب ''خلافتِ راشدہ اور ہندوستان'' میں تحریر کرتے ہیں:

''حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ، اور دیگر بہت سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ہندوستان میں آمد کا پتہ چلا ہے اور کئی تو اسی سرزمین میں دفن ہیں۔ رحمۃ للعالمین پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کے ایک جید صحابی حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہٗ سن 9 ہجری میں مسلمان ہوئے تھے، ایک روایت کے مطابق یہ صحابی تبلیغ اسلام کے لئے حجاز مقدس سے جنوبی ہند میں تشریف لائے تھے اور مدراس کے نواح میں آج بھی ان کی قبر موجود ہے''۔

(بحوالہ: خلافتِ راشدہ اور ہندوستان)

A.J.A.Dubois اپنی کتاب ''ہندو شعائر، مراسم و مناسک'' کے صفحہ **166** پر لکھتا ہے:

''آج ہندو قوم عقائد کی گمراہی میں جواب نہیں رکھتی، مگر وہ وقت دُور نہیں جب یہ "اوم مت" سے "اُمّت" میں بدل جائے گی۔ ہندو خواص کا یہ مسلمہ عقیدہ ہے کہ ایک دِن پوری ہندو قوم ایمان لے آئے گی، لیکن یہ بھی ان رازوں میں سے ایک ہے، جسے ہندو عوام سے اور خاص طور پر مسلمانوں سے چھپایا جاتا ہے''۔

(بحوالہ: ہندو شعائر، مراسم و مناسک)

اہلِ ہنود کے لئے خوشخبری......!

ہندو مذہب کے ماننے والے اپنے جس ''**کالکی اوتار**'' (ہادی عالم)

کا انتظار کررہے ہیں، وہ درحقیقت پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کی ذاتِ اقدس ہے، جس کا ظہور آج سے چودہ سو سال پہلے ہو چکا ہے۔اس امر کا انکشاف بھارت میں چھپنے والی ایک کتاب ''**کالکی اوتار** '' میں کیا گیا ہے، جس نے پورے بھارت میں تہلکہ مچا دیا ہے۔اس کتاب کا مصنف ایک برہمن پنڈت وید پرکاش ہے، جو سنسکریت کا ممتاز عالم اور الٰہ آباد یونیورسٹی میں ایک اہم عہدہ پر متمکن ہے۔مصنف نے اپنی اس تحقیق کو بھارت کے آٹھ بڑے پنڈتوں کے سامنے پیش کیا، جو تحقیق کے میدان میں ممتاز مقام رکھتے ہیں اور بڑے مذہبی رہنماؤں میں شمار ہوتے ہیں۔ان پنڈتوں نے بھی وید پرکاش کی تحقیق کو دُرست تسلیم کیا ہے۔مصنف نے اپنے اس دعویٰ کی حمایت میں ہندوؤں کی مقدس کتابوں کے حوالے دیئے ہیں۔مقدس کتاب ''وید'' میں درج ہے:

بھگوان کا آخری پیغمبر (کالکی اوتار) ہوگا،

جو دُنیا کو رہنمائی فراہم کرے گا۔

مصنف لکھتا ہے کہ یہ بات حضرت محمد ﷺ پر صادق آتی ہے۔ہندوازم کی پیشگوئی کے مطابق ''**کالکی اوتار** '' ایک بڑے جزیرے میں جنم لے گا، یہ جزیرہ درحقیقت عرب کا علاقہ ہے۔ہندوؤں کی مقدس کتاب ''وید'' میں تحریر ہے:

کالکی اوتار کے باپ کا نام ''وشنو بھگت''

اور ماں کا نام ''سومانب'' ہوگا۔

سنسکریت میں وشنو ''اللہ'' اور بھگت ''غلام'' کے لئے استعمال ہوتا ہے۔اس طرح وشنو بھگت کا عربی ترجمہ "عبد اللہ" بنتا ہے۔''سومانب'' سنسکرت میں امن و آشتی کو کہتے ہیں اور عربی میں اس کا مترادف لفظ '' آمنہ'' ہے۔عبد اللہ اور آمنہ،

پیغمبر اسلام، حضرت محمد ﷺ کے والد محترم اور والدہ ماجدہ کے نام ہیں۔

"کالکی اوتار" کے بارے میں مزید کہا گیا ہے کہ

بھگوان اپنے خاص پیغام رساں کے ذریعے
انہیں ایک غار میں علم سکھائیں گے۔

الحمدللہ! یہ بات بھی صرف پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ پر ہی صادق آتی ہے، جنہیں اللہ تعالیٰ نے "غارِ حرا" میں حضرت جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے علم سے نوازا۔

ہندوؤں کی مقدس کتب میں تحریر ہے:

بھگوان "کالکی اوتار" کو ایک تیز رفتار گھوڑا دیں گے،
جس کی مدد سے وہ اس دُنیا کے گرد اور
ساتوں آسمانوں کی سیر کریں گے۔

الحمدللہ! رحمۃ للعالمین، حضور اقدس ﷺ کی براق کی سواری اور واقعہ معراج اسی جانب اشارہ کرتا ہے۔ مصنف وید پرکاش اپنی کتاب میں یہ بھی تحریر کرتا ہے:

"کالکی اوتار" گھڑسواری، تیر اندازی
اور تیغ زنی میں ماہر ہوگا۔

مصنف وید پرکاش کہتا ہے، اس پیشگوئی کی جانب خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے کیونکہ گھوڑوں، نیزوں اور تلواروں کا دَور اب گزر چکا ہے، اب اس کی جگہ جدید ہتھیاروں نے لے لی ہے اور پھر ایسی صورت میں نیزوں، تلواروں سے مسلح **"اوتار"** کا انتظار غیر دانشمندانہ اقدام ہوگا۔

مصنف وید پرکاش کا کہنا ہے:

''کالکی اوتار'' درحقیقت پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کی طرف اشارہ ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے آسمانی کتاب ''قرآن مجید'' دے کر پوری انسانیت کے لئے رہنما بنا کر بھیجا۔

مصنف وید پرکاش کا مزید کہنا ہے:

''ہندوؤں کو اب فوراً اسلام قبول کرلینا چاہئے''۔

(بحوالہ: دُنیا جنگوں کے دہانے پر)

یہ ایک حقیقت ہے کہ ہندوؤں کے یہاں مقدس مانی جانے والی مذہبی کتب میں رحمۃ للعالمین پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کے بارے میں بشارت مذکور ہیں۔مہر دیاس ہندوؤں کے ایک بڑے رشی مانے جاتے ہیں، ان کی سب سے بڑی تالیف 18 مجلدات پر ان ہیں، ان پرانوں کے 18 سمندر ہیں۔

ایک بڑے پایہ کی کتاب **بھوشیہ پران** ہے، جس میں آئندہ کی خبریں بیان کی گئی ہیں، اس کے پرتی سرگ پر 3 کھنڈ 3 ادھیاء 3 شلوک 5 تا 8 میں یہ بشارتیں موجود ہے۔ پیشگوئی کا ترجمہ:

ایک اجنبی اور زبان کا معلم روحانی اپنے صحابہ کے ساتھ آئے گا، اس کا نام محمد (ﷺ) ہوگا۔راجہ بھوج نے اس مہادیو (ملائک سیرت) عرب کے رہنے والے کو آب رودگنگا اور پنج گویہ سے غسل کرا کے (یعنی گناہوں سے پاک ٹھہرا کر) ولی ارادت سے نذر و نیاز پیش کرکے اس کی تعظیم کی اور کہا میں تیرے حضور جھکتا ہوں۔ اے فخر نسل انسانی عرب کے رہنے والے! شیطان کے مارنے کے لئے

بہت سی طاقت مہیا کرنے والے دُشمن پلچھول سے مخالفت کئے گئے ہو۔

اے پاک ہستی مطلق اور سرور کامل کے مظہر میں تیرا غلام ہوں،

مجھ کو اپنے قدموں میں آیا ہوا جانئے۔

تشریح:

(1) اس بشارت میں حضور اقدس ﷺ کا نام محمد (ﷺ) صاف بتایا ہے۔

(2) ملک عرب کا آپ ﷺ کو رہنے والا بتایا ہے۔

(3) آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم کا ذکر خصوصیت سے لیا گیا، شاید ہی دُنیا میں کوئی اور نبی آیا ہو، جس نے اپنے پیروکاروں کو اپنے رنگ میں اتارا ہو۔

(4) وہ گناہوں سے پاک فرشتہ سیرت ہوگا۔

(5) ہندوستان کا راجہ اس سے دلی عقیدت رکھے گا۔

(6) آپ ﷺ کی دُشمنوں سے حفاظت ہوگی۔

(7) آپ ﷺ ہر قسم کی بدی کو مٹانے والے ہوں گے۔

(8) آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے مظہر اتم ہوں گے۔

(9) مہرشی اپنے آپ کو آپ ﷺ کے قدموں میں آیا ہوا قرار دیتا ہے۔

(10) آپ ﷺ کو فخر نسل انسانی بتایا ہے۔

رحمۃ للعالمین، پیغمبر اسلام، حضرت محمد ﷺ کے بارے میں یہ بشارت اتنی واضح ہے، جس میں کسی قسم کے شک کی گنجائش نہیں۔ (بحوالہ: مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ)

☆ ہندوؤں کی مقدس کتاب سام وید میں لکھا ہے:

احمد (ﷺ) نے اپنے ربّ سے پُر حکمت شریعت کو حاصل کیا،